نیاز نامہ

یعنی ایک خط عام بنام برادران اہل اسلام
جسکو مولوی صفدر علی انسپکٹر مدارس ضلع جبلپور متوطن اکبرآباد و رئیس
دھولپور نے بجواب خطوط اپنے احباب و آشنایان ممالک مغربی و شمالی
و اودھ و پنجاب و ممالک متوسطہ کے لکھا
نارتھ انڈیا ٹراکٹ سوسایٹی کی امداد سے

الہ آباد
مشن پریس میں مطبوع ہوا
۱۸۶۷ عیسوی

طبع اول
۲۰۰۰ جلد

نیاز نامہ

یعنی ایک خط عام بنام برادران اہل اسلام

جسکو مولوی صفدر علی انسپکٹر مدارس ضلع جبلپور متوطن اکبرآباد و رئیس دھولپور نے

بجواب خطوط اپنے احباب و آشنایان ممالک مغربی و شمالی

و اودھ و پنجاب و ممالک متوسطہ کے لکھا

نارتھ انڈیا ٹراکٹ سوسایٹی کی امداد سے

الہ آباد

مشن پریس میں مطبوع ہوا

سنہ ۶۷ عیسوی

طبع اول

۲۰۰۰ جلد

خلاصہ مضمون خط

تحقیقات دعوی تحریف

نمبر	خلاصہ مضمون خط	از صفحہ	تا صفحہ
۱۱	صحاح ستہ کے اختلافات قرأت کا جو کثرت سے ہیں اور اہل اسلام انکو معتبر جانتے اور متواتر کہتے ہیں حالانکہ اگر انکو تحریف کہیں تو بجا ہی اور کتاب مقدس کے اختلافات قرأت کو جو بدرجہا اُنسے کم ہیں تحریف بتلاتے ہیں	۱۱۰	۱۱۳
۱۲	اگر ثابت ہوتا کہ کتاب مقدس میں یہہ صحیفے نہ تھے یا یہہ مطالب نتھے تو تحریف ثابت ہوتی مگر ان جزئی اور خفیف باتوں سے تحریف مطلق نہیں ثابت ہو سکتی ہی	۱۱۳	۱۱۴
۱۳	دعوی تحریف کے امور تنقیح طلب	۱۱۴	۱۱۶
	قرآن و حدیث کی گواہی کتاب مقدس کے باب میں		
۱۴	(۱) کتاب مقدس کلام مقدس ہی اور راہ خدا بتلاتی ہی کامل اور فضائل و کمالات میں جامع ہی	۱۱۶	۱۱۸
۱۵	(۲) مسلمانوں کو ساری کتاب پر ایمان لانا اور اہل کتاب کو اُسپر عمل کرنا فرض ہی بلکہ خود محمد کو اُسپر ایمان لانا اور اُسکی ہدایتوں کی پیروی کرنا چاہیے	۱۱۸	۱۲۳

خلاصہ مضمون خط

نیاز نامہ

یعنی ایک خط عام بنام برادران اہل اسلام

جسکو مولوی **صفدر علی** انسپکٹر مدارس ضلع جبلپور متوطن اکبرآباد و رئیس ہو کرنے

بجواب خطوط اپنے احباب و آشنایان ممالک مغربی و شمالی

و اودھ و پنجاب و ممالک متوسطہ کے لکھا

نارتھ انڈیا ٹراکٹ سوسایٹی کی امداد سے

الہ آباد

مشن پریس میں مطبوع ہوا

سنہ ۱۸۶۷ عیسوی

طبع اول ۲۰۰۰ جلد



مانگو تو تمھیں دیا جائیگا۔ ڈھونڈھو تو تم پاؤگے۔ کھٹکھٹاؤ تو تمھارے لیے کھولا جائیگا۔

کیونکہ جو مانگتا ھی لیتا ھی۔ اور جو ڈھونڈھتا ھی پاتا ھی۔ اور جو کھٹکھٹاتا ھی اُسکے واسطے کھولا جائیگا ۔ (وعدہ یقینی خداوند یسوع مسیح)

دیباچہ

بخدمت جناب مخدومان ومکرمان جملہ برادران اہل اسلام دام عنایتہم

احقر العباد فی البلاد نیازمند خفی وجلی صفدر علی بعد سلام اشتیاق القیام عرض پرداز ھی کہ ایک عرصہ سے اکثر احباب وآشنایان قریب وبعید حال تبدیل مذہب خیرخواہ استفسار کرتے اور اُن دلائل یقینیہ کو طلب فرماتے ہیں جنسے احقر کو ثبوت کامل پونہچا کہ فی الواقع دین محمدی من جانب اللہ نہیں اور نہ محمد رسول اللہ۔ بلکہ صرف مذہب مسیحی حق اور خدا کی طرف سے ھی اور محض ایمان خداوند یسوع مسیح پر جملہ بنی آدم کی نجات

منحصر هی اور فقط وہی شافع المذنبین هی اور بس ٭ ہر چند احقر سے بباعث قلت ذہنیت و شدت علالت اِس امر واجب العرض کے اظہار مین خیلے توقف ہوا اگر عالم مجبوری تھا اُمید کہ سب عنایت فرما معذور فرمائیں ٭

اب یہہ خیر خواہ اپنے تمام دوستون اور عنایت فرماؤن کی خدمت مین بہت سلام عرض کرتا اور مشکور و ممنون نوازش فرمائی ہوکر عرض پرداز هی کہ ای عزیز بھائیو الدنیا و ما فیہا ہمہ گذشتنی وگذاشتنی هی آخر خدا ہی کو مُنہ دکھانا هی اور ہر شخص کو اپنی نسبت بجناب الہی جواب دینا هی لہذا ہر فرد بشر پر فرض هی کہ اپنے خالق و رازق و مالک کی مرضی پہچانے اور اُسکے فرمودہ کو بدل و جان بجا لاوے کیونکہ جو شخص اُسکی مرضی بخوبی دریافت نکریگا یا جان بوجھہ کر اُسکے ارشاد کی بجا آوری مین کاہلی و سستی یا نافرمانی و سرتابی کریگا وہ بیشک اُس دائمی عذاب و عقوبت و قہر الہی مین گرفتار ہوگا جہاں سے خلاصی پانے کی پھر مطلق امید نہیں اور کوئی دکھہ اور مصیبت اُسکے برابر نہیں ۔ مگر جو اُسکی مرضی دریافت کرکے اُسکے حکم کو بجا لائیگا وہی بلا ریب خوشحالی غیر فانی مین ابد الآباد خرسند و ارجمند اور مقبول درگاہ الہی ہوگا ٭

بنا بر علیہ تمام انسانوں پر فرض عین هی کہ ایک ساعت فروگذاشت نہ کرین اور ایک لمحہ غافل نہوں ۔ تعصب و طرفداری و حجت و کج بحثی دور کرکے صاف دلی و انصاف قلبی و پاک مزاجی سے بہہ دل و جان متوجہ ہوکر تلاش و تحقیقات کرین اور

خدا سے مجیب الدعوات سے شبانہ روز بالحاح وزاری بکمال عجز و خاکساری دعای ہدایت راہ راست کریں کہ جو مذہب اُسکا دیا ہوا ہی اور جو کتاب اُسکی جانب سے ہی اور جو راہِ نجات آدم زاد کی اُسنے مقرر کی ہی اپنے فضل و کرم سے ظاہر کر دیوے — (کیونکہ جو ایسا نہین کرتا ہی اُسپر سچا دین اور خدا کی کتاب اور راہِ حق کا ظاہر ہونا نہایت دشوار ہی) ÷

پھر جو مذہب من جانب اللہ متیقن ہو اور جو کتاب کلام اللہ ثابت ہو اور جو راہ خدا کی فی الحقیقت معلوم ہو اُسکے قبول کرنے میں دیر نہ کرے بلکہ بطوع خاطر و رغبت دل مطیع و منقاد ہووے ÷

خدا ارحم الراحمین میرے سب مسلمان بھائیوں کو ایسی ہی توفیق دے — آمین

مگر اہل اسلام کو مذاہب بت پرستوں کی تحقیقات کی حاجت نہیں — اسواسطے کہ اُنکے قصص مذہبی اور طریق عبادت ہی شہادت کامل دیتے ہیں کہ وہ مذہب من جانب اللہ نہیں — خدا کی ذات و صفات اور اُسکے ارادہ کی نسبت ایسے نامناسب خیالات و توہمات بیان کیئے کہ آدمی کو بت پرستی و ناپاکی کی راہ دکھلاتے اور ہلاکت ابدی کی جانب لیجاتے ہیں — لہذا کسی مسلمان کو اُنکی تحقیقات ضرور نہیں ہی ÷

البتہ نہایت ضرور یہہ ہی کہ کما ینبغی تحقیقات کریں کہ آیا قرآن و حدیث جسکو اہل اسلام من جانب اللہ مانتے ہیں فی الواقع خدا کی طرف سے ہیں یا کتاب مقدس یعنی مجموعہ

توریت و انجیل و صحف انبیاے کرام جو مسیحیوں میں مروج هی اور جسکو وه من جانب الله
مانتے ہیں فی الحقیقت خدا کی طرف سے هی - پھر جو حق ٹھہرے اُسے قبول کرنا
واجب هی ÷

اب یہہ آپ کا خیرخواه جو محض آپکی بہبود آخرت کا بدل خواہاں هی باقتضاے
محبت و اخوت یہہ عریضہ لکھتا هی اور آینده بھی خداے تعالی کی مدد سے اراده تحریر
رکھتا هی - قبل از شروع مطلب چار امر عرض کرتا هی ÷

اول یہہ کہ سابق ازین اراده تھا کہ اکثر دلائل ایک هی خط میں لکھے - مگر اُس میں
چند قباحت تھیں اگر اختصار کیا جاتا مفید مطلب کم ہوتا اور اگر بقدر ما وجب لکھتا
اسکو ایک عرصه درکار هی دیر بر دیر ہوتی اور پڑھنے والوں کو بھی ملالت ہوتی
اسکے سواے خلط مبحث ایک کا دوسرے سے ہوتا - لہذا اس نیازنامہ
میں اول ایک هی امر اہم پیش کرتا ہوں کچھہ تفصیل دیکر تا کہ جب یہہ امر طی ہو جاوے
پھر دوسرا امر شروع ہو ÷

دوم اگر کوئی صاحب جواب تحریر فرمائیں یا کوئی امر دریافت کریں تو کوئی بات
خارج از مبحث ذکر نہ کریں بلکہ ایسی خاص اسی امر میں گفتگو کریں جب یہہ طی ہو چکے اُس وقت
دوسرے امر کا موقع و محل ہوگا ÷

سوم یہہ کہ یہہ عریضہ محض بنظر خیرخواہی و خیراندیشی آپ صاحبوں کے لکھتا ہوں

پس جو جو امر اسمیں مذکور ہیں یا آیندہ گذارش کیئے جاوینگے صرف بغرض
اظہار حال واقعی مذکور ہیں اور ہونگے - کوئی صاحب گران نہ سمجھیں اور ناخوش
ہنوں کہ احقر کی نیت ہرگز آپ صاحبوں کی رنجدہی نہیں ہی - مطلق محمول
بہ تشنیع وطعن نہوں - بلکہ صرف بیان نفس الامر ہی - اور حتی الوسع جملہ گذارش
بپاس آداب تحریر ہونگی ÷

چہارم یہہ کہ پہلے میں اُن براہین کو پیش کرنا شروع کرتا ہوں جنسے
ظاہر وہویدا ہی کہ قرآن وحدیث من جانب اللہ نہیں ہیں اسواسطے مذہب
محمدی حق نہیں ہی - جب یہہ بات طی ہوچکے گی اُس وقت تذکرہ قرآن
وحدیث نہ آویگا بلکہ صرف وہ دلائل عرض کیجاوینگی جنسے ثابت ومتحقق
ہی کہ مذہب مسیحی بلاریب من جانب اللہ ہی ÷

آمدم بر سر مطلب

واضح ہو کہ منجملہ اُن براہین کے جنسے یقین کامل ہوتا ہی کہ قرآن و
حدیث محمدیہ خدا کی طرف سے نہیں ہیں ایک یہہ ہی کہ (باوجودیکہ قرآن
واحادیث میں کتاب مقدس یعنی مجموعہ توریت وانجیل وصحف انبیاے کرام

کو سچا اور کلام اللہ بتلایا ھی اور جا بجا اوسکی اِس درجہ تصدیق کی ھی اور اِس
رتبہ اُسکے فضل و کمال و ہدایت و تعلیم و تکمیل کی تعریف و توصیف مرقوم کی ھی
جس سے زیادہ خیال میں نہیں آسکتی ھی - مگر باایںہمہ پھر وہی قرآن و احادیث
اُسی کتاب کے مخالف و مباین و معارض ہیں نہ صرف فروع اور بالائی امور ل
میں بلکہ خاص مطالب و عمدہ مقاصد اصول ایمانیہ و ارکان دین میں بھی
بکثرت تمام - لہذا ناممکن ھی کہ قرآن و حدیث مِن جانب اللہ ہوں +

کچھ حاجت نہیں کہ میں اُن آیات قرآنی کو اِس جگہہ نقل کروں جنمیں صاف
صاف اقرار کیا ھی اور علانیہ شہادت دی ھی کہ کتاب مقدس تام و کمال کلام اللہ
ھی اور ہدایت و رہنمائی راہ خدا میں کامل اور پوری ھی - کیونکہ اہل اسلام کا ہر فرقہ
اسکا مقر ھی اور سب مسلمان جانتے اور مانتے ہیں +

پس جبکہ بموجب تصدیق قرآن کے کتاب مقدس کلام اللہ ھی اور فرض کرو
کہ قرآن و حدیث بھی منجانب اللہ ہیں تو اِس حالت میں نہایت ضرور و لابد تھا کہ قرآن
و حدیث کتاب مقدس کے ساتھہ موافق و مطابق ہوتے - مگر موافق کہاں
وہ دونوں تو اصول ایمانیہ و ارکان دین و تعلیمات و ہدایات و قصص و اخبار سب میں
کتاب موصوف کی مخالف و مباین و معارض و مناقض ہیں بشدت و کثرت
تمام - اور ظاہر ھی کہ خدا تعالی عالم الغیب و غیر متغیر و صادق ھی - لہذا انجو نبی

تمام ظاہر بلکہ اظہر ہی کہ بلا شبہہ قرآن و حدیث منجانب اللہ نہیں ہو سکتے ہین ؎

بعض احباب نے دریافت فرمایا ہی کہ قرآن و حدیث کس کس امر مین مخالف و مباین کتاب مقدس کے ہیں ؎

ہر چند اس بیان کو ایک بڑا رسالہ درکار ہی اور جو شخص قرآن و حدیث کا کتاب مقدس کے ساتھہ مقابلہ کرے وہ فی الفور یقین کریگا کہ بلا شبہہ اگر کتاب مقدس خداے حی القیوم کا کلام ہی تو بلا ریب قرآن و حدیث اوسکی طرف سے نہیں ہو سکتے ہیں ۔ ادنی گنجایش تاویلات بعیدہ کی بھی نہیں ہی جسکے ذریعہ سے انمیں موافقت و مطابقت متصور ہو ؎

لیکن تاہم حسب فرمایش اون احباب کے بقدر ضرورت چند مخالفت عرض کیجاتی ہین ۔ ناظرین نیاز نامہ ہذا کی خدمت میں التماس ہی کہ ان بیانات کو بغور ملاحظہ فرماکر انصاف کریں ؎

پہلا اختلاف ۔ کتاب مقدس میں توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کی تعلیم صاف صاف پائی جاتی ہی ۔ یعنی اگرچہ یہہ بات بلا شبہہ مذکور ہی کہ خدا واحد ہی تاہم اوسکی ذات واحد میں تین اقنوم ہونے کی تلقین بھی واضح و لائح ہی یعنی آب و ابن و روح القدس ان تینوں اقانیم میں سے ہر ایک خدا ہی تاہم تین خدا نہیں بلکہ خداے واحد لا شریک ہی ؎

کتاب مقدس کے مطالب و مضامین وغیرہ جو خلاف قرآن و حدیث ہیں دکھلائے ہیں

اگر کوئی کہے کہ یہہ بات مطلق میرے فہم میں نہیں آتی ہی تو اس باب میں اِسیقدر عرض کافی ہی کہ سچ ہی بمقام تعجب نہیں ÷

ذاتِ الٰہی تو بلا شبہہ ہماری عقل و فہم سے بیرون اور قیاس و وہم سے افزون ہی لہذا اُسکی ماہیت کے اسرار اور اُسکی ذات کے رازوں کو کسطرح عقل سے جان سکتے ہیں ÷

اگر کتاب مقدس خدا تعالیٰ کا برحق کلام نہوتا تو صرف مسئلۂ تثلیث کیا بلکہ اُسکی جملہ تعلیمات قابل اعتماد و اعتقاد نہوتیں ۔ مگر درحالیکہ وہ فی الواقع و فی الحقیقت خدائے حی القیوم کا برحق کلام ہی جسکے ثبوت کامل ہیں پس اِس حالت میں کون جرأت کرکے کہہ سکتا ہی کہ میں نے خدا تعالیٰ کی ذات کو بالکل دریافت کرلیا اور اُسکی ماہیت معلوم کرلی اور اُسکی تہہ پانی اور میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اُسکی ذات میں تین اقانیم ممکن نہیں ہیں ÷

حاشا و کلا ۔ عقل محدود و قاصر میں یہہ تاب و توان کہاں کہ ذاتِ مطلق و غیب و بے منتہا کے ادراک کا دعویٰ کرے یا اُسکی ماہیت کے اسرار کو بیان و عیاں کرسکے کہ میں نے ماہیت ذاتِ الٰہی دریافت کرلی اور مجھے معلوم ہوگیا کہ ناممکن ہی کہ ذاتِ الٰہی ایسی عجیب و غریب و لاامثال و لانظیر ہو کہ باوجود اقانیم ثلٰثہ کے وہ واحد رہے ÷

ہرگز ہرگز نہیں۔ عقل عاجز و قاصر صاف صاف شہادت اپنی نارسائی کی اُس مقام سے دیتی ہی اور ادراکِ ذات و اسرار ماہیت سے انکار بحت کرتی ہی ۔ مصرع

کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمارا ۔

للہ در من قال

خدایا منزہ ز اوہام خلق | تو خلاق ارواح و اجسام خلق
چو ادراکِ صنعت ندانیم ما | کجا درک ذاتت توانیم ما
خیال و گماں فہم و وہم و قیاس | چو نتواں بر دپی بدرک حواس
جہاں آفریں را چہ داند کہ چیست | شناسای کنہِ جلالِ تو کیست

الغرض مسئلہ تثلیث جو اسرار ماہیتِ ذاتِ مغیب و مستتر خدائے ذوالجلال سے ہی دلائل عقلی سے اُسکا ثبوت و بطلان دونوں ناممکن ہیں بلکہ محض کلام اللہ سے ثابت و متحقق ہی جسکا من جانب اللہ ہونا دلائل یقینیہ سے ثابت ہی ۔ پس کلام اللہ کے روبرو کسی دلیل کی حاجت نہیں اور کسی برہان کو اسکے روبرو رتبہ نہیں ۔

مگر اس بات کو فراموش نکرنا چاہیئے کہ ابھی یہہ گفتگو نہیں ہی کہ آیا تعلیم تثلیث درست ہی یا نہیں بلکہ اس وقت صرف یہہ دکھایا جاتا ہی کہ یہہ تعلیم کتاب مقدس میں صاف و صریح موجود ہی جسکو قرآن و حدیث بار بار بتلاتے اور تصدیق کرتے ہیں کہ کلام اللہ ہی ۔

لیکن افسوس یہہ ھی کہ باوجود اِس تصدیق کے پھر اُسی کتاب کی ایسی اوّل اور خاص تعلیم کو جھٹلایا چاہتے ہیں تو اِس طرح سے آپ ہی اپنے کو رد کرتے ہیں + جب یہہ بات انصافِ دلی سے ثابت ہو چکے اُس وقت اِس امر کے دریافت کرنے کا موقع و محل ہو سکتا ھی کہ جس کتاب میں تثلیث کی تعلیم ھی وہ کلام اللہ ہو سکتی ھی یا نہیں +

۲
دوسرا اختلاف - کتاب مقدّس سے خداوند یسوع مسیح کی الوہیت و ابنیت صاف صاف نصوص صریحہ سے ثابت ھی - یعنے ہر چند لکھا ھی کہ اُسنے جب نجاتِ آدم زاد کے واسطے جامۂ انسانی کو مشرف فرمایا تب سوائے گناہ کے جس سے وہ بالکل منزہ و مبرا تھا باقی جملہ لوازمِ انسانیت و ذات انسانی اختیار فرمائی یہہ بھی قدرتِ الٰہی کا عجیب و غریب راز ھی جسکے فہم و ادراک میں عقل حیران و سرگرداں ھی +

اور خداوند مسیح کی ابنیت سے مراد انسانی اور نفسانی طور کا تولّد و رشتہ نہیں ھی جسکو مسلمان لوگ ناحق اپنے دل میں گمان کرکے مسیحیوں پر کفر کی تہمت لگاتے ہیں - بلکہ بموجب تعلیمات و مطالب کتابِ مقدس ابنیت سے مراد وہ روحانی علاقہ اتحاد و یکتائی ھی جو الوہیت میں اقنوم ثانی اقنوم اوّل سے رکھتا ھی وہ ربانی و روحانی اور ابدی و ازلی علاقہ جو ہمارے فہم و خیال سے برتر ھی - نہ کوئی

اُسکا بیان کر سکتا ہی نہ ہم اُسکی مثال بتا سکتے ہیں اور نہ ہم انسانوں کی زبان کے الفاظ اُس رازِ الٰہی کے ظاہر کرنے میں قدرت رکھتے ہیں ٭

الغرض یہہ تعلیم کتاب مقدس میں صاف صریح ہی ــ مگر قرآن و حدیث گویا اِسی بات کے درپے ہیں کہ اِس تعلیم کو جڑ سے اُکھاڑیں ــ اور ہماری دانست میں اگر دوسری وجہ نہوتی تو یہی ایک امر اتنا بڑا تھا کہ قرآن و حدیث کے من جانب اللہ ہونے کے دعوے کو بالکل رد کر سکتا ہی ٭

کیونکہ جیسا میں نے آگے کہا ایسا ہی پھر کہتا ہوں کہ ابھی یہہ دریافت کرنا منظور نہیں کہ آیا یہہ تعلیم درست ہی یا نادرست پر اگر قرآن کی تصدیق کے بموجب کتاب مقدس خدا کے اصدق الصادقین کا برحق کلام ہی اور وہ صاف سکھاتا ہی کہ خداوند مسیح اللہ ہی اور اگرچہ اُسنے انسان کی نجات کے واسطے انسانیت کا جامہ پہن لیا اور اُس جامہ کے ساتھ انسان کے سب کام سوا گناہ کے کیئے تو پھر یہہ کہنا بڑی بے ایمانی اور کفر کی بات ہی کہ وہ اللہ نہیں بلکہ صرف بشر اور مخلوق ہی ٭

۳

تیسرا اختلاف ــ توریت اور انجیل اور صحف انبیاے کرام ہم آواز ہو کر پکارتے ہیں اور صاف صاف شہادت دیتے کہ خدا نے گنہگاروں کی نجات کے واسطے صرف ایک ہی راہ ٹھہرائی ــ اِس بات میں کتاب مقدس کی یہہ مراد معلوم ہوتی ہی کہ اگرچہ خداے تعالی رحمت و محبت سے معمور ہی تاہم اُسکی پاک و نیک نظر میں گناہ

معصیت نہایت بری اور مکروہ چیز ھی - اُسکی پاک نظر اور گناہ دین میں ایسا اختلاف ھی جیسا نور اور تاریکی میں - پس اگر وہ اپنی محض رحمت سے گنہگار کو بخشدے تو اُسکی قدوسیت اور عدالت کے خلاف ھی - اور گنہگاروں میں یہہ تاب و توان نہیں کہ وہ اپنے اعمال سے اپنے گناہوں کا کفارہ کر سکیں - اِسکے دو باعث ہیں - اول یہہ کہ جتنے اعمال نیک انسان کر سکتا ھی سبکی تعمیل اُسپر فرض ھی ایک متنفس اپنے فرائض واجب الادا سے زائد خداوند کی خدمت بجا نہیں لا سکتا ھی - پس جبکہ جملہ اعمال صالح جو انسان کر سکتا ھی اُسکی فرض واجب الادا میں داخل ہیں تو بھلا اپنے بے شمار گناہوں کے عوض میں کیا دیسکتا ھی - دوسرا سبب یہہ کہ آدمی ہرگز ایسے کامل بے نقص اعمال نہیں کرتا ھی کہ خیر محض ہوں جنکو اگر خدا تعالی اپنی پاک نظر اور کامل عدالت سے ملاحظہ کرے تو پسندیدہ ہوں اور بے عیب نکلیں - بلکہ سچ تو یہہ ھی کہ اُس قدوس سبحان کی عدالت کاملہ میں آدمی اپنے نیک اعمال کے سبب بھی قصوروار اور سزاوار ھی کہ وہ بھی پُر از معصیت اور گناہ آمیز ہوتے ہیں -

اِن دونوں امروں پر بخوبی غور ہو کہ فی الواقع انصاف ولی آدمی کو بار بار اِن دونوں امروں کو بتلاتا اور جتلاتا ھی ✠

لہذا ایسے اعمال کے ذریعہ گناہ کا کفارہ تو کیا دیسکتا ھی وہ اعمال خود جنکو لوگ غفلت میں اکثر صالح جانا کرتے ہیں نافرمانی و گناہ سے بھرے اور بدی ست لدے ہوتے ہیں ✠

آہ تو گنہگار کی رہائی پانے اور خلاصی حاصل کرنے کی کونسی راہ ہی جس سے خداے تعالی کی بے حد رحمت اور کامل عدالت دونوں کی دونوں جلال پاویں کوئی بھی ناقص اور ناکامل نہو ۔

خداے ذوالجلال کی نظر مبارک میں صرف ایک ہی راہ ٹھہری ہی وہ یہہ ہی کہ جیسا کلام مقدس میں ارشاد ہوا کہ (خدا نے جہان کو ایسا پیار کیا کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو بخش دیا کہ جو کوئی اُسپر ایمان لاوے ہلاک نہووے بلکہ ہمیشہ کی زندگی پاوے) جسکا مطلب کتاب مقدس کے اور سب مقاموں کے ملانے سے یہہ معلوم ہوتا ہی کہ خدا کا ازلی و ابدی بیٹا انسان کی نجات کے لیئے اِس جہان میں آیا اور اپنے انسانیت کے جامہ کو اختیار کرکے خادم کی صورت پکڑی اور وہ سب خدمت جو انسان کو کرنی تھیں مگر اُس سے نہوئیں اُنکا ضامن اور عوضی ہوکر اُسکے بدلے اُسنے کامل اور پوری کیں تا کہ جو کوئی اپنے ناقص اعمال کا بھروسا چھوڑکر اُسپر ایمان لاوے اُسکو وہ اپنی راستبازی لاانتہا سے عنایت فرماکر راستباز ٹھہراوے اور اُسنے انسان کے گناہوں کے عوض انواع واقسام کے تقصیریں اور تکلیفیں اُٹھاکر مظلوم ہوکر صلیب پر اپنی جان کو کفارہ میں دیا ۔ تاکہ آدمیوں کے بدلے اُنکے گناہوں کی سزا آپ اُٹھاکے خدا کی عدالت کو پورا کرے اور گنہگار کو سزاے ابدی سے رہائی بخشے ۔ اور آپ خداوند فرماتا ہی جو کوئی گنہگار سچی توبہ کرکے

مسیح پر ایمان بیر یا لاویگا اُسکو مین مسیح کی راستبازی سے مفت راستباز ٹھہراؤنگا اور اُسکے تصدیعہ اُٹھانے کے باعث اُسکے گناہ معاف کرونگا ÷

اِس طرح خداے تعالی نے مفت انسان کی نجات فرماکر اپنی بےحد رحمت اور محبت کو اور اپنی کامل پاکی اور عدالت کو بزرگی بخشی - کیونکہ اِس سے زیادہ کیا محبت ہوسکتی ہی کہ انسان کی نجات کے واسطے اپنے عزیز اور یکتا بیٹے کو بخشش دینا اور اِس سے بڑی رحمت کیا متصور ہی کہ گنہگار کو مفت نجات ابدی مرحمت کرنا اور اِس سے زیادہ خدا کی عدالت کا ظہور کس بات میں ہوسکتا ہی کہ خدا کا ازلی و ابدی بیٹا آکر گنہگاروں کے بدلے تصدیعہ اُٹھاوے - ہاں اگر ہر ایک گنہگار ابدالآباد جہنم میں سزا پاتا جیسا کہ مستحق تھا تو بھی خداے تعالی کی عدالت اور نصفت کی کاملیت ایسی ظہور میں نہ آتی ÷

ای گنہگارو اِس بات کو اپنے دل میں سوچو اور اپنی جانوں پر رحم کر کے خداے تعالی کی اِس بڑی نجات کو مفت لو اور یقین جانو کہ تم اپنے اعمال ناقصہ سے جنھیں کبھی غفلت میں آکر ضایع جانتے ہو ہرگز ہرگز اپنے کو نہ بچا سکوگے - اور گنہگار کا بچنا اور خدا کی عدالت کا کامل ہونا ایسا آسان نہیں کہ کوئی مخلوق چاہے ہین ہوں یا فرشتہ تمھیں بچا سکے ÷

پر اوپر جو مذکور ہوا کہ خدا گنہگاروں کو مسیح پر ایمان لانے سے مفت نجات دیتا ہی

کیونکہ مسیح نے آپ گنہگاروں کی سزا کو اٹھا لیا۔ اسکو سُنکر کتنے لوگ نادانی سے یہہ کہتے
ہیں کہ اب تو مسیح پر ایمان لاکر آدمی چاہے جس قدر گناہ کیا کرے تو بھی نجات ہوگی
ضرور ہی÷

مگر یہہ امر باطل ہی اور خیال خام۔ کیونکہ جب خدا تعالی نے سچی توبہ اور سچا
ایمان کو شرط ٹھہرایا تو کیونکر ممکن ہی کہ کوئی جان بوجھکر گناہ کرے اور بدل وجان
خدائی مرضی پر چلنے کی کوشش نہ کرے۔ کیونکہ اگرچہ ایمان دار کے نیک اعمال
اُسکی نجات کے باعث نہیں ٹھہر سکتے ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا تو بھی اُسکا گناہ سے
باز رہنا اور خدا تعالی کی مرضی پر چلنے کے لیئے بدل وجان کوشش کرنا اُسکے
ایمان کی سچائی کا نشان ہی۔ پر جو ایسا نہیں کرتا ہی اُسکے حق میں کتاب مقدس کا
صاف صاف فرمودہ ہی کہ اُسکا ایمان مردہ یعنے باطل ہی÷

پس کتاب مقدس میں یہی ایک راہ گنہگاروں کی نجات کے لیئے ظاہر
کی ہی۔ ہاں توریت اور تمام انبیاؤں کی کتاب اسی پر گواہی دیتی ہیں۔
صاف لکھا ہی کہ توریت میں جانوروں کی قربانی چڑھانے وغیرہ جتنی رسوم تھیں وہ
سب اُسی بڑی قربانی یعنے خداوند مسیح کی قربانی اور اُسکی متعلق باتوں کے نشان تھے
اور پیغمبری کے طور پر اُسپر گواہی دیتے پس کلام اللہ کے سب صحیفوں سے ثابت
ہوتا ہی کہ شروع سے خدا تعالی نے یہی راہ ٹھہرائی اور آخر تک یہی قائم رہیگی÷

مگر قرآن و حدیث اسکو رد کرکے دوسری کئی طرح بطرح کی راہ نجات ثابت کرنا
چاہتے ہیں — لیکن کیا ممکن ہی کہ خدا کا ابدی و ازلی بیٹا انسان کو نجات بخشنے
کے واسطے آکر آپ اُسکے واسطے دُکھ اور تصدیعہ پاکر اُسکے لیئے کامل نجات کو طیار کرے
اور بعد اُسکے کوئی گنہگار بشر آکر اُس بات کو اُٹھا دے اور کوئی دوسری راہ اپنی
عقل ناقص سے ٹھہرا دے — کیا ممکن ہی کہ خدا کی ہوئی بات ایسی ناکامل ٹھہرے
کہ کوئی انسان اُس سے افضل راہ مقرر کرے — کیا ہو سکتا ہی کہ خدا کے
نزدیک ایک وقت تو اپنی عدالت کا کامل کرنا اور اپنی قدوسیت و پاکیزگی کی بزرگی
و عظمت و جلال ظاہر کرنا اس قدر ضرور معلوم ہو کہ سوا اُسکے کہ وہ اپنے
عزیز و ہمتا بیٹے کو گنہگاروں کا ضامن ٹھہرا دے اور وہ اُنکے گناہوں کی سزا
آپ اُٹھا دے اور کوئی صورت گنہگاروں کے بچنے کی نہ ٹھہرا دے اور دوسرے
وقت وہی قدوس و عادل خدا اپنی عدالت کا پورا کرنا ایسا بے فائدہ و فضول
جانے اور اپنے بیٹے کا قربان ہونا ایسا ناحق سمجھے کہ وہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کو
جنہیں قرآن و حدیث بتلاتے ہیں گنہگاروں کی بخشایش کے واسطے کافی سمجھے
— کیا ممکن ہی کہ جب خدا نے ایسا کہا ہو کہ دنیا کے شروع سے بلکہ اُسکے پیشتر
یعنے ازل سے ایک ہی راہ میں نے گنہگاروں کی نجات کے لیئے مقرر کی
ہی اور آخر تک یہی ہوگی اور اُسی راہ کے ظاہر کرنے اور بتلانے کے واسطے

آدمي کے دلوں اور عقلوں کو طيار کرنے کو شروعِ آفرينش سے انبيا اور مرسلين کو متواتر بھيجے اور بڑے بڑے انتظام وبندوبست فرماوے جيسا کہ کتاب مقدس سے ظاہر ہے اور پھر وہي اپني بات کو جھوٹھا کر دے اور اپنے سارے کيئے کرائے بندوبست کو باطل اور ناحق اور لغو سمجھے اور يکايک ايک نئي راہ نجات کي مقرر کرے +

ميں برائے مزيد احتياط پھر عرض کرتا ہوں جيسا کہ سابق ازيں کہا کہ ابھي يہہ گفتگو نہيں ہے کہ آيا وہ سبيلِ نجات جو کتاب مقدس ميں مذکور ہے اور خلاصہ اُسکا اوپر عرض کيا گيا درست ہے يا نادرست — خواہ آپ اِسکو درست جانيں خواہ نادرست خيال کريں مگر جس کتاب کو قرآن وحديث خدائے حي القيوم کا برحق کلام بتلاتے ہيں اُسميں اول سے آخر تک اُسي راہ کو ٹھہرايا ہے اور اُسي کتاب ميں صاف صاف کہا ہے کہ صرف يہي راہ نجات کي ہے اور يہي آخر تک رہيگي اور کوئي دوسرا راستہ نہيں ہے جس سے بني آدم نجات پاويں +

مگر قرآن وحديث اُس راہ کا کچھ ذکر نہيں کرتے ہيں بلکہ اُسکو رد کرتے ہيں اور دوسري انوکھي راہيں ٹھہرانا چاہتے ہيں اِس طرح سے اُسي کتاب کي بباطن تکذيب کرتے ہيں جسکي بظاہر تصديق کي ہے — لہذا ايسا کرنے سے حقيقت ميں آپ ہي رد ہو جاتے ہيں +

چوتھا اختلاف — ہر ايک فہميدہ و منصف مزاج شخص جان سکتا ہے اور غور کرنے سے

تسلیم کریگا کہ اخلاقی شریعت اور رسمی حکموں میں سے شریعت اخلاقی اصل اور افضل هی — کیونکہ اوّل یہہ امر قابل دریافت هی کہ خداے تعالی جو انسانوں کو شریعت اور احکام دیتا هی یعنے بعضے کاموں کے کرنے اور بعضوں کے نہ کرنے کا حکم فرماتا هی اسکا سبب کیا هی ✣

پس یہہ تو ہرگز نہیں ہوسکتا هی کہ اُسکو ہمارے کسی کام کرنے یا نہ کرنے سے کچھہ فائدہ هی یا نقصان — اور نہ ایسا تصور ہوسکتا هی کہ وہ عبث بعضے کاموں کے کرنے اور بعضوں کے نہ کرنے کا حکم دیکر گویا ناحق انسانوں کو تنگ کرنے اور اُن پر بوجھہ رکھنے میں خوش ہوتا هی — یا گویا اُنکو حکم عدولی کرنے پر سزا دینے اور دوزخ میں ڈالنے کے لیئے ایک بہانہ ٹھہراکر خوش هی نعوذ باللہ منہا ✣

ضرور سبب اسکا یہی هی کہ خداے تعالی جل شانہ اپنی ذات سے پاک و نیک اور صادق و عادل هی اس واسطے ضرور اُسکو آدمیوں کا بھی پاک و نیک ہونا پسند هی اور بد و ناپاک ہونا ناپسند اور مکروہ — کیونکہ ناپاکی اور بدی کو پسند کرنا پاک ذاتی اور نیک صفاتی کے برخلاف هی — لہذا یہہ محض خداے تعالی کی ذاتی نیکی اور پاکی کا اقتضا هی کہ وہ اپنی تمیزدار مخلوقات میں بھی نیکی و پاکی چاہتا هی — کیونکہ اگر ایسا نہو تو وہ خود نیک و پاک متصور نہیں ہوسکتا هی ✣

اور یہہ کہ اُسکی ذاتی عدالت و نصفت کا اقتضا هی کہ وہ نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا

دیتا ھی - کیونکہ عدالت کے یہی معنی ہیں - اور اگر ایسا نہ مانیں تو پھر خدا تعالی پر
غیر عادل ہونے کی تہمت ھی ✤

اِس سے یہہ نتیجہ نکلتا ھی کہ نیک اعمال اِس لیئے نیک نہیں ہیں کہ خدا تعالی
کی کتاب میں اُنکے کرنے کو حکم فرمایا اور نیک بیان کیا ھی - علی ہذا القیاس بد
اعمال بھی اِس واسطے بد نہیں ہیں کہ کلام اللہ میں اُنکو بد بتلایا ھی اور اُنکے کرنے
کو منع کیا ھی - کیونکہ اگر کلام الٰہی میں مذکور ہونے اور نیک یا بد ٹھہرا دینے سے
بعضے کام نیک اور بعضے بد شمار ہوئے تو لازم آتا ھی کہ وہ کام قبل مذکور ہونے
اور ٹھہرائے جانے کے نہ نیک تھے نہ بد - پس اس سے یہہ بھی معلوم ہوا
کہ وہ خدا تعالی کے نزدیک نہ پسند تھے نہ ناپسند ✤

بھلا پھر اُنکو خواہ مخواہ نیک و بد قرار دینا اور اُنکے امر و نہی کر کے آدمیوں کو اُنکی
نسبت کرنے یا نہ کرنے کا حکم دینا خدا کی ذاتی نیکی و پاکی اور عدالت کے تقاضے
کے باعث تو نہ ٹھہرا بلکہ بلا سبب و بے وجہ آدمیوں کے سر پر بوجھ رکھنا اور
اُنکو تنگ کرنا ٹھہرا ✤

علاوہ بریں بالفرض اگر کوئی کام از خود نہ نیک ھی نہ بد تو خدا تعالی کی ذات
کے نیک و پاک ہونے کے کیا معنی ہونگے - کیونکہ نیک و پاک تو وہ ھی جو نیکی
سے معمور اور بدی سے مبرا و منزہ ہو - پس اگر کوئی کام نہ از خود نیک ھی اور نہ بد

بلکہ سب برابر ہیں تو نیکی و پاکی کے الفاظ بے معنی و مہمل ہیں — لہذا ضرور اول کسی
چیز کو نیک یا بد ماننا ضرور ہی اُس وقت کسی کو نیک یا بد کہہ سکتے ہیں ÷

بناءً علیہ عرض ہی کہ بعضے اعمال خود بذاتہ نیک و خوب ہیں جن سے خدائے تعالی
معمور ہی اور بعضے از خود بد اور نفرتی ہیں جن سے وہ منزہ و مبرا ہی — اسی واسطے
وہ پاک و نیک اور تمام ستایش و تعریف کے لائق اور کمال محبت کے سزاوار ہی آمین ÷

اور وہ قدوس سبحان اپنی اس ذاتی پاکی و نیکی و خوبی کے اقتضا سے اپنی تمیزدار
مخلوقوں کو اُن اعمال و افعال کے کرنے کا حکم دیتا ہی جو بذاتہ نیک ہیں اور اون سے
منع کرتا ہی جو از خود بد اور نفرتی ہیں — پس ایسے احکام کو ہم شریعت اخلاقی اور احکام
باطنی اور اصل شریعت کہتے ہیں ÷

مگر رسمی شریعت وہ ہی جو کتنے ہی کاموں کے کرنے کا حکم دیتی ہی اور کتنے ہی
کاموں کو منع کرتی ہی مگر وہ کام نہ از خود نیک ہیں نہ بد بلکہ محض حکم الٰہی کے باعث اُنکی
حلت یا حرمت معین ہوئی ÷

لیکن بخوبی یاد رہے کہ رسمی شریعت بھی خدائے تعالی بے فائدہ اور فضول اور بیہودہ
پر محض ظلم کرنے کو نہیں دیتا ہی — ضرور کسی خاص مطلب اور فائدہ کے واسطے
مقرر ہوتی ہی جیسا کہ آیندہ اسکا بیان کیا جائیگا — لیکن ابھی مدعا میرا یہ ہی کہ رسمی شریعت
مثل اخلاقی شریعت کے اصل اور اول نہیں اور نہ خدائے تعالی کی پاک و نیک ذات کا

عکس ہی اور نہ اُسکی ذاتی پاکی و نیکی کے اقتضا کے پورا کرنے کے لیئے ضرور ہی اور نہ
اِنسان کی کاملیت کا نشان ٹھہر سکتی ہی ✣

اب کہنا یہہ کہ آیا وہ اعمال و افعال کون سے ہیں جو بذاتہ نیک یا بد ہیں اور اخلاقی
شریعت کے مطلب و مقصد ہیں - اور وہ کون سے کام ہیں کہ اگرچہ خدائے تعالی
نے اُنکی حلت و حرمت بیان کی ہی مگر وہ خود بذاتہ نیک ہیں نہ بد بلکہ محض حکم
الٰہی ہونے کے باعث وہ نیک یا بد قرار دیئے گئے اور اسیواسطے رسمی
شریعت کے مطلب ہیں ✣

پس واضح ہو کہ اسکا دریافت کرنا منصف مزاج اور حق جو شخص کو آسان ہی
اگرچہ کجفہمی اور کج بحث کی تسکین مشکل ہو ✣

کہ اخلاقی شریعت کے مقاصد کی مثال جیسا کہ خدائے تعالی خالق و رازق
و مالک برحق کی عبادت اور اُسکے ساتھہ ساری اپنی دل و جان و عقل و طاقت سے
محبت رکھنا - اُسکی تعظیم و تکریم کرنا - اُسکا شکر گذار و ثنا خواں رہنا - علی ہذا القیاس
تمام انسانوں سے بدل محبت رکھنا - محتاجوں بیواؤں یتیموں بیکسوں غریبوں
بیماروں اور مصیبت زدوں کی بمقدور خبر گیری اور مدد کرنا - سچ بولنا - دیانت
و امانت کے ساتھہ کام کرنا - والدین اور بڑوں کا ادب کرنا وغیرہ - یہہ سب
بذاتہ نیک ہیں ✣

اور خدا کا خوف نہ رکھنا۔ اُسکی ناشکری۔ اُسکی عبادت نہ کرنا۔ جھوٹھ بولنا۔ قتل۔ چوری۔ فریب۔ زنا۔ بدمستی۔ والدین کی نافرمانی وغیرہ۔ یہہ بذاتہ بداعمال ہیں ✣

اگر کوئی پوچھے کہ اُنکے بد و نیک ہونے کی کیا دلیل ہے۔ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اسکی دلیل اور شہادت تیرے دل میں موجود ہے اُس سے پوچھہ وہ آپ گواہی دیگا ✣

اور یاد رہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ اگر ان اعمال کو بذاتہ نیک یا بد نہ مانو اور یہہ تسلیم نہ کرو کہ ان اعمال سے خدا راضی ہوتا ہے اور اُن میں سے جو لائق رتبہٴ خدائی ہیں اُن سے وہ خود معمور ہے اور تمام بداعمال سے وہ منزہ و مبرّا ہے اور اُن سے نفرت و عداوت رکھتا ہے تو پھر خدا کی پاکی اور نیکی کا کیا مدعا ہوگا ✣

اب باقی رہے وہ افعال جو از خود نہ بُرے ہیں نہ بھلے مگر حکم الٰہی ہونیکے باعث ویسے ہو گئے اُنکی نظیر یہہ ہے مثلاً شریعت موسویہ میں بعض جانوروں کا کھانا حلال تھا اور بعضوں کا حرام۔ علیٰ ہذا القیاس کئی چیزیں پاک بتلائیں جنکے چھونے یا استعمال سے آدمی پاک ٹھہرایا جاتا تھا اور کئی چیزیں ناپاک قرار دی گئیں جنکے چھونے یا استعمال سے آدمی ناپاک گنا جاتا تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ وہ جانور اور چیزیں نہ از خود پاک ہیں نہ ناپاک بلکہ محض حکم شریعت سے ویسی ہو گئیں ✣

اگر کوئی اسکی دلیل پوچھے تو نہایت واضح ھی کہ سب جانور اور تمام اشیاے موجودات و مخلوقات خداے قدوس کی آفریدہ ہیں اور خداے سبحان ناپاک کا بانی اور پیدا کرنے والا نہیں ہو سکتا ھی - کیونکہ ناپاک چیز تو اُسکی پاک ذات کے برخلاف ھی - پس جبکہ اِن جانوروں اور چیزوں کو اُوس نے خود پیدا کیا ھی تو یہی دلیل کافی و شافی ھی کہ وہ جانور اور چیزیں اُسکی ذات کے برخلاف نہیں ہیں اِس واسطے ناپاک بھی نہیں ہیں ⁂

لہذا ثابت ہوا کہ اگر شریعت موسویہ میں بعض جانوروں یا چیزوں کو ناپاک قرار دیا تو اِس باعث سے نہیں کہ وہ بذاتہٖ ناپاک ہیں اور خداے تعالی کی پاک ذات کے برخلاف ہیں اور گویا باقتضاے پاکی ذات کے خداے تعالی نے اُنکے کھانے یا چھونے وغیرہ کو منع کیا تھا (جو اخلاقی شریعت کا نشان ھی) بلکہ اُن جانوروں اور چیزوں سے منع کرنے کا کچھہ اور ہی خاص مدعا اور مطلب تھا - جیسے دیکھیے کہ دال بھات یا روٹی وغیرہ آدمی کی خوراک ھی اور وہ از خود اچھی ھی اُسکا کھانا روا ھی مگر جب حکیم کسی مریض کو اُسکا کھانا منع کرتا ھی تو اِس باعث سے نہیں کہ گویا وہ بذاتہٖ بُری اور خراب ھی اور کھانے کی چیز نہیں ھی - بلکہ کسی خاص مصلحت اور غرض سے - اور جب وہ غرض پوری ہو جاتی ھی تو پھر اجازت اکل دیتا ھی ⁂

اِسی طور شریعت موسویہ میں بعضی چیزوں کا پاک اور بعضی کا ناپاک مقرر کرنا

اسی قبیل سے تھا - اُسکا مدعا ہرگز ہرگز یہہ نہ تھا کہ وہ چیزیں بذاتہ پاک یا ناپاک ہیں - بھلا کوئی چیز از خود ناپاک ہو سکتی ہی - تمام اشیا انھیں عناصر سے مرکب ہیں اور عناصر خداے تعالی کے بنائے ہوئے ہیں - اور وہ اشیاے ممنوعہ عناصر سے مرکب ہوئیں تو اپنے ارادہ یا اختیار سے نہیں بلکہ اسباب و عادات خلقت سے بنی ہیں - اور سبب حقیقی اور عادت کا مقرر کرنے والا خدا ہی اور اُن اسباب کا دور کرنا یا عادت کا بدل ڈالنا کسی مخلوق کی قدرت اور اختیار میں نہیں ہی +

لهذا جو خداے تعالی نے بنایا ہی اور پیدا کیا ہو وہ بذاتہ ناپاک نہیں ہو سکتا ہی مگر حقیقی ناپاکی یعنے وہ نجاست جس سے انسان خداے پاک کے روبرو گنہگار اور ناپاک ٹھہرتا ہو وہ ہی جسے کوئی مخلوق اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہی - مگر جو چیز خداے تعالی کی پیدا کی ہوئی ہی اور اسباب و عادات عالم سے بنتی ہی اگر وہ ناپاک تصور کیجاوے تو معاذ اللہ خدا ہی کو ناپاکی کا بانی ماننا پڑتا ہی +

لهذا ثابت ہوا کہ خداے تعالی کی نظر مین کوئی جانور یا دوسری چیز جو مخلوقات کے اسباب و عادات سے پیدا ہوتی ہم ناپاک نہیں ہی +

اور یہہ بھی کہ ماکولات و مشروبات وغیرہ کسی چیز کے استعمال سے دلی ناپاکی

اور حقیقی طہارت بھی حاصل نہیں ہو سکتی ہی ۔ بلا شبہہ صاف ستھری چیزیں کھانا پینا وغیرہ استعمال کرنا انسان کو ضرور ہی مگر وہ بذاتہ پاک و نیک نہیں ان سے مطلق وہ پاکی و نیکی حاصل نہیں ہو سکتی ہی جو خداے قدوس کی ذات میں ہی اور انسانوں کو ویسا ہی کرنا واجب و فرض ہی ؛

بھلا ان کھانے پینے اور پہرنے کی چیزوں سے اور دل کی پاکی اور نیکی سے کیا مناسبت ہی ؛

الغرض کوئی چیز جو مخلوقات میں عادت و اسباب عالم سے پیدا ہوئی ہی نہ پاک ہی اور نہ ناپاک ۔ لیکن کسی خاص غرض اور فائدے کے واسطے خداے تعالی نے اگلی شریعت میں ایسی چیزوں کو پاک یا ناپاک بیان فرمایا اسی واسطے وہ رسمی اور ظاہری شریعت تھی ؛

جبکہ گناہ کے سبب تمام جہان بت پرستی اور طرح طرح کی بدیوں اور ناپاکیوں اور گمراہیوں میں گرفتار ہو گیا اور حقیقی پاکی و نیکی سے منحرف ہو کر اصلی ناپاکی اور بدی میں مبتلا ہو گیا تھا ۔ خداے تعالی نے اپنی کمال رحمت و فضل کی نگاہ سے چاہا کہ آدمیوں کو پھر اپنی کامل مرضی بتلاوے اور راہ راست پر لاوے ۔ تو اسکی حکمت میں یہہ مناسب اور پسندیدہ معلوم ہوا کہ آدمیوں کو اخلاقی اور اصلی شریعت کے ساتھ رسمی اور ظاہری شریعت بھی دیوے ۔ چنانچہ

اگلے نبیون خصوصًا حضرت موسی کو ایک رسمی شریعت بھی عنایت کی +
سبب اسکا یہہ معلوم ہوتا ہی کہ آدمی کی عقل و طبیعت گمراہی اور ضلالت
میں گرفتار ہونے کے باعث ایسی خراب و تباہ ہوگئی تھی کہ وہ خدائے تعالی
کی کامل اور روحانی شریعت کو بخوبی سمجھنے اور اُسپر قائم رہنے کے
لائق نہ رہا +

جس کسی کو یہہ بات دریافت کرنی ہو وہ بنی اسرائیل کے اگلے
احوال کو پڑھے تو بخوبی معلوم ہوگا کہ اُن دنوں کے لوگ جہالت و ضلالت
کی کیسی بھاری تاریکی میں گرفتار تھے کہ باوجود شریعت کے اور بار بار تنبیہہ
و تادیب کے پھر بھی احکام الہی کے سمجھنے اور اُن پر قائم رہنے میں کس قدر
ٹھوکریں کھاتے اور بدی کی طرف مائل ہوتے تھے +

پس جس طرح کوئی اُستاد کسی نادان لڑکے کو پہلے حروف مفرد پھر
مرکب پھر الفاظ سہل و عبارت پھر زیادہ لکھنا پڑھنا سکھاتا ہی تاکہ اُسکی عقل
تربیت پذیر ہوکر قابل ہو بعدہ اُسکو علوم مقصودہ و فنون مطلوبہ سکھاتا ہی
اسی طرح جب تمام عالم علم الہی کی بابت محض جاہل اور مطلق بے وقوف تھا
اُس وقت خدائے رحیم نے چاہا کہ پھر اُسمیں اپنے علم کی اشاعت فرماوے
تب اُسکا پاک ارادہ ہوا کہ پہلے ایک قوم یعنے بنی اسرائیل کو تربیت و تعلیم دیکر

کامل کرے تاکہ وہ گروہ علم الہی میں کامل ہووے کہ اُسکے ذریعے تمام جہان کو راہ راست پر لاوے ✣

آپ صاحبوں کو بخوبی معلوم ہو کہ شریعت موسویہ صرف بنی اسرائیل ہی کے واسطے دی گئی تھی اُس میں یہہ حکم نہیں کہ اُسکی تعلیم سب قوموں کو پہنچاوے ✣

سو اگرچہ بنی اسرائیل کو کچھہ کچھہ شریعت اخلاقی بھی عطا ہوئی تھی لیکن اس جہت سے کہ ہنوز اُنکے دل اور مزاج اطاعتِ احکام ربانی اور پاکی و نیکی روحانی کے اختیار میں تربیت پذیر نہ تھے لہذا اُنکی تعلیم دینے اور خوگر کرنے کے واسطے ظاہری اور رسمی و جسمانی شریعت بھی دی گئی جو نشان و علامت و نقش شریعت روحانی و احکامِ اخلاقی کے تھے جو اُسکے بعد خداوند یسوع مسیح کے ذریعے ظہور میں آئی ✣

چنانچہ جب وہ زمانہ آپہنچا کہ بنی اسرائیل میں سے بہتیروں نے خوب تعلیم و تربیت پائی (اور اگر بہتوں نے نہ پائی تو یہ اُنکا قصور تھا) اور خدا کی روحانی اور کامل شریعت کے جاننے اور ماننے کے لائق ہوئے تب خداوند یسوع مسیح جو تمام جہان کا نجات بخشندہ اور کامل و روحانی شریعت کا معلم ہے ظاہر ہوا اور روح القدس جو اُس شریعت اصلی و حقیقی و روحانی کا الواح قلب

انسانوں پر مرقوم و منقوش کنندہ ہی ایک خاص طور پر نازل ہوا تب اُس ناکامل رسمی و ظاہری شریعت کی حاجت نہ رہی — اس واسطے کہ تب ایام طفولیت و زمانہ جہالت و نادانی گذر چکا اور وقت بلوغ و زمانہ تحصیل علم اصلی و مقصودی و مطلوبی کا پہنچا — اسواسطے خداے تعالی نے انجیل مقدس اور اپنے پاک رسولوں کے صحائف کے ذریعے اپنی کامل و روحانی و اصلی و اخلاقی شریعت ظاہر فرمائی — یہہ مختصر بیان دونوں قسم کی شریعت یعنی رسمی و اخلاقی کا ہوا ✣

پس رسمی و ظاہری شریعت اصل و مقصود و مطلوب نہیں بلکہ محض مقرر کرنے کے باعث واجب التعمیل ہوئی — وہ خدا کی ذاتی پاکی و نیکی کا عکس و پرتو نہیں اور نہ اُسکے تقاضے پورا کرنے کو ضرور ہی بلکہ انسان کی ناکاملیت کا نشان ہی کہ جب خداے تعالی اپنی حکمت کاملہ سے چاہے موقوف کر سکتا ہی ✣

مگر شریعت اخلاقی اصلی و ازلی و ابدی اور خداے قدوس کی ذاتی پاکی اور نیکی کا عکس و پرتو اور اُسکے تقاضے پورا کرنے کو ضرور اور انسان کی کاملیت کی علامت ہی اور اسیواسطے ہرگز منسوخ نہیں ہو سکتی ہی کیونکہ جو کوئی امور آیات مذکورۂ بالا کو بخوبی سمجھیگا اُسپر ظاہر ہوگا کہ ایسی شریعت کا بدلنا اور منسوخ ہونا خدا کی ذات کا بدلنا ہی ✣

پس کتاب مقدس یعنی مجموعہ عہد عتیق و جدید کے ملاحظہ سے خدائے تعالی کا یہہ انتظام انسان کی بابت دیکھا جاتا ہی جو بالکل اُسکی لاانتہا حکمت اور پاک ذات کے مطابق و موافق ہی - یعنی جب انسان سراسر عصیان ہوکر غایت جہالت اور حالت طفولیت میں تھا اُس وقت خدائے رؤف و رحیم نے اُسکو تربیت و تعلیم دینا شروع کیا اور ابتدا میں گویا اُسکو ابجد سکھا کر یعنی ایک ظاہری اور جسمانی شریعت دیکر تعلیم فرمائی اور جب وہ خوگر تعلیم ہوا اور رفتہ رفتہ کاملیت حاصل کرنے اور علم الہی سیکھنے کے لائق ہوا تب اُسکو اصلی اور کامل شریعت بتلائی ٭

مگر اب یہہ تماشا قابل دید ہی کہ قرآن و حدیث اگر دعوی کرتے ہیں کہ ہم بھی منجانب اللہ ہیں اور شریعت آخرالزماں جو تا قیام قیامت انسانوں کے واسطے مقرر ہیں - اور پھر کرتے کیا ہیں کہ اُس بندوبست و انتظام الہی کو اُلٹا دیتے ہیں یعنی اب پھر جسمانی اور ظاہری اور رسمی شریعت مقرر کرنا چاہتے ہیں اور انواع و اقسام کے احکام رسمی اور لڑکپن کی باتیں لوگوں کو سکھا کر گویا رجعت قہقری کرا کے سیانوں کو بچا بنانا چاہتے اور بالغوں اور داناوں کو طفل ابجد خواں کرنا چاہتے ہیں - جو کوئی ذرہ بھی انصاف کی نگاہ سے اِس امر کو دیکھیگا وہ فوراً معلوم کر لیگا کہ اِسمیں بڑا دھوکا ہی یہہ ہرگز خدا تعالی کا بندوبست نہیں ہی ٭

پھر ایک امر اور بھی قابل غور ہے کہ قرآن و حدیث نہ صرف اس بات میں کتاب مقدس کے برخلاف ہیں کہ جب کامل اخلاقی و روحانی شریعت ظاہر ہوئی اور ناکامل رسمی و جسمانی شریعت کی ضرورت جاتی رہی اُس وقت قرآن و حدیث آدمی کو پھر ناکامل اور ظاہری و رسمی و جسمانی شریعت کے پابند کرنا اور کامل کو ناکامل و ناقص کرنا چاہتے ہیں بلکہ اُسکے علاوہ اصلی اور حقیقی اور کامل شریعت اخلاقی و روحانی پر عارضی و مجازی اور ظاہری اور جسمانی و رسمی شریعت کو ترجیح و فوقیت دیتے ہیں اور اُسی کو مقدم اور اعلیٰ اور افضل اور ارکان دین قرار دیتے ہیں — مگر جو معروضات بالا کو بغور ملاحظہ کریگا بخوبی جان لیگا کہ ایسا کرنا سراسر غلطی اور فاش نادانی ہے اور بس ❊

اب رہی شریعت اخلاقی سو اُسکی نسبت بھی غور کرنا لازم ہے کہ کتاب مقدس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کی حالت جہالت اور نادانی مذکورہ بالا میں نہ صرف اُسکو ایک جسمانی اور رسمی شریعت خدا تعالیٰ نے عطا کی بلکہ جو اخلاقی شریعت بتلائی وہ بھی کامل نہ تھی ❊

اِسکا مدعا یہہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے اُس وقت انسان کو گناہ کرنیکا حکم دیا بلکہ یہہ غرض ہے کہ اُس وقت انسان ایسا گمراہی اور گنہگاری میں مبتلا تھا کہ بنظر کمزوری و سخت دلی اُسکے خداے جلشانہ نے اپنی پاک مرضی کو پورا

اور کامل بیان نفرمایا چنانچہ بنی اسرائیل میں دستور تھا کہ جب چاہتے اپنی جورون
کو بلا وسواس بی پروائی کے ساتھہ چھوڑ دیتے اور دوسری عورتیں کر لیتے
تھے۔ نہایت غیر محتاط اور بے توجہ اور سخت تھے ✤

پس یہہ بات ہر چند خدا ے تعالی کی نظر میں ناپسند تھی مگر تاہم انکی سنگدلی
اور کمزوری ملاحظہ فرما کر اِس باب میں اپنی پاک و نیک مرضی کامل طور پر اُنپر ظاہر
نہ کی بلکہ اِس منشا سے کہ اِس معاملے میں نہایت بے انتظامی اور بے احتیاطی
اور مطلق العنانی نہونے پاوے بلک ایک حد بندہ جاوے اور فی الجملہ
پابندی ہووے ایسا ارشاد کیا کہ جب تم عورتوں کو چھوڑا کرو تو یوں ہی مت
چھوڑ دیا کرو بلکہ اُنھیں طلاقنامہ دیا کرو اور اِسکے سواے اور بھی چند
باتوں میں قید لگا دی تاکہ ویسی بے قیدی اور مخلع بالطبع رہتا نہ رہے بلکہ
کچھہ قید اور پابندی ہو جاوے ✤

اِس باب میں جو احقر نے عرض کی اگر کسی کو شبہہ ہو تو انجیل مقدس دیکھہ لے
کہ خود خداوند مسیح نے اِس باب میں کس طور ارشاد کیا ہی ✤

اور جو کوئی انصاف دلی سے غور کریگا سو جان لیگا کہ عورت کو بغیر زنا کے چھوڑ
دینا یا طلاق دینا خدا ے تعالی کی پاک مرضی کے برخلاف ہی۔ خدا ے تعالی نے
حرامکاری اور زناکاری کو جبکہ منع فرمایا ہی تو اِس سے اُسکی پاک مرضی بھی معلوم

ہوتی ہی کہ جب عورت اور مرد سے شادی ہو تو اُنکے درمیان ایک ایسا پاک
اور پکّا اور مضبوط رشتہ ہو جو کبھی ٹوٹے نہیں — اور عقل بھی صاف شہادت
دیتی ہی کہ شادی کرنے کے جو فرائض اور فوائد اور مراد ہیں یعنے زن و شوہر
کو باہمدگر کامل محبت رکھنا — ایک دوسرے کو تسلّی دینا دونوں کو ملکر اپنی اولاد
کی پرورش کرنا — اُسکی حامی و مددگار ہونا — اُسکی بہتری کے واسطے بدل
و جان فکر و کوشش کرنا وغیرہ — یہہ سب فرائض و فوائد اور مرادیں اُسی وقت
پوری ہو سکتی ہیں جبکہ زن و شوہر میں ایسا ہی پاک و پختہ اور غیر منقطع رشتہ ہووے
— اور اگر ایسا نہو بلکہ جب مرد چاہے جورو کو چھوڑتا جاوے اور دوسری کرتا جاوے
تو رنڈی بازی اور نکاح میں کیا فرق ہی ❊

کسبی رات دو رات کی جورو ہوتی ہی اور نکاحی بھی ویسی ہی ہوئی انتا یہہ کہ نکاحی
کچھہ عرصہ زیادہ رہے — لہذا صاف ظاہر ہی کہ عورت کو چھوڑ دینا خدا تعالیٰ
کے نزدیک مکروہ اور ناپسند اور زناکاری ہی ❊

لیکن انسان کی اُس ناکاملیت کی حالت میں خدا تعالیٰ نے یہہ بات
ظاہر نہ کی بلکہ یہہ چاہا کہ بنی اسرائیل اُس حالت نہایت بے احتیاطی اور وارستگی
سے قدرے باز آویں اور ایک گونہ قید میں آویں — بلکہ اُنھیں بنی اسرائیل کو
بعد حضرت موسیٰ کے جبکہ شریعت موسویہ جاری تھی دوسرے نبیوں کی معرفت

فرمایا کہ مین طلاق سے ناراض و ناخوش ہوں ۔ مگر انجیل مقدس کے وسیلہ
حبیب خداے تعالی لے نے اپنی کامل شریعت کو ظاہر فرمایا تب صاف صاف اپنی
مرضی بیان فرمادی اور حتمی حکم دیدیا کہ زناکاری کے سواے کسی حالت میں
طلاق دینا جائز نہیں ہی بلکہ نامشروع اور ممنوع ہی فقط ٭

مگر ملاحظہ فرمایئے اب باوجود ظہور اِس کامل پاکیزگی کے قرآن و حدیث شریعت
آخر الزمان ہونے کا دعوی کرتے اور لوگوں کو یہہ سکھلاتے ہیں کہ جب تمہاری
خواہش ہوا کرے جوروں کو طلاق دیدیا کرو ۔ بلکہ محمد صاحب کے زمانہ میں
بالاتفاق ثابت ہی کہ کئی جہادوں میں متعہ کا حکم بھی جاری ہوا کہ لوگوں نے
رات دو رات کے واسطے عورتیں رکھیں اور شیعوں کی روایت کے بموجب
نہ صرف محمد صاحب کے زمانہ میں یہہ حکم خداے تعالی لے نے دیا تھا بلکہ اب بھی
درست اور مشروع اور موجب حسنات کثیرہ ہی ۔ نعوذ باللہ منہا ٭

پس اِس طور انسان پر عصیان کو جسے خداے رحیم الرحمان نے اپنی
کمال مہربانی سے بتعلیم انجیل مقدس پاک و تنگ و کامل کیا اب قرآن و حدیث
اوسے ناپاک و بدوناقص بنانا چاہتے ہیں ٭

اِس باب میں طوالت کی کچھہ حاجت نہیں ہی ۔ ہر ایک منصف مزاج جب
ان باتوں کو بغور و تامل ملاحظہ کریگا بخوبی جان لیگا کہ یقیناً قرآن و حدیث خداے

قدوس سبحان کي طرف سے نہيں ہيں جسنے اپني کمال مہرباني سے انسان پر عصيان کي حالت مذمومہ پر رحمت کي نگاہ فرماکر بذريعہ کتاب مقدس کے ايسے احکام فرمائے اور اِس ترتيب و تدريج سے تعليم و تربيت فرمائي کہ وہ پاک و نيک و کامل اور اپنے خالق و رازق کي مرضي کا شناسا اور اُسکي پاک نظر ميں مقبول ہووے ✣

پانچواں اختلاف — اوپر ميں سنے عرض کيا ہي کہ شريعت اخلاقي اصلي و ازلي و ابدي اور خدائے قدوس سبحان کي ذاتي پاکي اور نيکي کا عکس ہي اور اُسکے تقاضے پورا کرنے کے لئے ضرور اور انسان کي کامليت کا نشان ہي — اِسي واسطے منسوخ ہونيکے قابل نہيں ہي ✣

بلا شبہہ ناممکن و محال ہي کہ خدائے تعالیٰ اِس شريعت اخلاقي کامل کو بدل ڈالے اور مردود ٹھہراوے اور اُسکے برخلاف حکم ديوے — اِس واسطے کہ اُسکے خلاف بالکل مناقض و مباين و معارض اُسکي پاک ذات و نيک صفات کے ہي اِسي واسطے وہ گناہ و معصيت ہي — پس ناممکن ہي کہ خدائے قدوس اپني پاک و نيک ذات کے برخلاف شريعت مقرر کرے اور گناہ و معصيت کيواسطے حکم ديوے ✣

اِسي لئے جب خدائے تعالیٰ نے اپني پاک و نيک و کامل شريعت اخلاقي و روحاني کو انجيل مقدس کے ذريعہ ظاہر فرمايا تو بوساطت معلم کامل خداوند يسوع مسيح کے ايسا ارشاد کيا (آسمان و زمين ٹل جائينگے پر ميري باتيں کبھي نہ ٹلينگي ✣

لیکن قرآن و حدیث دعوی کرتے ہیں کہ ہم بھی من جانب اللہ ہیں اور باوجود
اس دعوے کے خداے تعالی کے احکام اخلاقی اور شریعت اصلی کو بدلنا اور
رد کرنا چاہتے ہیں - پاکی و نیکی کو چھوڑنا ناپاکی اور بدی سکھاتے ہیں جو بالکل مخالف
اقتضاے ذات الہی ہیں اور مباین و معارض اُسکی صفات کاملہ کے ÷

پس یہہ بھی ایک بڑی علامت ہی کہ قرآن و حدیث خدا کی طرف سے نہیں
- ہر چند اِسکی مثالیں بہت ہیں مگر اُن میں سے چند ذیل میں مذکور ہوتی ہیں -

(۱) ہر شخص جانتا ہی کہ جس طور مذہب حق کی تلاش و تحقیقات کرنا اور
بعد دریافت اور معلوم کرنے کے اُسکو بدل ماننا فرض ہی یعنے جس طور تصدیق
بالجنان فرض ہی اِسیطور اقرار باللسان بھی فرض ہی تاکہ دوسرے ہمارے
بھائی بنی آدم بھی اُسکو جانیں اور دریافت کریں وہ بھی اس نعمت لازوال سے
محروم نہ ہیں - خصوصاً جب کوئی ہمسے دریافت کرے اور ہمارا مذہب پوچھے
تو ضرور لازم ہی کہ ہم بیان کریں علی الخصوص جھوٹ موٹ دوسرا مذہب بتلانا یا
اپنے مانے ہوئے مذہب کا انکار یا کلمہ کفر زبان پر لانا تو کسی حالت میں درست
نہیں ہی - بالکل ناجائز و ناروا ہی ÷

اِسی واسطے انجیل مقدس میں ارشاد ہی کہ خداوند مسیح نے ارشاد کیا ہی کہ
جو کوئی آدمیوں کے روبرو میرا انکار کریگا روز قیامت میں بھی اُسکا انکار کرونگا

اور صاف ظاہر ہی کہ جس حالت میں ایک شخص ایک مذہب کہتا ہی اور دل سے
اُسکو سچّا اور حق جانتا ہی پس اگر اُس سے انکار کرے تو کئی گناہوں میں مبتلا
ہوتا ہی۔ ایک تو جھوٹ بولنا کہ جو حق جانتا اور دل سے مانتا ہی اُسکے خلاف
کہتا ہی اور وہ کسی حالت میں درست نہیں ہی اور خلاف مرضی خداے تعالی
کے ہی ✠

دوم یہہ کہ دوسرے لوگوں کی ضلالت کا باعث ہی کہ اگر سب ایسا ہی کریں
تو دین حق کسی پر ظاہر نہوگا سبکے سب کسی نہ کسی دباؤ سے ایسا ہی کرینگے ✠

سوم اُسکے سچے ایمان کا نشان نہیں ہی کہ جو شخص امر حق سے بخوف
جان یا مال انکار کرتا ہی اُسکا بھروسا خداے قادر مطلق پیہ بالکل نہیں ہی
۔ کیا خدا میں قدرت نہیں کہ اگر چاہے اِس بلا کو اُس سے دور کر دے اور
کیا اُس شخص کو ضرور نہیں ہی کہ اگر خداے تعالی کی مرضی یہی ہی کہ وہ اِس بلا
میں مبتلا ہو تو اُسکی رضامندی چاہیے اور اگر جان پر بھی آن بنے تو تصدق
راہ خدا میں کرے ✠

الغرض جو شخص امر حق سے بخوف جان یا مال انکار کرتا ہی بلاشبہہ اُسکا ایمان
درست نہیں اور جھوٹا ایمان رکھتا ہی۔ اور نہ وہ مذہب حق ہو سکتا ہی
جس میں اِسکی اجازت دی ہی ✠

اِسی واسطے لاکھوں مسیحی مقدسوں نے اپنی جان عزیز تک دیں مگر دین
مسیحی سے انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا۔ اور بلاشک وہ سچے ایماندار اُس پاک و نیک
حکم پر مستحکم رہے کہ تم اُن سے خوف نہ کرو جو صرف جسم کو ہلاک کرتے ہیں مگر اُس سے
ڈرو جو جسم و جان دونوں کو جہنم میں ڈال سکتا ہے ٭

اِس طور بیشمار مسیحیوں نے ہر ایک مصیبت اور بلا طرح طرح کی سہیں۔
کوڑے زنجیریں بیڑیاں قیدخانے جلاوطنی قتل ہونا مارے جانا جلایا
جانا درندوں گزندوں کا لقمہ ہونا سنگسار ہونا مشعل رال اور تیل میں گھکر
جلنا وغیرہ سب قسم کی ایذا اور تکلیف کی برداشت کی مگر دین متین سے اور خداوند
مسیح کا انکار نہ کیا اور اِس طور مذہب مسیحی کی حقیت ثابت کرکے اس دنیا سے
باایمان سدھارے ٭

اے میرے عزیز دوستو۔ تمام روے زمین پر شہیدوں کی نامدار فوج مسیحی ہو رہی
ہے جنھوں نے مذہب مسیحی کی سچائی ہر طرح کی مصیبت اور بلاؤں کی برداشت
سے ظاہر کی اور اُسکی صداقت کی شہادت اپنے بیش بہا خون سے لکھی۔
اور اس بیچ شاداں و فرحاں باایمان اِس جہان گذران سے گئے اور اُنکی ارواح
مقدسہ خداوند ذوالجلال کے حضور قدوس قدوس قدوس رب الافواج پکار رہی ہیں ٭

مگر اب ملاحظہ کیجیے کہ قرآن میں اجازت ہی ہے کہ اگر کسی کا دل تو اسلام کی تصدیق

کرتا ہی اور ایسی تکلیف میں پڑے تو اسلام سے انکار کر دینا روا ہی - اور احادیث سے بھی دریافت ہوتا ہی کہ محمد صاحب نے حکم دیا کہ بخوف جان کلمۂ کفر کہدینا جائز ہی - اور شیعوں کی روایات کے بموجب ایسی حالت میں بخوف جان صرف جائز ہی نہیں بلکہ فرض ہی کہ اسلام سے انکار کر دیوے اور اگر نہ کرے تو گنہگار ہوگا ✤

اے بھائیو تم ہی اپنے دلوں میں انصاف کرو کہ کیا سچ ہی اور کیا جھوٹ کونسا خدا کا حکم ہی اور کونسا انسانی کلام ہی ✤

اور کیا ہو سکتا ہی کہ خدا جو اپنی ذات سے اصدق الصادقین ہی اور اُسکا اقتضائے ذاتی ہی کہ انسان بھی سچ بولیں آپ ہی جھوٹ کہنے کی اجازت دیوے اور جھوٹوں کو طیار کرے - کیا ممکن ہی کہ وہ خدائے قدوس جو اپنی پاک و نیک اور سچے دین کو تمام دنیا میں پھیلانا چاہتا ہی اور اپنے دیئے ہوئے راستہ کی صداقت ظاہر کرنا چاہتا ہی وہ اُسکی صداقت اِس طور ظاہر کرے کہ ایمان داروں کو اجازت یا حکم دیوے کہ بخوف جان سچے دین سے انکار کر لیا کرو اور اپنے نبی کو جھوٹا بتلا دیا کرو ✤

کسی کے خیال میں آسکتا ہی کہ وہ خدائے برحق جو اپنی ذات و صفات سے سچا اور غیر متغیر ہی ایک وقت تو اُسکو اپنے پاک دین کی صداقت اور ہستی

کا ظاہر کرنا یہاں تک ضرور معلوم ہو کہ اپنے برگزیدہ رسولوں اور ایمانداروں کو حکم دیوے کہ سب طرح کی تکلیف سہو اور دکھ اٹھاؤ حتی کہ گوناگوں عذاب و عقوبت دنیاوی کے ساتھ اپنی عزیز جانوں تک دیدو مگر سچے دین کا انکار ہرگز نہ کرو بلکہ اقرار کرو اور کسی انسان سے خوف نہ کرو جو حق ہی وہی کہو۔ اور ایک وقت ایسا آیا کہ وہی خدا سچائی اور راستی اور دین حق کے اظہار کو یہاں تک حقیر جانے اور اُن تمام شہیدوں کے بیش بہا خون کو جس سے روے زمین سُرخ ہی ایسا ناچیز سمجھے کہ جھوٹ بولنے کی اجازت دیوے اور مذہب حق کا انکار روا جانے اور ایمانداروں کو اُسکا حکم دیوے ؛

کیا خدائی بدل گئی۔ ہرگز نہیں بلکہ صاف صاف ظاہر ہی کہ قرآن و حدیث خداے اصدق الصادقین کی طرف سے نہیں۔ ایسے حکم صرف انسان پر عصیان کے ہیں ؛

(۳) نیز ظاہر ہی کہ راستی اور سچائی انسان کو نہایت ضرور ہی کہ یہہ بھی خداے صادق کی صفت کاملہ کا عکس ہوتا ہی اور انسان کے کمال کا نشان ہی۔ جو سچا نہیں اُسکی کسی بات اور قول و فعل کا اعتبار نہیں۔ صداقت و راستی ہی پر اعتماد اور بھروسا ہوتا ہی ؛

پس کتاب مقدس میں جابجا مرقوم ہی کہ ہر آدمی قول و فعل میں سچا ہووے

ایک جگہہ بھی اجازت نہین دی کہ آدمی کسی حالت مین جھوٹ بولے بلکہ صاف صاف ارشاد کیا ہی کہ جو جھوٹ بولتا ہی ملعون ہی ؀

مگر احکام محمدی مین جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہی - چنانچہ ایک امر تو اوپر مذکور ہوا جو قرآن و حدیث میں مذکور ہی - اُسکے سواے احادیث میں اور بھی کئی جگہہ خلاف گوئی اور جھوٹ بولنے کو جائز رکھا ہی - جسکو ضرورت ہو کتب مذکورہ کو دیکھ لے کہ نقصان دین ایمان و زیان جان و مال و عزت و آبرو کے خوف کے مارے اور دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے لیئے اور جنگ میں دشمنوں پر فتح یابی کے واسطے اور جورو کو راضی کرنے کے لیئے وغیرہ جھوٹ بولنا درست ہی بلکہ وہ جھوٹ ہی نہیں - اور مسائل اکراہ اور شیعوں کے مسائل تقیہ قابل غور ہیں ؀

اب ای بھائیو میں اس باب میں کیا لکھوں اور کیا کہوں آپ ہی صاحب انصاف کریں کہ بھلا ممکن ہی کہ خداے برحق و صادق خلاف اپنی پاک ذات کے ایسے ناپاک کاموں کی اجازت دے - بھلا کسکے خیال میں آسکتا ہی کہ وہ اصدق الصادقین اپنے بندوں کو جھوٹ بولنے کی اجازت یا حکم دیکر انکا بلکہ خود اپنا اعتبار کھو دے - کیا ممکن ہی کہ چار ہزار برس تک تو خدا راستی اور سچائی کو ایسا ضرور اور لابد جانے کہ ایسا حکم ناطق فرماوے کہ ہرگز کسی حالت میں

جھوٹ نہ بولنا اور ارشاد کرے کہ جھوٹا ملعون ھی اور اب آخر زمانہ میں وہی اُسی
کو ایسا حقیر اور ناچیز جانے کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کے واسطے اِس دنیاوی
تھوڑے نفع یا دفع مضرت یا خواہش نفسانی کے لیئے دروغگوئی کی اجازت
دے - تعالی اللہ عما یصفون ❊

(۳۳) ہر شخص جانتا ھی کہ اگر آقا کے دو نوکر ہوں ایک تو وہ جسکو آقا اپنا حکم
بتلا دے اور وہ نوکر بخوبی تمام اُسکی مرضی اور حکم کو جانتا اور سمجھتا ہو اور اُسکے
منشا سے اچھی طرح واقف ہو اور دوسرا وہ جو اُسکے احکام اور مرضی سے جیسا
چاہیئے خوب واقف نہو پس فرض کرو دونوں ایک ہی کام خلاف مرضی اپنے
آقا اور مالک کے کریں تو اُن دونوں میں کونسا زیادہ سزا کے لائق ھی -
بلاشبہ وہی جو اپنے آقا کی مرضی بخوبی پہچانتا ھی اور جسنے کما ہی اُسکے
احکام کی آگاہی پاکر تقصیر کی وہ عدول حکمی اور نافرمانی کی بڑی سزا پائیگا کہ
اُسنے عمداً جان بوجھکر اپنے مالک اور آقا کی سرتابی و نافرمانی کی - مگر دوسرا
نوکر اِس سبب سے کہ وہ نوکر ھی اور فی الجملہ اپنے مالک کی مرضی بھی جانتا
ھی سزا پائیگا مگر اِس وجہ سے کہ بخوبی اُسکی مرضی سے مطلع نہ تھا اور اُسکے
احکام خاطر خواہ نہ سمجھتا تھا معذور بھی اِس واسطے اُس اول نوکر کی برابر
سزا کے لائق نہیں ھی - صدہا مثالیں اِسکی اور بھی ہیں جو روزمرہ

ہمارے برتاؤ میں ہیں ۔ سب جانتے ہیں کہ ناواقفیت ولاعلمی عذر ہی ٭

اسی واسطے انجیل مقدس میں ارشاد ہوا ہی کہ جو لوگ کلام الٰہی اور احکام ربانی سے واقف نہیں ہیں اور گناہ کرتے ہیں وہ کم سزا پاوینگے مگر جو کلام اللہ پاکر اور جان بوجھکر سرتابی کرتے اور مرتکب گناہ ہوتے ہیں وہ زیادہ سزا پاوینگے ۔ پس یہہ حکم بلاشبہہ خداے عادل کا ہی جسکے دربار کسی کی طرفداری نہیں ہی ۔ اُسنے صاف صاف ارشاد کیا ہی کہ غیر قوموں کے لوگ جو کلام اللہ اور احکام الٰہی سے واقف نہیں ہیں وہ اس جہت سے سزا کے لائق ہیں کہ وہ شریعت الٰہی اپنے دلوں میں منقوش پاتے ہیں کہ خداے تعالیٰ نے اعمال بد و نیک کی سمجھ اُنکو بھی دی ہی ۔ اُنکے دل احکام و مرضی الٰہی کو بتلاتے ہیں پس جبکہ اُنھوں نے اُس شہادت دلی کے خلاف خدا کی نافرمانی کی اِس وجہ سے سزا پاوینگے ۔ مگر جن لوگوں کے پاس علاوہ شہادت دلی کے کلام الٰہی بھی موجود ہی جسکے ذریعہ وہ خداے تعالیٰ کی پاک اور نیک مرضی بخوبی پہچانتے ہیں مگر اپنی بدذاتی اور شرارت سے بازنہ آکر گناہ کرتے اور نافرمان ہوتے ہیں وہ بے ایمانوں سے زیادہ اور بھاری سزا پاوینگے ٭

مگر قرآن و حدیث اسکے خلاف تعلیم دیتے اور محمدیوں کی طرفداری
اور خاطر سے خلافِ عدالت اور برعکس انصاف حکم دیتے ہیں کہ کلمہ گو چاہے
کیسا ہی فاسق فاجر بدکار ہو وہ یا تو بلا حساب کتاب یا محمد صاحب کی شفاعت
وغیرہ سے نجات پائیگا۔ جسنے کلمہ پڑھا ہی اُسپر آتش جہنم حرام ہی۔ کلمہ گویوں میں
سے کوئی شخص ہمیشہ دوزخ میں نرہیگا چاہے کیسا ہی گنہگار ہو۔ مگر جسنے کلمہ
نہیں پڑھا غرض دوسرے مذہب والے کیسے ہی کیوں نہوں بلا شبہ ابدی
عذاب جہنم میں گرفتار ہونگے ؛

علیٰ ہذا القیاس اگر کوئی شخص کسی حکم شرعی کے خلاف عمداً کرتا ہی اُسپر ایک گناہ
محسوب ہوتا ہی اور جو اُسی گناہ کو نادانی اور ناواقفیت سے کرتا ہی اُسپر دو گناہ
ہوتے ہیں۔ (حوالے غور ہی)

(۳) ہر انسان کا دل گواہی دیتا ہی کہ خدا تعالیٰ ہمارا خالق و رازق و مالک
ہی جو اپنی ذات و صفات میں تمام نیکیوں اور خوبیوں سے معمور اور جملہ بدیوں سے دور
اور پاک ہی اسی واسطے وہ باقتضاے پاکی ذاتی خود چاہتا ہی کہ اُسکی ہر ایک تمیز دار
مخلوق بھی پاک اور نیک ہوں پس خداے تعالیٰ کا فرض ہی کہ ہر انسان اپنے
جملہ اقوال و افعال و افکار میں پاک و نیک ہووے۔ اسی واسطے کلام مقدس
میں جا بجا ارشاد ہوا ہی کہ تم پاکی و نیکی میں کامل ہو جیسا خداے تعالیٰ کامل ہے

الغرض انسان پر فرض عین ہی کہ اپنی تمام رفتار و گفتار و تصورات دلی میں کمال حاصل کرے
عبادات میں ہو یا معاملات میں — حتی کہ انجیل مقدس میں ارشاد ہوا کہ اگر کوئی شخص نیک
کام کرنے کی طاقت و استطاعت رکھتا ہو اور نہ کرے تو وہ بھی گنہگار ہوتا ہی ÷
مگر شرائع محمدیہ کے بموجب سوائے چند اقوال و افعال مخصوصہ کے فرض نہیں ہیں
— اوس سے زیادہ کرے تو ثواب ہی اور نہ کرے تو عذاب نہیں ہی — اور افکار مذموم
اور دلی خیالات فاسدہ اور ناپاک تصورات پر حساب نہیں — امت محمدیہ کو معافی آگئی ہی ÷
اے عزیزو سوچو انصاف کرو — کیا ممکن ہی کہ خدائے قدوس سبحان جو اپنی ذات و صفات
سے پاک و نیک ہی اور انسانوں کی پاکی اور نیکی چاہتا ہی وہی ایسا حکم دے کسی کے
وہم میں بھی آسکتا ہی کہ ایک وقت تو خدائے تعالی آدمیوں کو یہاں تک کامل کرنا چاہے
اور قطعی و حتمی حکم دیوے کہ ہر انسان کو اپنے تمام اقوال و افعال و افکار سے پاک و نیک
ہونا چاہیئے اور اسکے بعد پاکی و نیکی کو ایسا بیکار و فضول جانے کہ صرف چند اقوال و
افعال ہی کو لوگوں پر فرض ٹھہراوے اور خیالات و وساوس دلی پر محاسبہ نہ کرے ÷

(۵) ظاہر ہی کہ آقا اور حاکم اور مالک کے تمام حکم واجب التعمیل ہیں جو وہ اپنے
غلام اور محکوم و مملوک کو فرما دے — اگر کوئی غلام یا محکوم یا مملوک ایک حکم کو بھی ٹال دے
اور بجا نہ لاوے تو مجرم اور نافرمان متصور ہوگا — مثلاً ایک خاوند نے اپنے نوکر کو
دو کام کرنے کا حکم دیا تو بلا اشتباہ اوس نوکر پر دونوں کی تعمیل خاطر خواہ واجب ہی —

فرض کرو کہ اُسنے ایک کام کیا اور دوسرا بجا نہ لایا تو اس حالت مین بلاریب وہ نوکر
نافرمان اور عدول حکم اور مجرم ٹھہریگا اور مستحق سزا ہوگا ✣

پس اِسیطور سے جملہ احکام الہی اور تمام شریعت خدا لے تعالی کی جو تمام آقاؤں
کا آقا اور سب حاکموں کا حاکم اور جملہ مالکوں کا مالک اور سارے بادشاہوں کا شہنشاہ
اعظم و سلطان اکرم ہی واجب التعمیل اور فرض ہی ✣

اگر کوئی ایک حکم خدا کا بجالاوے اور دوسرے کو ٹال دے تو ضرور بالضرور
وہ مجرم اور قصوروار اور خدا کا نافرمان اور سزا کا مستحق ہی۔ کیونکہ سب حکم خدا کے ہیں
سب کی تعمیل اُسپر واجب ہی مگر اُسنے اُسکا ایک حکم مانا اور دوسرے کو بجا نہ لایا
اور سرتابی کی ✣

اِسی واسطے انجیل مقدس مین ارشاد ہوا کہ جو کوئی ساری شریعت کو ملنے
پر ایک بات میں قصور کرے وہ سبھوں کا مجرم ہوا کیونکہ جسنے کہا زنا مت کر اُسنے
یہہ بھی کہا کہ خون مت کر پس اگر تو زنا نہ کرے پر خون کرے تو تو شریعت کا متعدی ہوا ✣

مگر قرآن و حدیث اِسکے بالکل خلاف تعلیم دیتے اور سکھلاتے ہیں چنانچہ
اُنکی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر انسان بہت سے گناہ کرے اور خدا کی نافرمانیاں
کرے لیکن اگر ایک فلانا حکم ملنے تو سب قصور اُسکے معاف ہوجاتے ہیں ✣

جیسا کہ حج کے باب میں مسطور ہی کہ مسلمان آزاد شخص پر جو استطاعت رکھتا ہو فرض

ہی کہ عمر میں ایکبار بجالاوے اگر سواے حج کے اور بھی کئی فرض مقرر ہیں جنکو بجا نہ لاوے تو انسان گنہگار ہوتا ہی +

مگر لکھا ہی کہ جو حج کرتا ہی اُسکے تمام پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور وہ تمام ناپاکیوں اور بدیوں سے پاک ہوجاتا ہی - ایسا ہی کچھ ہجرت کے باب میں وارد ہی - علی ہذا القیاس وضو کرنا نماز کے واسطے فرض ہی کہ بدون اُسکے نماز دُرست نہیں - مگر اُسکی یہان تک تعریف ہی کہ وضو اگر آدمی اچھی طرح کرے تو سارے اُسکے جسم کے گناہ ناخن کے نیچے تک سے دُھل جاتے ہیں - اِسی طور بہت سے درود و وظائف اور کئی قسم کے اعمال و افعالون کی نسبت لکھا ہی کہ فلانے حکم بجالانے سے انسان کے بیشمار گناہ معاف ہوتے ہیں اگرچہ سمندر کے جھاگوں کی برابر شمار میں ہوں +

اِسی طور وہ قصہ بھی قابل غور ہی جو کہا گیا ہی کہ قیامت کے روز ایک ترازو رکھی جائیگی جس میں بندوں کے اعمال تولے جاوینگے - جسکی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ نجات پائیگا - اور میزانِ عدالت بھی ایسی ہوگی کہ مسلمانوں کی ایک نیکی دس شمار کی جاوینگی اور بدی صرف ایک کی ایک ہی محسوب ہوگی +

بھائیو ذرہ اپنے دلوں میں سوچو اور انصاف کرو کہ بھلا کس طور ممکن ہی کہ ایسے احکامات کو خداے قدوس سبحان و عادل حقیقی کی طرف منسوب کرین

کیونکر ممکن ہی کہ ایک وقت تو خداے تعالی اپنی ذاتی پاکی اور نیکی کے اقتضا سے انسان کو اِس درجہ کمال کو پہنچاوے اور بالکل پاک و نیک ہونا اُنپر فرض ٹھہراوے کہ اگر کوئی شخص ایک حکم کو بھی بجا نہ لاویگا تو سب کا مجرم ہوویگا - اور پھر اُسکے بعد وہی خدا جلشانہ اپنی قدوسیت اور ذاتی پاکی و نیکی کے خلاف ایسا حکم دے اور اپنے پاک و نیک حکموں کو یہاں تک ناچیز و حقیر جانے کہ فرماوے کہ اگر ایک ہی حکم کو کوئی بجا لاوے تو اُسکے ذریعہ اُسکے سب گناہوں کو معاف کر دونگا و خوش ہونگا

چھٹا اختلاف - ہر عاقل و دانا پر آشکار ہی کہ ایمان لانا اور دین کا قبول کرنا صرف رغبت دل اور رجوع قلب پر منحصر ہی - جبتک کسی کا دل نہ پھرے اور دینداری کی محبت پیدا نہو وہ ایماندار اور دیندار نہیں ہوتا ہی - مگر رغبت دل اور رجوع قلب ہرگز ہرگز بزور و زبردستی و اکراہ حاصل نہیں ہو سکتے ہیں - بلکہ جبر و ظلم و زبردستی حقیقی ایمان اور محبت کو مانع ہوتے اور دل کو ہٹا دیتے ہیں ❊

لہذا بالبداہت ظاہر و آشکار ہی کہ کوئی شخص بجبر و اکراہ و ظلم و زبردستی ہرگز ہرگز ایماندار نہیں ہو سکتا ہی نہ کسی دین یا کتاب یا نبی کو بدل حق مان سکتا ہی - بنا بر علیہ خدا ے تعالی ایسا حکم کبھی نہ دیگا اور نہ دیا ہی کہ زبردستی کسی دین یا کتاب یا نبی کو منواوے - وہ تو اپنے بندوں سے حقیقی ایمان اور دلی محبت چاہتا ہی - پس کیا وہ آپ ہی اُنپر ظلم و زبردستی کریگا - جس میں علاوہ جبر و اکراہ کے

امر مطلوب و مقصود یعنی سچا ایمان حاصل ہونا محال ہی - اسیواسطے
انجیل مقدس میں ظلم و جہاد کرنے سے منع کیا ھی بلکہ فرمایا کہ وعظ و نصیحت و تعلیم
و ہدایت کی راہ سے لوگوں کو خدا کی راہ بتلاؤ اور راہ راست پر لاؤ - اور حکم
ناطق فرمایا کہ دوسرے قوم اور بے ایمان لوگ اگر تمکو ستاویں اور تکلیف دیں تو
برداشت کرو اپنے دشمنوں کو پیار کرو جو تم پر لعنت کریں اُنکے واسطے برکت چاہو
جو تمسے کینہ رکھیں اُنکا بھلا کرو جو تمھیں دُکھ دیں اور ستاویں اُنکے لیئے دعا مانگو؛
مگر قرآن و حدیث اِسکے برخلاف حکم دیتے اور گویا خاص الخاص کافروں
اور منافقوں پر جہاد کرنے اور سختی و تشدد کرنے کی تعلیم سکھلانے کو آئے - تمام
قرآن میں جہاں تہاں اور حدیثوں میں بھی بکثرت جا بجا یہی ذکر و فکر ہی کہ ای محمد
اور مسلمانو تم اونسے مقاتلہ کرو تاکہ فتنہ باقی نرہے اور دین بالکل خدا ہی کا ہوجاوے
- یا تو وہ مسلمان ہوجاویں نہیں تو تم اُنکو قتل کر ڈالو - اور جو لوگ اسلام سے پھر
جاویں اُنھیں پکڑو اور قتل کرو جہاں پاؤ وغیرہ؛

غرض کہاں تک لکھا جاوے قرآن و حدیث ایسے ہی احکامات سے
بھرے ہیں کہ بزور شمشیر زبردستی لوگوں کو مسلمان کرو قرآن اور محمد کو منواؤ مجبور
و مقہور کرکے مسلمان بناؤ - چنانچہ اِسی وسیلہ سے محمد صاحب اور اُنکے خلفا نے
دین اسلام جاری کیا؛

پس زور شمشیر اور لشکر کشی اور مسلمانوں اور کافروں کو بھی ترغیب و تحریص دیکر آمادہ جہاد کرکے دوسرے کافروں پر چڑھائی کرنا یہی دلیل حقیت اسلام قرار دی گئی — کہ جو شخص دین اسلام قبول کرنے سے انکار کرے اُسکا خون حلال وہ ہرگز قابل رحم نہیں — بلکہ آگ میں جلانا اور ہر گونہ ایذاو تکلیف دینا موجب حسنات ومفاد دنیا وثواب عقبیٰ قرار دیا گیا — انکا مال ومتاع لوٹ لینا زن وبچہ اسیر ودستگیر کرکے لونڈی غلام بناکر باعث شیوع دین اسلام وموجب رضاے الٰہی سمجھا — چنانچہ مفصل حال اسکا کتب سیر اسلام میں مندرج ہی ✤

اب اے عزیز دوستو انصاف کرو اور غور فرماؤ کہ کیا ممکن ہی کہ خداے رحیم الرحمان جو بندوں کی بھلائی اور بہتری چاہتا ہی وہ اپنی رحمت وشفقت اس طرح ظاہر کرے کہ اُنکے قتل کرنے اور دکھ دینے اور اُنکے بال بچون کو لونڈی غلام بنانے کا حکم دیوے ✤

کیا ممکن ہی کہ کسی کا دل اس زور شمشیر اور ایسے ظلم کو دیکھکر راغب ہوگا اور وہ باور کریگا کہ دین اسلام اور محمد بھی حق ہیں ✤

بھلا فرمایئے جس کتاب میں ایسے احکام ہوں اور جس نبی کا یہہ طریقہ مسلمان کرنے کا ہو تو ممکن ہی کہ کوئی ایسی کتاب اور ایسے نبی پر ایمان لادے اور اُنکو بدل سچا جانے اور مانے ✤

ہرگز نہیں ۔ تاریخ اور کتب سیر کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہی کہ جو لوگ اپنے دین پر مستحکم تھے یا تو اُنھوں نے جلاوطنی اختیار کی اور اپنی جان اور اپنا ایمان بچایا ۔ یا جزیہ دیکر اپنا پنڈ چھڑایا ۔ یا اپنی جانیں دیں اور مذہب اسلام قبول نہ کیا ؛

بعضے جو دنیادار اور اپنے دین میں خام تھے بجبر و اکراہ اقرار لسانی یا سکوت سے مسلمان ظاہر ہوئے ۔ مگر جب اُنکو موقع ملا فوراً منحرف ہو گئے اور اسلام سے پھر گئے ۔ خود محمد صاحب کے وقت میں ایسا اتفاق ہوا اُور اُنکے فوت ہونے کے بعد کا حال تو سب پر ظاہر ہی کہ مسلمانوں کا کیا حال ہوا ۔ حدیث عائشہ ملاحظہ ہو جس سے دریافت ہوتا ہی کہ بجز چند اشخاص کے سبکے سب تتّر بتّر ہو گئے بھیڑوں کی مانند اپنی اپنی راہ لے گئے اور اسلام سے منحرف ہو گئے ۔ آخر کو ابو بکر نے مار مار کر پھر جمع کیا ؛

اِسکے سوا یہہ بھی قرآن و حدیث کے ملاحظہ سے بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ بلاشبہہ بہت سے لوگ بطمع مال و متاع یا بخوف جان مسلمان ہو گئے تھے مگر فی الواقع منافق تھے اور اگر شیعوں کی روایات پر اعتبار ہو تو معلوم ہوتا ہی کہ بجز چند شخصوں کے سبکے سب مسلمان خلیفوں اور سجادہ نشینوں اور اصحاب اور عشرہ مبشرہ تک بالکل منافق اور دل میں کافر تھے ؛

الغرض دین اسلام جاری کرنیکے یہہ یہہ وسائل تھے جو اوپر مذکور ہوئے
جن میں سے سب سے بڑا وسیلہ جہاد اور زبردستی سے مسلمان کرنا تھا کہ جبرًا
و قہرًا لوگ کلمہ گو بنجاویں اور دین اسلام اور قرآن و محمد کو سچا ظاہر کریں ✠

پس ای بھائیو کتاب مقدس سے تو ظاہر ہوتا ہی کہ خداے تعالی نے کسی
وقت کسی نبی کی معرفت ایسا حکم جاری نہیں کیا کہ بے ایمانوں اور کافروں کو
زبردستی اور جہاد کر کے مار مار کر کے انکے خدا کے حکموں کو منواؤ اور دیندار بناؤ ـ
بلکہ سب نبیوں نے بحکم الہی و ہدایت ربانی وعظ و نصیحت و تعلیم و تلقین فرمائی
اور محض کلام اللہ کے ذریعہ لوگ ایمان لائے ـ اور یہہ بھی کہ جو محبت دل و
رغبت قلب ایمان لاتا ہی وہی ایمان دار و دیندار محسوب ہوتا ہی نہ جبر و زبردستی
سے زبانی اقرار کرنے والا ✠

مگر قرآن و حدیث کے احکام جہاد اسکے برخلاف ہیں اور دین اسلام زور و
زبردستی سے منوایا گیا ـ اب آپ ہی صاحب انصاف کریں کہ کیا حق ہی
اور کیا باطل ✠

بعض علماے محمدی نے اوس جدال و قتال کو جو حضرت موسی و یوشع
وغیرہ انبیاے بنی اسرائیل نے بحکم الہی کنعانیوں کے ساتھہ کیا تھا جہاد
تصور کر کے لکھا ہی کہ جیسا کنعانیوں کا قتل کرنا انبیاے بنی اسرائیل کو حلال

تھا ویسا ہی محمدی دین میں جہاد کا حکم مسلمانوں کو تمام کافروں اور منافقوں پر ملا ہی ÷

مگر محمدیوں کے جہاد اور بنی اسرائیل کے جدال و قتال کو جو انھوں نے کنعانیوں کے ساتھ کیا تھا یکساں جاننا یا تو باعث اسکا ناواقفیت ہی کہ کتاب مقدس کے مطالب کو نہ سمجھکر ایسا خلاف امر لکھتے ہیں - یا صرف تجاہل ہی کہ جان بوجھکر ایسا دھوکھا نادانوں کو دینا چاہتے ہیں ÷

اس واسطے کہ خداے تعالی نے تمام کتاب مقدس میں کسی مقام پر حضرت موسی و یوشع و داؤد و سلیمان وغیرہ کسی نبی کو نہیں فرمایا کہ تم کنعانیوں کو دعوت ایمان کرو اگر نہ مانیں تو انھیں قتل کرو - یا یہہ کہ یا تو زرہ توریت کو مانیں ورنہ قتل کرو - ایک کنایہ یا اشارہ بھی کسی جگہہ نہیں ہی کہ کسی کو زبردستی جبرا و قہرا دیندار بناؤ اور اپنی کتاب یا نبی کو منواؤ - حاشا و کلا کہ ہرگز کسی نبی کی مراد اور مدعا یہہ نہتھا کہ بزور شمشیر یا خوف جان و مال و لا کسی کو دیندار بناوے یا اپنی کتاب کو منواوے - بلکہ جب انسان اپنے خداے منان کے نافرمان ہوتے اور انواع و اقسام قصور و عصیان کرتے یہاں تک کہ پیمانہ گناہ انکا لبریز ہو جاتا ہی حتی کہ خداے قدوس و غیور کی نظر عدالت میں انکا نیست و نابود کرنا احسن و انسب ہوتا ہی اس وقت وہ اپنا قہر انگیز نازل کرتا ہی

جیسا کہ حضرت نوح کے وقت جو لوگ تھے سوائے چند شخصوں کے باقی سب کے سب اپنے بداعمال و بدکرداری کے باعث مورد غضب الہی ہو کر طوفان میں ہلاک ہوئے ۔ پھر سدوم و عمورا کا حال بھی جیسا ہوا معلوم ہی وغیرہ +

پس اسیطور جب کنعانی اپنی شرارت اور بدی میں بڑھ گئے اور ہر گونہ انواع و اقسام گناہوں اور نافرمانیوں میں زیادتی کرنے لگے اور اپنے خداوند خدا سے باغی و سرکش و نافرماں ہوئے کہ بباعث اپنی گنہگاری اور تبہ کاری کے خدائے تعالی کی رحمت سے دور و مہجور اور مستحق غضب الہی و لائق سزا ہوئے ۔ اسواسطے خدائے جلشانہ نے انکی بداعمالی اور بدکرداری کے سزا دینے اور نیست و نابود کرنیکے لیئے بنی اسرائیل کو حکم فرمایا کہ سب کو قتل کر ڈالیں اور سب سے جنگ و جدل کر کے فنا کر دیں ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ و یوشع وغیرہ انبیائے کرام نے انکو نیست و نابود کر دیا ہے

پس یہہ جدال و قتال ایک غضب الہی تھا اور قہر خدا جو کنعانیوں پر انکی بداعمالی اور بدکرداریوں کے باعث نازل ہوا جیسا کہ توریت میں کئی جگہہ صاف صاف اس بات کو ظاہر فرمایا ہی ۔ کنعانیوں کے واسطے بنی اسرائیل مثل آب طوفان اور گندھک اور آگ کے تھے +

مگر کبھی ہرگز ہرگز اس جدال و قتال کی نسبت کسی نبی کی معرفت خدائے

ایسا نہیں فرمایا کہ اگر کنعانی ایمان لاویں یا توریت کو مانیں یا حضرت موسی یا یوشع وغیرہ کو رسول اللہ کہیں تو انکو معافی ہی ÷

پس ظاہر ہوا کہ جہادِ محمدی کو جدال و قتال بنی اسرائیل سے کچھ مناسبت اور مشابہت نہیں ہی - مجرم اور مفسد کو سزا دینا انصاف ہی مگر کسی کو زبردستی بزور شمشیر کسی کتاب یا نبی کو منوانا اور اقرار کرانا ظلم ہی - قائل ÷

ساتواں اختلاف - یہ ظاہر ہی کہ آدمی کی روح جو عبادت الہی کیواسطے مخلوق ہوئی ہی وہ روحانی خوشحالی کی طالب اور محض محبتِ خدا اور اسکے قرب و رضامندی سے خرسند و ارجمند ہوتی ہی - نہ جسمانی و نفسانی و شہوانی خواہشوں اور عیش و عشرتِ دنیاوی سے ÷

چنانچہ کتاب مقدس میں اُن برگزیدہ لوگوں کے حالات میں مرقوم ہی جو ایمان حقیقی خداوند یسوع مسیح کے وسیلے جنت میں داخل ہونگے اور جنتی ہونگے کہ خداوند مسیح (اپنی قدرت کی تاثیر کے مطابق جس سے وہ سبکو اپنے تابع کر سکتا ہی ہمارے خاکی بدن کی صورت کو بدل کر اپنے جلالی جسم کی مانند بنا دیگا) - اور یہہ کہ ایماندار مسیحی (فنا میں بویا جاتا ہی اور بقا میں اُٹھیگا ÷ بیحرمتی میں بویا جاتا ہی اور جلال میں اُٹھیگا - کمزوری میں بویا جاتا ہی قدرت میں اُٹھیگا - حیوانی بدن میں بویا جاتا ہی اور روحانی بدن میں اُٹھیگا) - اور کئی مقاموں کے ملاحظہ

سے معلوم ہوتا ہی کہ ایماندار مسیحی جب عالم بقا میں پونہچیگا تو وہان سب دکھہ درد اور نقص و قصور سے دور ہو کر کامل اور خوشحال ہوگا — اور مقدور بھر خداشناسی حاصل کریگا اور خداے تعالی کو دیکھیگا اور اُسکی حضوری اور قرب حاصل کریگا اور ہمیشہ خداوند مسیح کے پاس رہیگا — اور ایسی نیکبختی اور سعادت اور جلال اور عزت پاویگا جو عقل و فہم سے بیرون اور تحریر و تقریر سے افزون ہی — قرب الہی اور کامل محبت خدا اور عرفانِ حقیقی اور عبادتِ خالصہ اور رضاے مولا یہہ سب مدارج و معارج اُسکو حاصل ہونگے ✣

پھر لکھا ہی کہ اہل جنت نہ بیاہ کرتے نہ بیاہے جاتے ہیں کیونکہ وہ فرشتوں کی مانند ہیں — اور یہہ کہ وہاں کھانا پینا نہیں بلکہ راستی و سلامتی اور روح القدس سے خوشوقتی ہی ✣

مگر قرآن و حدیث میں اُسکے خلاف خبریں ہیں — بہشت کو مجازی اور جسمانی و نفسانی خواہشوں کا مکان بیان کیا ہی کہ وہاں نہریں ہیں جو پینے والوں کو مزہ دیتی ہیں — اور مصفی شہد کی نہریں ہیں اور انواع و اقسام کے میوے اور شراب و کباب اور پیالے اور جڑاؤ مسندیں اور حور و غلمان اور طرح طرح کے میوجات اور پرندونکا گوشت جو انکا جی چاہے اور موتی سے حور العین اور پرہیزگار عورتیں کہ ہمنے انکو خاص طور پر پیدا کیا ہی تاکہ وہ اپنے شوہروں کی محبوب اور ہمعمر اور ایسی حوریں

جو صرف اپنے شوہروں کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور انکے شوہروں کے سوائے کوئی انسان یا جن ان تک نہیں پہنچا — اور عیش و عشرت کے مکان — انگور کے باغ اور انار پستان حور اور لبالب پیالے ✣

اِنکے سوائے حدیثوں اور تفسیروں میں اور بہت سی باتیں لکھی ہیں جنکے لکھنے اور کہنے میں بھی نہایت شرم و حیا آتی ہے — اِس لیئے اتنے ہی پر اکتفا کیا گیا ✣

الغرض بموجب تعلیم قرآن و حدیث کے سعادت اُخروی یہی ہے جسمانی نفسانی شہوانی خواہشوں کا پورا ہونا کہ جو آدمی کی خواہش ہو وہاں موجود ہو جاتی ہے — اور عیش و عشرت و جملہ لذائذ و حظائظ اِس جہان کے جنپر آدمی کی ناپاک خواہش گناہ میں آغشتہ ہو کر راغب ہوتی ہے وہاں ملتی ہیں ✣

اے عزیز دوستو غور فرماؤ کہ ایسی آیتوں اور حدیثوں کے پڑھنے اور سننے والوں کی نفسانی خواہشیں کسقدر متحرک نہوتی ہونگی اور انکے مزاج اور طبیعت انکی طرف کسقدر مائل نہوتی ہونگی — پس کیا ممکن ہے کہ خدائے قدوس سبحان جو اپنے بندوں کی پاکی چاہتا اور جسکو انکی آلایش دنیاوی و نفسانی شیطانی دور کرنا منظور ہے وہ آپ ہی ایسا کلام کرے اور ایسی نفسانی و شہوانی خواہشوں کو متحرک کرے — ہرگز ہرگز نہیں — تعالی اللہ عما یصفون ✣

اور پھر یہ بھی عرض کرتا ہوں جیسا اوپر کہا کہ اگر بالفرض کسیکو ایسی مضمون پسند

ہوں یا ناپسند مگر بالفعل یہہ دیکھو کہ کتاب مقدس مین ارشاد ہی کہ اہل جنت تمام کدورتہاے جسمانی و خواہشہاے نفسانی سے پاک اور دور اور خداے تعالی کی محبت و عبادت اور اُسکے جلال و عزت سے معمور اور خدا و مسیح کے حضور خوشحالی روحانی ناآلودہ غیرفانی میں مسرور رہینگے اور وہاں کھانا پینا اور بیاہ شادی نہوگی بلکہ مثل فرشتونکے ہونگے - مگر قرآن و حدیث حور و قصور شراب و کباب کھانا پینا جیسا اِس جہان میں ہی اور جو جو ہوا و ہوس انسان پر عصیان یہاں کرتا ہی وہ سب بلکہ اُسنے بڑھکر وہاں بتاتے ہیں - فکیف التوفیق - ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ‡

آٹھواں اختلاف - حالات آفرینش و قصص انبیاے کرام و اخبارات دیگر مین بھی اختلافات قرآن و حدیث کے بکثرت تمام ہیں - کہ اگر کتاب مقدس کی خبریں حق و درست ہیں تو بلا شبہہ قرآن و حدیث کے قصے غلط ہیں - چند اُن میں سے ذیل میں عرض کیے جاتے ہیں ‡

(۱) کتاب مقدس میں ارشاد ہی کہ خداے تعالی نے آدم کو ایک دن میں یا آفرینش کے چھٹے دن بنایا - مگر حدیثون سے دریافت ہوتا ہی کہ آدم کو چالیس دن بلکہ زیادہ عرصہ میں بنایا - فرشتون کو حکم ہوا کہ اُس مٹی کو جو ملک الموت زمین کا کہنا نہ مانکر لے گیا تھا گارا کیا چالیس روز تک اُسپر مینہ برسایا ۳۹ روز غم کا پانی اور ایک روز خوشی کا - پھر اُس مٹی کو خشک کیا کہ مثل سفال کوزہ گران ہو گئی کہ ہوا

سے چلنے سے بچتی تھی پھر خدا نے اُس سفال سے آدم کا جسم بنایا ✝

(۲) کتاب مقدس کے مطالب سے دریافت ہوتا ہی کہ اُس صانع کامل نے آدم کو تمام گناہوں سے پاک اور نیکیوں اور خوبیوں سے معمور بنایا یعنی اُسکو ایسا پیدا کیا کہ وہ ناپاکی اور خواہشہاے نفسانی اور ہر قسم کی ہوا و ہوس اور جسم کی کاہلی و سستی سے آزاد اور پاک تھا حتی کہ گناہ کو جانتا بھی نہ تھا بلکہ اپنے خالق و رازق خداوند خدا کو بدرجۂ کمال پہچانتا اور اُسکی محبت بدل و جان رکھتا تھا اور محض اُسی کی رضامندی میں اپنی خوشحالی و سعادت و مسرت سمجھتا تھا۔ الغرض خداے تعالی نے آدم کو ایسا پیدا کیا تھا کہ اُسکی روح عرفان حقیقی و محبت الہی میں مسرور و محظوظ و سعادتمند ہو کر گویا نقش و تمثال و صورت صفات کاملۂ الہی کی تھی اور وہ اِس قابل تھا کہ تمام روے زمین کی مخلوقات پر محبت و قدرت حکومت و سلطنت کرے ✝

مگر قرآن و حدیث سے دریافت ہوتا ہی کہ آدم کو خداے تعالی نے ضعیف الخلقہ اور ناقص بنایا۔ چنانچہ مذکور ہی کہ قبل آفرینش کے جب خدا نے فرشتوں سے ارادۂ خلقت آدم بیان کیا تو فرشتوں نے کہا کہ کیا تو ایسے کو بناویگا جو فساد کرے اور خونریزی کرے۔ پھر جب خدا نے جبرئیل کو زمین پر بھیجا کہ ایک مشت خاک آدم کے بنانے کو لا دے۔ زمین نے خدا کی پناہ

مانگی کہ مجھہ میں سے خاک نہ لے کہ اُس میں سے ایک حصہ جہنمی ہوگا - چنانچہ وہ بے نیل مقصود چلے گئے - پھر خدا نے میکائیل کو بھیجا یہی معاملہ پیش آیا - پھر اسرافیل کو بھیجا اُن سے بھی زمین نے یہی کلام کیا - آخر کو ملک الموت کو روانہ کیا اُنھوں نے عذر و زاری زمین کی نہ سنی اور ایک مٹھی خاک لے ہی گئے - اِسی صلہ میں قبض ارواح کی خدمت اُنکو عطا ہوئی +

پھر جب مٹی پہ چالیس روز پانی برسایا گیا اور گلا یہ آدم بنایا گیا تو انتالیس ۳۹ روز غم کا پانی برسایا اور صرف ایک روز خوشی کا - جسکے سبب آدمی اکثر مغموم رہتا ہی اور کبھی خوش رہتا ہی +

پھر جب خدا نے مٹی سانی تو پہلے ایک چلو میٹھے پانی کا لیا اور کہا تجھہ میں سے رسول اور نبی اور عاشقانِ خدا کو پیدا کرتا ہوں - پھر ایک چلو کھاری پانی کا لیا اور مٹی سانی اور کہا تجھہ میں سے ظالموں گنہگاروں اور فریبیوں اور شیاطین کے ساتھیوں کو بناتا ہوں +

پھر لکھا ہی کہ ہوا و ہوس و شہوت و بلا چالیس روز تک آدم کے گارے میں خمیر کی گئی ہیں +

اور لکھا ہی آدم تمام روے زمین کی شور و شیرین مٹی سے بنایا گیا لہذا اُسکی اولاد میں سے جس میں شیرین جز غالب ہوتا ہی آخر کو وہ نیکبخت ہوتا ہی اور جسمیں

شور مجبہ غالب ہوتا ہی وہ آخر کو بدبخت ہوتا ہی ۔ پھر لکھا ہی کہ انسان ضعیف اور کچے جی کا اور جلد باز بنایا گیا ہی وغیرہ ÷

الغرض بموجب تعلیم قرآن و حدیث کے معلوم ہوتا ہی کہ خداے تعالی قدوس اور صانع کامل نے آدم کو ناقص و ضعیف الخلقة و جلد باز اور کچے جی کا بنایا جسکی سرشت نقص و عیب و گناہ و معصیت اور بدبختی سے تھی اور جو اکثر مغموم و مصیبت زدہ رہے اور کبھی خوش ہوے بجنسہ ایسا ہی بنایا گیا جیسا کہ اب انسان دیکھے جاتے ہیں ÷

بھائیو غور کرو کہ کس طور ممکن ہی کہ وہ صانع کامل ایسی ناقص مخلوق بناوے ۔ اور کس طرح ہو سکتا ہی کہ وہ خداے قدوس جو گناہ و معصیت سے مبرا و منزہ ہی اور تمام بدی اور ناپاکی سے نفرت کرتا ہی وہ خود آدم کو بدکاری و ناپاکی اور گناہ اور نقص اور عیب کا مجموعہ بناوے ۔ کون اس بات کو سچ مانیگا کہ وہ رب ذو الافضال جو خوبی اور نیکی کا بانی ہی اور انسانوں کی خوشحالی ابدی کا چاہنے والا ہی وہ خود ہی آدم کو ایسا بناوے کہ وہ اکثر اوقات غم و اندوہ اور مصیبت و تکلیف رنج و محن و فکر و تردد میں رہے ۔ کسکے وہم میں آسکتا ہی کہ وہ خداے غیور جامع جمیع صفات کاملہ ایسی مخلوق کو اپنا خلیفہ بناوے کہ جسکے بنانے پر فرشتہ طعنہ ماریں اور زمین اُسکے بنانے کو مٹی دینے سے انکار کرے اور ملائک مقربین تک کو

سے بے تیل مقصود پھیر دیوے اور خدا تعالیٰ کے حکم کو ٹال دے ۔ ایسی
بُری اور بدکار خونخوار اور مفسد مخلوق خود خدا بنا دے اور اپنا خلیفہ کرے
العیاذ باللہ ۔ صاف ظاہر ہی کہ یہہ بیان بالکل نادرست ہی خدا تعالیٰ
جو ہمہ وجوہ اپنی ذات و صفات میں کامل اور تمام خوبیوں اور رحمتوں اور برکتوں
اور سعادتوں اور نیکیوں اور کمالوں اور خوشحالیوں کا منبع ہی اُس سے بالیقین
ذی روح و صاحب تمیز مخلوق کا نیک و پاک اور خوب اور خوشحال اور کامل کا پیدا کرنا اقرب
الی القیاس اور مستحسن بلکہ یقینی ہی اور اُسکے خلاف ظہور میں آنا ناممکن و محال ۔

پھر اُسکے سوا ابھی صرف اسقدر ظاہر کرنا ضرور ہی کہ کتاب مقدس میں حال
آفرینش آدم اس طور لکھا ہی جیسا اوپر مذکور ہوا کہ آدم کو خدا نے کامل و مستجمع جمیع کمالات
نے اپنی پاکی و نیکی کے اقتضا سے اپنی صورت پر یعنی پاک و نیک و خوشحال و کامل
پیدا کیا تھا ۔ مگر قرآن و حدیث جو اُس کتاب کو کلام اللہ بتلاتے ہیں باایں ہمہ اُسی
کتاب کی اِس خبر کو اُلٹ ڈالتے اور اُسکے بالکل خلاف سکھاتے ہیں ۔

(۲۴) کتاب مقدس سے دریافت ہوتا ہی کہ خدا تعالیٰ نے زمین کی
مٹی سے زمین ہی پر آدم کو بنایا اور بمقام عدن ایک باغ میں رکھا ۔
مگر قرآن و حدیث سے دریافت ہوتا ہی کہ خدا نے زمین کی مٹی سے اُسکو
بنا کر آسمان پر بہشت میں رکھا ۔

(۴) قرآن میں ہی کہ خدا نے فرشتون کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں سو سب نے کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا اسواسطے وہ راندۂ درگاہِ الٰہی ہوا۔ حالانکہ کتاب مقدّس سے ظاہر ہی کہ ابلیس آدم کے پہلے ہی سے نافرمان اور خداے قدّوس کی نظر میں مردود نامقبول تھا +

(۵) کتاب مقدّس سے ظاہر ہی کہ خداے تعالیٰ نے جب آدم کو باغ عدن میں رکھا تو فرمایا تھا کہ تو باغ کے ہر درخت کا پھل کھانا مگر نیک و بد کی شناخت کے درخت سے نہ کھانا۔ مگر آدم و حوا نے شیطان سے ایسا فریب کھایا کہ اپنے خالق و رازق اور مالک کی حکم عدولی کرکے اُس درخت ممنوعہ سے کھایا اور اپنے خداوند خدا کی محبت سے اپنے دل کو پھیر کر اُس خوشحالی اور سعادت اور اوج عزّت سے اپنے کو آپ غم و اندوہ و نکبت و حضیض ذلت میں ڈالا +

چنانچہ حال مفصّل اسکا توریت میں مرقوم ہی جس سے دریافت ہوتا ہی کہ آدم و حوا نے شیطان سے فریب کھایا جو سانپ میں سرایت کرکے اُنکے پاس گیا اور درخت ممنوعہ کے کھانے کی اُنکو تحریص و ترغیب دی اور مرتکب گناہ اور خدا کا نافرمان بنایا اُس جنّت سے آدم خداے تعالیٰ کے قرب اختصاص اور شرف محبت اور خوشحالی جاوید سے دور ہوا اور ہر قسم کے رنج و غم و تکالیف گوناگوں میں اپنے آپ مبتلا ہوا جسمیں وہ اور اُسکی اولاد اُن تمام بلیات میں گرفتار ہوئی جو [illegible]

اور جیسی طور گناہ اور نافرمانی کے باعث آدم کی روح ناپاک ہوئی اور اُسکی طبیعت اور مزاج اور عادت خراب و بد ہو گئی اور دل میں کدورت اور عقل میں تیرگی آئی کہ عرفان حقیقی اور محبت اصلی اور قرب و اختصاص الٰہی اور اخلاق حمیدہ و عادات پسندیدہ اور خوشی و خرمی ابدی سے دور و مہجور ہوا اسی طور جسمانی قوت و طاقت و صحت میں بھی فتور پڑا کہ ضعف و ناتوانی اور انواع و اقسام کی بیماریاں اور درد و رنج عائد حال انسان ہوئے ؛

مگر قرآن و حدیث کے ملانے سے دریافت ہوتا ہے کہ اوّل شیطان مور کے پاس گیا کہ تو اپنے تئیں آراستہ کر کے بہشت میں آدم و حوا کے پاس جا اور اُنکے پاس ناچ کہ وہ اِس تماشہ کو دیکھکر فریفتہ ہوں اور میں آہستہ آہستہ بہشت کی دیوار تک پونہچوں جب وہ دیوار تک اِس وسیلے سے پونہچا وہاں ایک سانپ کے مُنہ میں بیٹھکر سانپ سے کہا کہ دیوار کے اوپر مجھے پونہچا پھر دیوار پر سے پہنچکر آدم و حوا سے ملاقات کی اور درخت ممنوع سے کھانے کی رغبت دلائی یہانتک کہ اُنھوں نے اُس درخت سے کھایا۔ اسپر خدا نے حکم دیا کہ تم سب بہشت سے زمین پر اُترو اور اُن میں آپس میں دشمنی ڈالی کہ سانپ اور مور اور آدمی میں طبیعی دشمنی ہے ؛

مگر یہہ کچھہ بھی ذکر نہیں لکھا کہ آدم کی اِس گنہگاری سے کیا نتیجہ ہوا اُسکی مزاج

یا طبیعت میں کچھہ فرق ہوا یا گیا - اور سچ ہی کہ کیا لکھتے وہ تو کہتے ہیں کہ خود
خدا ہی نے اونکو ناقص وغیرہ بنایا ؞

ہاں البتہ یہہ لکھا ہی کہ آدم وغیرہ سب زمین پر گرائے گئے - حوا جدہ
میں - ابلیس دشت میسان میں قریب بصرہ - سانپ اصفہان میں -
آدم ہندوستان میں - اور مور کسی اور جگہہ ؞

یا یہہ کہ آدم کی صورت ظاہری میں فرق آگیا کہ وہ پوشش جسم جو مثل ناخن
کے تھی جاتی رہی ایسا جسم ہوگیا جیسا اب ہی صرف ناخن اوس پوشش اصلی
کے نشان ہیں وغیرہ ؞

(۹) کتاب مقدس میں خبر دی ہی کہ جس وقت طوفان ہوا خدا نے تعالی
نے حضرت نوح کو فرمایا کہ تو اپنے سب خاندان سمیت کشتی میں داخل ہو چنانچہ
نوح اور اوسکے تینوں بیٹے سام و حام و یافث اور نوح کی بی بی اور اونکے
بیٹوں کی بیبیاں سب کشتی پر گئے اور خدا کے فضل سے سب کے سب
اوس طوفان سے بچے ؞

مگر قرآن و حدیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ نوح کا ایک بیٹا مسمی
کنعان اور تھا وہ اور اوسکی والدہ کشتی میں داخل نہوئے کہ خدا نے نوح کو منع
کیا چنانچہ وہ دونوں غرق ہوئے ؞

حالانکہ کتاب مقدس سے معلوم ہوتا ہی کہ کنعان حضرت نوح کا پوتا تھا اور
حام کا بیٹا جو بعد طوفان پیدا ہوا جس سے صیدا و حیت و یبوسی و اموری
و جرجاسی و حوی و عرقی و سینی و ارودی و صماری و حماتی پیدا ہوئے
جنسے ایک ملک کا ملک آباد ہوا جسکا نام آج تک مشہور و معروف ہی +

(۷) کتاب مقدس میں لکھا ہی کہ حضرت ابراہیم تارخ کے بیٹے تھے
مگر قرآن اور دوسری روایتوں کے ملانے سے واضح ہی کہ وہ آذر بت تراش
کے فرزند تھے +

(۸) تمام کتاب مقدس میں جابجا مذکور ہی کہ حضرت ابراہیم کا نسب خدا نے
فرمایا کہ حضرت اسحق سے ہوگا اور وہی فرزند یگانہ اور وعدہ کے فرزند کہلائے
- باقی اسمعیل ایک مصری لونڈی ہاجرہ کے پیٹ سے ہوئے اور ایسے ہی طور
زمران و یقسان و میدان و مدیان و یسباق و سوخ قتورہ کے پیٹ
سے پیدا ہوئے یہہ سب فرزند موعود یا وارث یا قائم مقام والد کے نہ تھے +
پھر لکھا ہی کہ خدا تعالی نے ابراہیم کو فرمایا کہ اپنے فرزند یگانہ اسحق کو
جسے تو پیار کرتا ہی لے اور اُسکو ملک موریا کے ایک خاص پہاڑ پر قربان کر
چنانچہ حضرت ابراہیم نے ایسا ہی کیا کہ مقام معلوم پر اپنے عزیز بیٹے
اسحاق کو باندھکر لکڑی کے اوپر قربانگاہ پر دھر دیا اور چھری لیکر چاہا کہ

که ذبح کریں مگر آسمان سے آواز سنکر باز رہے اور ایک مینڈھا اپنے پیچھے دیکھا چنانچہ اسکو ذبح کیا ۔

مگر قرآن و حدیث اسکے خلاف کہتے ہیں کہ اسمعیل کے ذبح کرنے اور قربان کرنے کو حکم ہوا تھا اور یہہ سب قصہ اُنپر جماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسمعیل ذبیح اللہ تھے - چنانچہ آج تک مسلمان عید الضحی اسی اعتقاد پر کرتے چلے جاتے ہیں - واے بیخبری ایشاں ۔

(۹) علی ہذا القیاس حضرت یعقوب و یوسف کے بہت سے حالات جو قرآن و احادیث میں مذکور ہیں وہ بالکل مخالف کتاب مقدس کے ہیں - جیسا کہ زلیخا کے تعشق میں وزیروں کی جوروؤں کا اس بدکام کی مشورت میں شریک ہونا اور سب کا مفتون ہونا اور ہاتھوں کا چھریوں سے کاٹنا اور پھر زلیخا کا بتخانہ بنانا اور بڑھیا ہو کر پھر جوان ہونا اور یوسف سے شادی کرنا وغیرہ بالکل خلاف واقع اور معارض حال مندرجہ کتاب مقدس کے ہے ۔

(۱۰) حضرت موسی کے بھی بہت سے قصے جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں وہ مخالف کتاب مقدس کے ہیں - چنانچہ قرآن میں ہے کہ فرعون کی جورو نے حضرت موسی کو پالا تھا مگر کتاب مقدس میں صاف لکھا ہے کہ فرعون کی بیٹی نے پرورش کیا تھا ۔

پھر مذکور ہی کہ جب موسیٰ مدین سے مصر کو آنے لگے عورت اور بکریاں ساتھ
لیکر جنگل میں رات کی سردی میں راہ گم کی اور عورت کو درد زہ شروع ہوا۔
دور سے آگ نظر آئی تب انھوں نے کہا کہ تم ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہی
شاید تمھارے پاس آگ سلگا کر لاؤں یا وہاں پر راہ کا پتہ ملے چنانچہ ہان
آگ کے قریب پہنچے تو وہاں خدا نے پکارا کہ ای موسیٰ میں تیرا رب ہوں
اپنی جوتی اوتار الخ ؛

حال آنکہ کتاب مقدس میں ارشاد ہوا ہی کہ موسیٰ اپنے خسر یترو کے
گلے کی جو مدیان کا کاہن تھا نگہبانی کرتا تھا تب اُسنے گلے کو بیابان کی
طرف ہانک دیا اور خدا کے پہاڑ حورب کے نزدیک آیا اُس وقت خدا
کا فرشتہ ایک بوٹے میں سے آگ کے شعلہ میں اُسپر ظاہر ہوا۔ اُسنے نگاہ
کی تو کیا دیکھتا ہی کہ ایک بوٹا آگ میں روشن ہی اور وہ جل نہیں جاتا تب
موسیٰ نے کہا کہ میں اب ایک طرف سے جاؤں اور یہہ عجائب دیکھوں کہ یہہ
بوٹا کیوں نہیں جل جاتا ہی ۔ جب خدا نے دیکھا کہ وہ دیکھنے کو ایک طرف
پھرا تو خدا نے اوسے بوٹے کے اندر سے پکارا اور کہا کہ ای موسیٰ ای موسیٰ الخ

(۱۱) ایسی طور حضرت داؤد و سلیمان وغیرہ انبیا کے حالات میں بہت
سی مخالفتیں ہیں کہ کتاب مقدس میں کچھ ہی اور قرآن و حدیث کچھ لکھتے ہیں

جو چاہے دونوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لے - چنانچہ سلیمان کی نسبت مذکور ہے کہ انکی بادشاہت تمام جہان میں تھی اور وہ انسانوں اور تمام جنات اور جملہ حیوانات پر حکومت کرتے تھے اور حیوانوں کی بولیاں بھی سمجھتے تھے - حالانکہ کتاب مقدس سے دریافت ہوتا ہے کہ سلیمان صرف بنی اسرائیل کے بادشاہ تھے - اسی طور قصہ بلقیس و تعمیر بیت المقدس وغیرہ میں کس قدر اختلافات ہیں ؛

(۱۲) وقس علی ہذا خداوند یسوع مسیح کے حالات پیدایش و پرورش و معجزات وغیرہ کے بیان میں بھی بہت اختلافات ہیں یہاں میں صرف ایک ہی امر لکھتا ہوں ؛

حضرت داؤد و اشعیاہ وغیرہ انبیاے بنی اسرائیل نے صدہا سال پیشتر خبر دی تھی کہ خداوند مسیح دنیا میں آکر تکلیف اُٹھاوینگے اور گنہگاروں کے بدلے اپنی جان دینگے اور مظلوم ہو کر شہید ہونگے - اور جب ایسا ہی ظہور میں آیا اور خدا کا کلام پورا ہو چکا تو انجیل میں جابجا صاف صاف خبر دی ہے کہ وہ سب پیشین گوئیاں بعینہٖ و بعینہٖ پوری ہوگئیں کہ خداوند یسوع مسیح جہان میں آئے اور آپ پنطوس پیلاطوس کی حکومت میں دکھ اُٹھا کر مظلوم مصلوب ہوئے - مر گئے اور دفن ہوئے تیسرے دن مردوں میں سے جی اُٹھے ؛

آپ کے حواریوں نے بھی منادی کی اور جماعت عامہ مسیحیوں کی متواتر
یہی شہادت دیتی چلی آئی ہے ٭

مگر قرآن کا حال اس باب میں عجیب ہے کہ ایک جگہہ تو اقرار ہے اور دوسری
جگہہ انکار ہے مگر علماے محمدی کھینچ کھانچ کر دونوں جگہہ کو مطابق کرتے تاویلات
بعیدہ سے کہ خداوند مسیح کو صلیب نہیں ہوئی اور نہ وہ قتل ہوئے بلکہ زندہ
آسمان پر اُٹھائے گئے ٭

الغرض اے بھائیو کہاں تک لکھوں اس میں کسی طرح کا ادنیٰ شبہہ نہیں ہے
کہ اگر کتاب مقدس خداے حی القیوم عالم الغیب اصدق الصادقین غیر متغیر کا
کلام ہے تو بلا شبہہ قرآن وحدیث اُسکی طرف سے نہیں ہیں — تاویلات بعیدہ
کی بھی گنجایش نہیں کہ کھینچ کھانچ کر بھی ان میں اتفاق مطابقت ہو سکے ٭
بلکہ ہر منصف مزاج شخص دونوں کا مقابلہ کرکے اس بات کو بلا ریب جان لیگا
کہ قرآن و حدیث محمدی کتاب مقدس سے اس قدر مخالفت اور مباینت
رکھتے ہیں کہ اگر کتاب مقدس کو الہامی اور منجانب اللہ فرض کریں تو ہرگز
ہرگز قرآن و حدیث خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے ہیں — مگر کتاب مقدس
کے منجانب اللہ اور الہامی ہونے کی تصدیق خود قرآن و حدیث ہی دیتے
ہیں اور جا بجا اُسکو کلام اللہ بتاتے ہیں — پس اس حالت میں دوسری دلیل

کی حاجت نہیں ہی اسی ایک کامل دلیل اور سچی علامت سے دریافت ہوتا ہی اور یقین ہوتا ہی کہ قرآن و حدیث خدا کی طرف سے نہیں ہیں کیونکہ جس کتاب کی بظاہر تصدیق کرتے اسی کی بباطن تکذیب کرتے ہیں کہ اسکے مطالب اور مقاصد اور مضامین کے خلاف تعلیم دیتے اور ساری کتاب کو الٹنا چاہتے ہیں۔ پس ایسا کرنے سے آپ ہی اپنے کو جھوٹا ٹھہراتے ہیں ؎

اب نیازمند کے عنایت فرما دو قسم کے ہیں بعضے تو وہ ہیں جو فرماتے ہیں کہ بلا شبہہ ہم ایمان کامل رکھتے ہیں کہ توریت و انجیل و زبور وجملہ صحف انبیاے کرام تمام و کمال کتاب مقدس الہامی اور من جانب اللہ ہی اور یہہ بھی کہ ابتک صحیح و اصلی اہل کتاب کے پاس موجود ہی جسکے ترجمے بہت زبانوں میں ہوئے ہیں — اور یہہ بھی کہتے ہیں کہ ہماری زبان کٹ جاے اگر ہم کتاب مقدس کی حقیت اور من جانب اللہ ہونے کے باب میں کچھہ کلام کریں یا شک لاویں یا اسکو محرف اور مبدل بتلاویں اگر کوئی ایسا شبہہ کرے تو خارج از دائرۂ اسلام ہی ؎

پس یہہ خیرخواہ اُن دوستوں کی خدمت میں یہہ التماس کرتا ہی کہ آپ

صاحبان تمام اختلافات کو ملاحظہ فرماویں اور بانصاف دل حسبتہ للہ توجہ
کرکے اپنے ہی دل سے پوچھیں کہ کس طور ممکن ہی اور کس کا دل تسلیم کر سکتا
ہی اور کون جان سکتا ہی کہ باوجود ان اختلافات کثیرہ متضادہ کے جو
نہ صرف بعض فروع اور زوائد باتوں میں ہیں بلکہ اصول دین وارکان ایمان
وطریق نجات واحکام باطن وغیرہ میں حسب شرح بالا ہیں اور پھر بھی کتاب
مقدس اور قرآن وحدیث حق اور من جانب اللہ ہوں ؏

یا تو آپ صاحب اس نتیجہ کو تسلیم فرمائیں جو میں نے اوپر لکھا ہی تو پھر
غیر حقیت اسلام میں شک وشبہ باقی نہیں ہی اب دوسری بات کا موقع ہی
وگرنہ آپ اُن وجوہات کو پیش کریں جن سے موافقت ومطابقت قرآن وحدیث
کی کتاب مقدس کے ساتھ کرتے ہیں یا اسقدر مخالفت کو بھی خدا کے
کلام میں روا رکھتے ہیں اور اُسکی ذات وصفات کے برخلاف نہیں سمجھتے

بعض احباب کو میں نے ایسا فرماتے سُنا کہ واللہ علی کل شیٔ قدیر اور
یہہ کہ وہ مختار مطلق ہی وہ جیسا چاہے حکم دے اور بیان فرمائے ؏
مگر معلوم ہوتا ہی کہ اُن صاحبوں نے ایسا کلام بن سوچے سمجھے فرمایا
اور غور نہ کرکے ایسا کہا۔ اِس واسطے کہ اگر وہ بھی دل میں سوچیں اور کچھ
بھی توجہ کریں تو اِس محل پر ایسی بات نہ کہینگے ؏

کیونکہ اول اُنکو سمجھنا چاہیے کہ خداے تعالی فی الواقع وفی الحقیقة سچا
اور اپنی ذات وصفات سے پاک ونیک وکامل ہی۔ انسان پر عصیان
کی مانند نہیں۔ پس کس طور ممکن ہی کہ جب اُسنے اپنی ایک کتاب میں
مسئلہ تثلیث فی التوحید وتوحید فی التثلیث اور الوہیت وابنیت خداوند
یسوع مسیح کو حق بتلایا ہو اور تمام گنہگاروں کی بخشایش محض ایمان خداوند
نجات بخش ممدوح پر منحصر بتائی ہو اور انسان کا کمال اُن احکام کے
اتباع اور بجا آوری پہ بیان کیا ہو جو کتاب مقدس میں مذکور ہیں۔ اور
اخبار جہان آیندہ اور احوال آفرینش وانبیاے کرام اُس طور ذکر
کیئے ہوں جیسا کہ کتاب موصوف میں مسطور ہیں۔ پھر وہی خدا ان سب
باتوں کے خلاف بیان کرے اُنکو جھٹلاوے اور اُن اصول ایمانیہ
کو کفر ٹھہراوے اور اُس راہ نجات کو باطل بتلاوے دوسری کیئی
راہین بخشایش کی ظاہر کرے۔ اور اُن باطنی احکام کو بدل ڈالے جو
ٹھیک اُسکی پاک ونیک ذات کے مطابق وموافق ہی اور جو اُسکی صفات
کاملہ کے عکس اور نمونے ہیں اور اُنکے بجاے رسوم ظاہری یا
ایسے احکام کی ہدایت کرے جو اُسکی ذات وصفات کے برخلاف
اور معارض ہیں۔ علی ہذا القیاس اخبار آفرینش وقصص انبیاے کرام

وحالات عقبی کچھہ سے کچھہ بیان کرے — بعض عنایت فرماؤں نے
ایسا ارقام کیا ھی کہ کتاب مقدس کے صحیفوں میں بھی مخالفت ھی
کہ ایک نبی کی کتاب دوسرے کے مخالف ھی ✣

پس اُنکی خدمت میں یہہ التماس ھی کہ ابھی نیازمند کتاب مقدس کے
من جانب اللہ ہونے نہونے کی نسبت کچھہ گفتگو نہیں کرتا ھی — ابھی مطلق
یہہ تحقیقات پیش نہیں کی جاتی ھی کہ کتاب مقدس کلام اللہ ھی یا نہیں
بالفعل یہہ دکھایا جاتا ھی کہ قرآن وحدیث خدا کی طرف سے بالیقین نہیں
ہیں — جب یہہ بات طی ہو چکیگی اُس وقت کتاب مقدس کے من جانب اللہ
ہونے نہونے کی بابت گفتگو کیجائیگی — اگر بالفرض کتاب مقدس میں
بھی ایسی مخالفت حقیقی اور تباین وتضاد اصول ایمانیہ وارکان دین
یا ہدایات وتعلیمات یا اخبار میں ثابت ہو تو اُسکی غیر حقیت کی دلیل
ہوگی نہ اس بات کی وجہ ہو سکتی ھی کہ قرآن وحدیث مخالف کتاب مقدس
کے نہیں یا کہ ایسی مخالفت کلام الٰہی میں ہونا ممکن ھی یا کہ خدا تعالیٰ
اپنی ذات وصفات کے برخلاف ہدایت وتعلیم دیتا اور آپ ہی اپنی
بات کو جھوٹا ٹھہراتا ھی ✣

الغرض ای بھائیو حق جوئی اور راستی پسندی ضرور ھی اور بلا تعصب

وطرفداري احدے تحقیقاتِ کامل درکار ھے - جو نقص اور عیب جسمیں
فی الواقع وفی الحقیقة ھے اُسکو تسلیم کرنا اور ماننا چاہیئے اور معیوب و مغشوش
سے کنارہ رہنا واجب ھے - چاہیے کوئی ہو ÷ کیونکہ خداے تعالیٰ
حق پسند اور راستی دوست ھے اور بس ÷

دوسری قسم کے اکثر نوازش فرماے خیر خواہ وہ ہیں جو مخالفت
قرآن وحدیث کو کتاب مقدس کے ساتھہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ فی الواقع
وفی الحقیقة قرآن وحدیثِ محمدی کے اصول ایمانیہ و تعلیمات وہدایت
و اخبار و قصص مخالف و مبائن کتاب مقدس کے ہیں کہ اگر ایک کو
اِن میں سے حق اور منجانب اللہ مانو تو بلاشک دوسرا ناحق ھے ÷

مگر وہ صاحب وہی دو دعوے پیش کرتے ہیں جو کچھہ عرصہ سے
چند علماے محمدی نے اپنی کتب مباحثہ وغیرہ میں لکھے ہیں - یعنی
کہ کتاب مقدس جسکی کہ قرآن وحدیث میں تصدیق کی ھے اور جسکو کلام اللہ
بیان کیا ھے وہ اب بجنسہ وبعینہ اصلی موجود نہیں ھے بلکہ محرف ہوگئی اور
بدل گئی اُسکے مطالب و مقاصد متغیر ہوگئے اِسقدر کہ اب قابل اعتبار
و اعتقاد کے نہیں رہی - اور اسکے سوا اب قرآن وحدیث کے
آنے کے باعث کتاب موصوف منسوخ ہوگئی کہ اگر اصلی بھی موجود

هوتي تو بهي همكو اُسكو پڑهنا يا اُسپر عمل كرنا نا جائز و نا روا هي كه اب وه
مثل تقويم پارينه هي ✤

بنا برآں بپاسِ خاطرِ اُن احباب كے اِن دونوں دعووں كے
باب ميں جو كچهه حق و راست هي لكها جاوے ـ اور ميري دانست ميں
ايسے بهائيوں كو ضرور اور فرض هي كه ان دونوں دعووں كي تحقيقات
كا مشغلي فرمايں ـ اگر ثابت هو كه في الواقع كتاب مقدس كے مطالب و مقاصد
بدل گئے اور كچهه كے كچهه هو گئے تو پهر قابل التفات نهيں اور نه لائق اعتماد
و اعتقاد كے هي كه وجه مخالفت ظاهر هو گئي ✤

اسيطرح اگر كتاب موصوف كا منسوخ اور رد هو جانا ممكن هي تو سچ هي كه پهر
اُسكا پڑهنا اور ماننا كيا ضرور ✤

اِس حالت ميں صرف وه دلائل دركار هيں جنسے قرآن و احاديث كا
من جانب الله هونا ثابت هو اور بس ✤

ليكن اگر يهه دونوں دعوے ثابت نهوں بلكه غلط اور باطل ٹهيريں تو
پهر قرآن و حديث كا اعتبار گيا اور بالیقين معلوم هوگا كه يهه دونوں خدا
كي طرف سے هرگز نهيں هيں كه جس كتاب كو بار بار جابجا تصديق كرتے اور
اُسكو كلام الله اور خداے صادق كي طرف سے بتلاتے هيں اُسكے مطالب

ومقاصد اور ہدایات وتعلیمات اصول ایمانیہ وارکان دین کو درہم برہم کرتے بلکہ
اُنکو رد کرتے ہیں اور کفر بتلاتے ہیں اور نئے عقائد اور اعمال عبادات وغیرہ
مقرر کرنا چاہتے ہیں اور اُسی کتاب کے اخبار معاد و حالات انبیاے کرام
وغیرہ کو جھٹلانا چاہتے ہیں - تو ایسا کرنے سے آپ ہی اپنے کو باطل
کرتے ہیں +

اب اے بزرگو دوستو عزیز پیارو یہہ آپکا خادم اور خیرخواہ عقبی التعصب و
طرفداری چھوڑکر ان دونوں دعووں کے باب میں جو بات حق و راست
ہی عرض کرتا ہی اور طرفین کے عمدہ دلائل جو اب تک معرض تحریر میں آئی ہیں
فراہم کرکے لکھتا ہی - اور آپ صاحبوں کی خدمت میں بکمال آرزو و منت و سماجت
یہہ امید رکھتا ہی کہ بنظر انصاف صاف دلی اور حق پسندی سے بغور و تامل
ملاحظہ فرمائیں اور جو حق درست نتیجہ ہی اُسکو سمجھ کر مجھے بھی اطلاع فرمائیں +

تحقیقات اوّل دعوی تحریف میں

تحقیقات دعوی تحریف ۱۲

اہل اسلام سے جب کہا گیا ہی یا صاف دکھایا اور بتلایا جاتا ہی کہ قرآن
وحدیث کتابِ مقدس کی کس قدر تعریف وتوصیف بیان کرتے ہیں اور
جابجا اُسکی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ کلام اللہ ہی مگر باوجود اِسکے پھر وہی دونوں
اُسی کتاب سے مخالف اور مبائن ہیں کہ اُسکے اصولِ ایمانیہ وارکانِ دین
اور ہدایات وتعلیمات واخبار وقصص کے خلاف سکھاتے اور بیان
کرتے ہیں - بھلا پھر کس طور قرآن وحدیث خدلے اصدق الصادقین
وعالم الغیب وغیر متغیر کی طرف سے متصور ہوسکتے ہیں - تو اِسکے جواب
میں اکثر مسلمان بھائی ایسا جواب فرماتے ہیں کہ کتابِ مقدس جو اب
یہود ونصاریٰ کے پاس موجود ہی اصلی نہین ہی بلکہ اُسمیں تحریف کیا
گئی ہی کہ اب کتابِ موصوف بالکل قابل اعتماد اور اعتقاد کے نہیں رہی
- اِس سبب سے قرآن وحدیث کے مطالب ومقاصد مذکورہ بالا
اِس کتاب محرف سے نہیں ملتے ہیں بلکہ اُسکے برخلاف ہیں ؛

لہذا ضرور ہی کہ اوّل تحریف کے معنی اور مدعا دریافت کیا جاوے تحریف کے
پس ظاہر ہی کہ جب اہل اسلام اس سوال کے جواب میں کہ (قرآن وحدیث معنی

کس سبب سے کتاب مقدس کے اصول ایمانیہ وارکان دین و تعلیمات
وہدایات واخبار قصص وغیرہ کے مخالف ومباین ومعارض ہیں)
دعوی تحریف پیش کرتے ہیں اور اسکو وجہ مخالفت بیان کرتے ہیں
پس واضح وآشکار ہی کہ مدعا کیا ہی — یہی کہ کتاب موصوف کے مطالب
ومقاصد مسطور تو ضرور اور انکے سوا اور مطلب بھی مثل بشارت محمد صاحب
کے بدل گئے ہیں ؎

الغرض تحریف کتاب کا مدعا یہہ ہی کہ اُسکے مطالب اور مقاصد کا
بدلنا اور متغیر کرنا کہ بحالت اصلی نہ ہیں — ایسی صورت میں وہ ناقابل اعتماد
اور اعتقاد ہو سکتی ہی اور بس ؎

مگر ملاحظہ فرمایئے کہ تھوڑے عرصے سے چند علماے محمدیہ نے جنہوں نے
دینِ مسیحی میں تصنیفات وتالیفات کیں اور دعوی تحریف کو پیش کیا ہی
جب اُنھوں نے اِس دعوی کا ثبوت نہ دیکھا اور کوئی وجہ بنائی اور
کسی نوع دلیل تحریف کی پیش نہ کر سکے تو تحریف ہی کے معنی بدل ڈالے
اور اُسکا مدعا بھی کچھ کا کچھ بتلایا ہی ؎

چنانچہ غور فرمایئے کہ مولوی رحمۃ اللہ اور ڈاکٹر وزیر خاں —
جنھوں نے خصوصاً اِس باب میں زیادہ تر تحریرات کی ہیں بلکہ ایک

علماے محمدی نے کتاب مقدس کی تحریف ... معنی بدل ڈالے

کتاب خاص اس باب میں ارقام کی ہی جسکا حوالہ اکثر احباب اپنے
خطوط میں لکھتے ہیں کہ کتاب مذکور میں دعوی تحریف کو بخوبی تمام ثابت
کر دیا ہی اُسی کتاب میں ایسا مرقوم ہی۔ (تحریف سے کہتے ہیں بات
کے بدل ڈالنے کو اور یہہ بدل ڈالنا خواہ باعتبار معنی کے ہو اور اسکو
تحریف معنوی کہتے ہیں خواہ باعتبار لفظوں کے اور اُسکو تحریف لفظی
کہتے ہیں پھر تحریف لفظی خواہ اس طرح پر ہو کہ ایک لفظ کو دوسرے
لفظ کے موضع میں رکھدیں خواہ اس طرح پر کہ کسی لفظ کو اپنی طرف سے
بڑھا دیں یا گھٹا دیں) پھر آگے بڑھ کر لکھا ہی (انشاء اللہ تعالی بتحقیق
عیسائی مذہب کے اقرار سے بخوبی ثابت ہو جائیگا کہ اُن کتب کی بعض
جا میں بعض لفظ بعض لفظ سے بدل گیا اور بعض جا لفظ یا جملہ بڑھایا
گیا اور بعض جا سے لفظ یا جملہ اُڑا یا گیا ہی اور اسکو ہم تحریف اُن کتب
کی کہتے ہیں خواہ اسکو عیسائی لوگ کہیں کہ شرارت سے بے دیانتوں سے
قصداً ظہور میں آئی خواہ بسبب مفقود ہونے تواتر لفظی کے غلطی کاتبوں
یا وہم اصلاح دینے والوں کی طرف نسبت کریں کیونکہ ہمارے دعوی میں سب
قسموں کی تحریف لفظی میں مراد عام ہی کہ قصداً واقع ہو یا بغیر قصد کے)
اور دوسرے مسلمانوں کی تصانیف سے بھی ایسا ہی کچھ معلوم ہوتا ہے

که وه بهي تحريف اسي مدعا سے بيان فرماتے هين - الغرض بموجب
تحريرات علماے محمدي کے تحريف دو قسم کي ٹههري ايک معنوي يعني که
گو الفاظ و عبارتِ کتاب تو بجا هون مگر مراد اصلي اور معني حقيقي اُسکے بيان
نهون بلکه خلاف منشاے کتاب و سياق عبارت اگر اُسکي تاويل يا تفسير
کيجاوے يا مطلب ظاهر کيا جاوے تو اُسکو بهي تحريف کهتے هين -
دوم تحريفِ لفظي يعني که بعض مقامون مين کلمه يا کلام کا بجا نه رهنا اِس طور پر که ايک
کلمه يا زياده دوسرے کلمه يا کلام کي جگهه هو جاوين يا ايک کلمه يا کلام زياده يا کم
هو جاوے تو تحريف لفظي کهلاويگي - اور يهه تغير و تبديل خواه قصداً کوئي
کرے يا کاتب سهو سے لکهه جاوے يا غلط فهمي سے صحيح کي جگهه غلط
لکهه دوے - يهه سب تحريف کهلاتي هين - تو وه کتاب جسکے معني اور مطلب
صحيح بيان نه کيے جاوين يا جسمين لفظي تغيرات مذکوره واقع هون محرف هوتي هے
مگر هر فهميده و سنجيده شخص سمجهه سکتا هے که جس حالت مين کسي کتاب کے الفاظ
و عبارت بجنسه و بعينه بحالت اصلي موجود هين جس طور مصنف نے تصنيف کي
هے پس اگر اُسکے بعض مقامون متشابه مين فرقهاے مختلف جدا جدا تاويل
و تفسير کرتے هين اور اِس جهت سے باهم اختلاف هے - يا بالفرض و التقدير
اگر في الواقع بعضے لوگ اُسکے حقيقي معني بيان نهين کرتے هين بلکه اپني جهالت

یا شرارت سے غلط تاویل و تفسیر کرتے ہیں اور خلاف منشاے مصنف و سیاق عبارت مطلب بیان کرتے ہیں تو اس سے کتاب پر کیا نقص عائد ہوتا ہی اور اُسمیں کونسا نقص پایا جاتا ہی۔ کیونکہ جو حق کے طالب اور راستی پسند ہیں وہ بلا شبہہ حسب سیاق عبارت و ربط کلام وغیرہ اصلی و حقیقی مطلب اور مدعا کتاب کا جان اور مان سکتے ہیں۔ مثلاً قرآن کی بہت سی آیات کے معنی اور مطلب میں اہل اسلام کے مختلف فرقے باہم اختلاف اور نزاع رکھتے ہیں اور جدا جدا تاویل اور تفسیر کرتے ہیں۔ اور دیکھیے مجسمیہ اور بعض قسم کے غالی صوفی وغیرہ بہت سی آیتوں کے معنی نہایت بعید الفہم بیان کرتے ہیں بلکہ بالکل غلط تاویل اور تفسیر کرتے ہیں تو اس سے قرآن محرف نہیں ہو سکتا ہی اور نہ کوئی اِسکو تحریف کہتا ہی۔ بلکہ اسکو تحریف کہنا نہایت نادانی یا تعصب ہی ؛

اِسی قبیل سے ہی اختلاف ترجموں کا کہ جس حالت میں کتاب اصلی یعنی جس زبان میں کتاب تصنیف ہوئی اُسکا نسخہ صحیح موجود ہی اور فرض کرو کہ اُسکا ترجمہ کئی شخصوں نے جدا جدا کیا ہی۔ پس اگر سب ترجمے متفق اللفظ والمعنی نہوں بلکہ مختلف ہوں الفاظ میں اور بعض مقاموں پر اختلاف معنی اور مطلب کا بھی ہو تو جاے تعجب اور مقام حیرت نہیں بلکہ اگر فرض کرو کہ بعضا

ترجمہ کسی نے غلط بھی کیا تو بھی اصلی کتاب جسکا ترجمہ ہوا محرف شمار نہ کیجائیگی
اور جسکو ذرا بھی تمیز ہی وہ ترجموں کے اختلاف لفظی یا معنوی یا بالفرض کسی
غلط ترجمہ ہونے کے باعث ہرگز نہ کہیگا کہ اصلی کتاب میں تحریف ہو گئی اور
اب اسکا اعتماد جاتا رہا +

کیونکہ ظاہر ہی کہ جب کئی شخص ایک کتاب کا ترجمہ کریں ایک ہی خاص
زبان میں تو ممکن نہیں ہی کہ سب ترجمے متحد اللفظ و متفق المعنی ہوں - کیونکہ
ایک مترجم کتاب اصلی کے ایک لفظ کی جگہہ ایک لفظ اُس زبان کا رکھتا ہی
جس میں ترجمہ کرتا ہی اور دوسرا مترجم اُسکے ہم معنی دوسر الفظ اور تیسرا اسکے
بجاے دو لفظ - پھر بہت سے لفظ کتاب اصلی کے کئی معنی میں مشترک
ہوتے ہیں ایک مترجم ایسے الفاظ کو ایک معنی میں مستعمل کرتا ہی اور دوسرا
دوسرے معنی میں - اِسی طور کبھی ایک جملہ کے معنی ایک شخص ایک نوع سمجھتا
ہی اور دوسرا اُسکے دوسرے معنی جانتا ہی - پھر ایک مترجم کو پسند آتا ہی کہ
لفظی ترجمہ کرے اور دوسرا با محاورہ اور تیسرا دونوں کے بیچ میں +

اِسکے سواے اَور بہت سی وجوہات ہیں جنکے باعث محال عادی ہی
کہ اگر کسی کتاب کو کئی شخص ترجمہ کریں اور سب ترجمے متحد اللفظ و متفق المعنی
ہوں - چنانچہ جو صاحب ترجمہ کرنا جانتے ہیں اُنسے پوشیدہ نہیں ہی کہ اگر

ایک ہی شخص مختلف وقتوں میں کسی کتاب کا ترجمہ کرے اور دونوں ترجموں کو ملاوے تو دونوں متحد اللفظ و متفق المعنی نہونگے - پس جبکہ کئی شخص ترجمہ کریں تو اُنکے ترجموں کا یکساں ہونا لفظ اور معنی میں کیونکر ممکن ہی +

چنانچہ آپ ملاحظہ فرماویں کہ قرآن کے کئی ترجمے زبان اُردو و فارسی میں ہوئے ہیں مگر باہم متفق اللفظ و المعنی نہیں ہیں +

منجملہ اُنکے چار ترجمے یعنی ترجمہ مولوی عبدالقادر صاحب ۱ و ترجمہ رفیعی ۲ و ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب ۳ - و ترجمہ تفسیر یعقوب چرخی ۴ ملاکر آپ مطالعہ کریں کہ باوجودیکہ یہہ چاروں شخص ہم ملت و ہم مشرب و ہم فرقہ ہیں تاہم اُنکے ترجمے یکساں نہیں +

بپاس خاطر آپ کے بدون اِسکے کہ ڈھونڈکر ایسے مقام لکھوں جہاں زیادہ تر فرق ظاہر ہوتا ہی بلکہ شروع قرآن سے چند آیات کا ترجمہ نیچے لکھتا ہوں ترجمات مذکورہ سے یعنی سورۂ فاتحہ +

(۱) شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا +

(۲) شروع کرتا ہوں مین ساتھ نام اللہ کے کہ وہ رزق دینے والا اور بخشنے والا ہی +

(۳) بنام خدای بخشایندۂ مہربان +

(۴) آغاز میکنم من بنام خدائے نیک مہربان نیک بخشاینده ٭

(۱) سب تعریف اللہ کو ھی جو صاحب سارے جہان کا بہت مہربان نہایت رحم والا ٭

(۲) سب تعریفیں واسطے اللہ کے کہ پروردگار عالموں کا بخشنے والا مہربان ٭

(۳) حمد مر خدائے را کہ پروردگار جہانیانست بخشاینده مہربان ٭

(۴) ہمہ ثنا ہا خدائے راسزد کہ ہرچہ کند عین حکمتست ٭

(۱) مالک انصاف کے دن کا ٭

(۲) خداوند دن جزا کا ٭

(۳) خداوند روز جزا ٭

(۴) پادشاہ روز قیامتست ٭

(۱) تجھی کو بندگی کریں اور تجھی سے مدد چاہیں ٭

(۲) تجھی کو عبادت کرتے ہیں ہم اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں ٭

(۳) ترا می پرستیم وازتو یاری میخواہیم ٭

(۴) ترا بندگی میکنیم وازتو یاری میخواہم ٭

(۱) چلا ہمکو راہ سیدھی ٭

(٢) دکھا ہمکو راہ سیدھی ÷

(٣) ہدایت کن مارا راہ راست ÷

(٤) بنماے مارا راہ راست ÷

(١) راہ اُنکی جن پر تو نے فضل کیا نہ جن پر غصہ ہوا اور نہ بہکنے والے ÷

(٢) راہ اُن لوگوں کی جو نعمت کی ہی تو نے اُنپر سواے اُنکے جو غضب کیا گیا اوپر اُنکے اور نہ گمراہ ہونگے ÷

(٣) راہ آنانکہ انعام کردی بر ایشان نہ غضب شدہ بر آنہا و نہ گمراہان ÷

(٤) راہ آنانکہ نیکی کردہ بر ایشان نہ خشم گرفتہ شدہ بر ایشان نہ گمراہان ÷

پھر آپ اُس ترجمے کو بھی ملا دیں جو امامیہ مذہب والوں نے زبان اُردو میں کیا ہی کہ مقامات کثیر میں جہاں جہاں اختلاف تاویل و تفسیر کا اہل تسنن کے ساتھ ہی کس قدر فرق اور اختلاف لفظوں اور معنوں کا اِن ترجموں سے ہی ÷

اِسی طور اگر معتزلوں یا دوسرے فرقوں کے لوگ بھی اِس زبان میں ترجمہ کریں تو معانی اور مطالب میں بھی علاوہ الفاظ اور عبارت اور محاورہ کے کس قدر فرق ہوں ÷

اور فرض کرو کہ اگر کوئی کم استعداد و نادانی سے یا کوئی الٹی اور بعید الفہم تاویل و تفسیر والا غلط ترجمہ کرے۔ تو اِن سب صورتوں میں چاہیے کیسا ہی

فرق اور اختلاف ترجموں کے الفاظ اور معانی اور مطالب میں کیوں نہ ہو جاوے
لیکن در حالیکہ اصل نسخہ یعنی عربی نسخہ قرآن کا سبکے پاس یکساں ہی لہذا قرآن
محرف شمار ہو سکتا ہی اور نہ ان اختلاف تراجم کے باعث سے قرآن عزیز معتبر
ہو سکتا ہی اور نہ کوئی کہہ سکتا ہی کہ اب قرآن قابل اعتماد اور اعتقاد کے نہیں ہی

اب باقی رہی تحریف لفظی اُس طرح کی جو حسب ادعائے علمائے محمدی
اوپر مذکور ہوئی یعنی تبدیل و تغییر یا کمی بیشی بعض الفاظ کی حسب شرح بالا
پس واضح ہو کہ جب کسی کتاب کے نسخجات کثرت سے جابجا مروج ہوتے
اور جگہہ جگہہ اُسکی نقلیں ہوتی ہیں اور مدتہائے مدید تک لاکھوں کاتبوں کے
ہاتھہ سے لکھی جاوے تو ممکن نہیں ہی کہ سبکے سب کاتب کوئی غلطی نہ کرے
اور تمام نقلیں من کل الوجوہ مطابق اصل کے ہوں بلکہ ضرور بالضرور کاتبوں کی
کم استعدادی اور ناواقفیت اور سہو و نسیان اور غفلت و بے احتیاطی وغیرہ سے
اُن نقلوں میں اعراب و نقاط اور حروف و کلمات بلکہ کبھی کبھی جملوں کا بھی فرق
واقع ہوگا۔ چنانچہ آپ صاحبوں میں سے جس کسی کو کسی کتاب کے دو چار ہی
قلمی نسخوں کے مقابلہ کا اتفاق ہوا ہوگا تو اس امر سے بخوبی آگاہ ہونگے —
بلکہ جز دو جز ہی کی دس پانچ نقلیں اگر چند شخصوں سے کرائی ہونگی اور پھر اُنکا
مقابلہ کیا ہوگا تو ظاہر ہوا ہوگا کہ سب کے سب کاتبوں نے بالکل صحیح مطابق

اصل نہ لکھا ہوگا ضرور غلطیاں نقل میں ہوئی ہونگی ۔ پس آپ خیال فرماویں کہ
اگر آپ کسی کتاب کے سو دو سو نسخے جمع کریں جو مختلف ملکوں اور مختلف وقتوں اور
مختلف استعداد اور لیاقت کے لوگوں نے لکھے ہوں تو کیا ممکن ہے کہ وہ سب نسخے
اعراب و نقاط اور حروف اور کلمات اور جملوں میں بالکل موافق و مطابق ہوں ہرگز
ہرگز نہیں ۔ بلکہ ضرور بالضرور اُن نسخوں میں بہت جگہہ سوا اختلاف
اعراب و حروف و نقاط کے کلمات اور جملوں کا بھی فرق ہوگا ۔ اور فرمائیے
کہ اگر ایسا اختلاف کسی کتاب کے اس قدر نسخوں کے مقابلہ کرنے میں پایا جاوے
تو کوئی ایسا کہیگا کہ یہہ کتاب محرف ہے یا اُس صورت میں اصل وہ نسخہ جو مصنف کے
ہاتھہ کا لکھا تھا اگر بسبب امتداد زمانہ و انقلاب روزگار کے موجود نہو پس واسطے
تصحیح کے کونسے عمدہ اور سب سے بہتر تجویز ہو سکتے ہیں کہ اُسکے پرانے
اور نئی نقلیں جسقدر بہم پہنچیں اور جہاں تک دستیاب ہوں جمع کرکے مقابلہ
کریں اور جیسا حق تصحیح ہے ادا کیا جاوے ۔ پس اگر دس بارہ سو کتاب کا
مقابلہ کیا جاوے تو لا محالہ اُنہیں غلطیاں یعنی اختلاف نسخہ پایا جاویگا پس
اگر ایسا بھی کوئی کرے کہ براے مزید احتیاط ایک نسخہ صحیح اُنسے لکھہ کر جس
کتاب میں جو جو بات ایسی پائی کہ سب نسخوں میں نہیں بلکہ اسی خاص نسخہ میں یا
دو چار اور نسخوں میں تھی تو اُسکے اظہار کے واسطے نشان و علامت نسخہ کی دیکر

اس کمال عرق ریزی اور محنت کے ساتھ تصحیح کرے کہ نقطہ اور اعراب اور لفظ اور جملہ وغیرہ سب بڑے اور چھوٹے اختلاف نسخہ کو بھی بتلاوے تو آپ آپ صاحب انصاف فرماویں اور داد دیں کہ اس سے زیادہ اور کونسا درجہ تصحیح کا ہے — اور یہہ بھی فرمایئے کہ ایسا کرنا کون ہے جو تحریف بتلاویگا اور کون ہے کہ ان اختلاف نقاط و اعراب یا بعض لفظوں یا نہایت قلیل جملونکو تحریف کہیگا اور اس کتاب کو جسکے نسخوں کا اسطور مقابلہ کیا گیا غیر معتبر و غیر معتمد ٹھہراویگا ہاں البتہ اگر کسی کتاب کے نسخے باہم ایسے مختلف اور متفرق ہوں کہ اُسکے مطلب و مقصد اور مضامین اور تعلیمات میں اختلاف اور تعارض اور تناقض ہو یا بیشی وکمی مفرط ہو تو اس حالت میں ضرور اُس کتاب کا اعتبار نہوگا کہ ایک نسخہ میں ایک قسم کے مطلب و مقصد ہیں اور دوسرے میں دوسرے مضمون اور دعاوغیرہ — مثلاً آپ ملاحظہ فرماویں کہ قرآن جسکی حفاظت اور صیانت اہل اسلام بہت کرتے ہیں اور ایک مختصر کتاب ہے کہ تھوڑے عرصہ میں بہت لوگ زبانی بھی یاد کر لیتے ہیں اور خاص اُسکی صحت اور اصلیت پر بڑا فخر کرتے ہین اُسی کے مختصر حال کو سنیں اور غور فرماویں +

مین اس مقام پر نہ حال وقت تالیف وتصنیف قرآن کا ذکر کرتا ہوں کہ کتنی آیات اور سورتیں پہلے قرآن میں تھیں اور محمد صاحب نے انکو پیچھے خارج کر دیا

یا کونسی سورت یا آیتیں تھیں جنھیں خود محمد صاحب اور اُنکے صحابی بھول گئے — اور نہ اُس کیفیت اور اُن ماجروں کا حال لکھتا ہوں جو بوقت جمع و ترتیب قرآن گذرے اور جو اختلاف اور نزاع ہوا اور جو صحیفہ عثمان نے جمع کیا اُسپر کیا کیا کلام صحابیوں نے کیا کہ کسقدر قرآن درج ہونے سے باقی رہا ہے اور کون کون سی سورت اب اس مجموعہ میں شامل کی ہے جو قرآن نہیں ہے وغیرہ — بلکہ صرف اتنا ہی نہایت مختصر حال آپ کو لکھتا ہوں کہ جو نسخہ عثمان خلیفہ ثالث نے جمع کیا اور اُسکی نقلیں بھیجکر جاری کیں اور مروج کیں اُسی کا حال آپ ملاحظہ کریں +

کہ جب عثمان نے اپنے نسخہ کی نقلیں جاری کیں اور قرآن اطراف و جوانب میں پھیل پڑا اور زمانہ تابعین بھی گذر گیا تو اُن لوگوں میں سے ایک قوم امام قرأت کے کھڑے ہوئے جنکی قرأتوں کی لوگ پیروی کرتے تھے وہ قریب بیس کے تھے — اُن میں سے سات شخص زیادہ مشہور ہوئے — بعدہ لکھا ہے کہ اُنکے بعد یہہ وبا قرأت ہر کہیں منتشر ہوئی و لیکن اُنکے پیچھے جدا جدا ہوئیں گروہیں جو اُن سے روایتیں کرتی تھیں اُن میں سے دو دو شخص ہر ایک اُن ساتوں قاریوں کی روایات بیان کرنے کو مشہور ہوئے — پھر جب جھوٹ پھیل گیا (اتقان — نوع ۲۰)

اور قریب تھا کہ حق اور باطل ملجاوے تب بہت سے لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور غایت درجہ کوشش کی اور حروف قرات کو جمع کیا اور وجوہ اور روایتوں کو جانچا اور اُن میں سے صحیح و مشہور و شاذ کو جدا کر کے کتابیں علم قرائت میں تصنیف کیں اُن میں سے اوّل تصنیف کرنے والے حیچہ شخص تھے۔ اُسکے بعد اور بہت سے لوگ انھیں کے دنوں میں اور اُنکے بعد کھڑے ہوئے جنھوں نے قرائت قرآن میں بانواعہا تالیفات کیں۔ اور امام قرائت کے بیشمار ہیں ✣

پس بھائیو خیال کرو کہ اگر اُسی نسخۂ قرآن کو صحیح مانا جاوے تو بھی کسی طور ممکن نہیں ہی کہ اُسی نسخہ کی نقل مطابق اصل اب مسلمانوں کے پاس موجود ہی۔ کیونکہ جب روایات مختلف ہیں جیسا کہ میں بیان کرونگا۔ پس کیونکہ ممکن ہی کہ اُن بیس شخصوں ہی کی روایت درست ہوں جو بعد تابعین کے گذرے کیونکہ اگر صحیح روایت ہر شخص کی تھی اور اصلی نسخہ کے مطابق تو اُن میں باہم اختلاف کیوں تھا نہ صرف روایات میں بلکہ قرائت میں۔ اور جب کہ احتمال غلطی کا ہی کہ اُن بیس قاریوں کی ایک ایک جگہہ کی روایت مختلف فیہ میں سے صرف ایک ہی مطابق اصل نسخہ کے پائی جاوے تو بہی ضرور احتمال پکا ہی کہ کچھہ ضرور نہیں ہی کہ جو اِنھیں بیس شخصوں کو

روایت ہیں وہی صحیح تھیں اور اُنھیں کا اجتہاد خالی از غلطی تھا۔ پھر اُن میں
میں سے صرف سات مشہور ہوئے جنکی قرأتوں کا نام پایا جاتا ہے باقی تیرہ
شخصوں کی روایت کا پتا نہیں۔ تو ہرگز کوئی شخص درست نہ جانیگا کہ گو
یہہ مشہور ہوئے تو اِنھیں کی روایت اور قرأت ٹھیک ہیں اور وہ تیرہ غلطی پر
تھے۔ بلکہ ضرور بہت سی ایسی قرأت ہونگی جو اُنکی بھی صحیح ہونگی اور سات کی غلطی یا
ہونگی ؛

پھر اِن سات مشہور راویوں کی روایتیں قرأتیں بھی منتشر ہوئیں تو جو
اُنسے روایتیں اُن دو دو قاریوں نے بیان کیں چاہیئے اکثر صحیح ہوں
مگر بہت جگہہ غلطی کھلنے کا بھی احتمال قوی بلکہ ضروری ہے کیونکہ مدار صحیح و غلط
یا مشہور و شاذ وغیرہ دریافت کرنیکا صرف زبانی تھا۔ پھر ملاحظہ کیجیے کہ اِسکے
پیچھے روایتوں کا اختلاف جدا جدا اور قرأتوں کی کثرت یہاں تک ہوئی
کہ لکھا ہے کہ قریب تھا کہ حق اور باطل ملتبس اور یک صورت ہو جاوے تب
بہت سے لوگوں نے روایات جمع کرنا اور حق و باطل پہچاننا شروع کیا
اور قرأتوں کی قسمیں جدا جدا بیان کیں — بھلا کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ جو تحقیقات
اِنھوں نے کی اور زبانی روایتوں میں سے دریافت کرکے لکھا وہ سب
درست تھا۔ اور جو اُنھوں نے غلط اور باطل روایتیں جانکر ترک کردیں

اور انکو چھوڑ دیا وہ فی الواقع سب کی سب موضوع اور جھوٹی ہی روایتیں تھیں اور جن روایتوں کو انھوں نے معتبر ٹھہرایا وہی معتبر تھیں اور پھر یہہ تھی کہ جو انھیں چھہ شخصوں نے دریافت کیا وہی راست ہی اور باقی نادرست ہیں ✤

پس اگر ان سب وجوہات اور حالات کو خیال کیا جاوے تو ہرگز شک نہیں رفع ہو سکتا ہی کہ بعد انقلابات کثیر کے اور مدت مدید تک زبانی روایات کے اوپر مدار رہنے کے نتیجے — انکا قرآن بجنسہ وبعینہ وہی ہی جو عثمان نے لکھا تھا — اور باقی دوسری روایتیں اور قرأتیں جو بیشمار لوگ جدا جدا طور پر بیان کرتے اور پڑھتے تھے وہ سب بالکل غلط تھیں — کسی طور اطمینان نہیں ہو سکتا ہی — مگر اب صرف سات ہی قرأتیں ساتوں قاریوں کی طرف سے منسوب لکھی جاتی ہیں — باقی کا نشان بھی نہیں ہی مگر اب انھیں ساتوں قرأتوں کے اختلافات کو ملاحظہ فرماویں کہ تعداد میں کتنے ہیں — قریب سوا دو ہزار کے ✤

پھر یہہ سوا دو ہزار اختلافات صرف قرأت یعنی پڑھنے ہی کے نہیں ہیں کہ جنکا تعلق اختلافِ معنی سے ہو جیسا کہ ایک جبرئیل پڑھتا اور دوسرا جبرئیل پڑھتا ہی یا ایک قرأت میں بَیصُطُ ہی اور دوسری میں یَصطُ — بلکہ ایسے

اختلاف بھي کثرت سے ہیں جنسے معاني الفاظ اور مطالب جملوں میں بڑا فرق ہوتا ھے *

چنانچہ ایک میں مذکر ھے دوسرے میں موئنث - ایک میں واحد ھے دوسرے میں جمع - اسیطور ایک میں صیغۂ غائب دوسرے میں حاضر یا متکلم - ایک میں معروف ھے دوسرے میں مجہول - ایک میں لازمي ھے دوسرے میں متعدي اسیطور اختلافِ ابواب کا بھي بہت ھے جنکے مختلف ہونے سے بہت فرق معاني میں پڑتا ھے - پھر ایک میں اسم فاعل ھے دوسرے میں اسم مفعول - پھر ایک میں ایک لفظ ھے اور دوسرے میں دوسرا لفظ جنکے معني بہت مختلف ہیں - پھر اختلاف اعراب اواخر کلمات کے ہیں جنکے باعث بہت بھاري فرق مطلب میں ہو جاتا ھے کہ ایک میں ایک کلمہ فاعل ھے دوسرے میں مفعول پھر ایک میں مفعول ھے اور دوسرے میں بحالتِ جر - وغیرہ *

پس ان اختلاف روایات کے بموجب بہت سے اختلاف معاني الفاظ اور مطالب جملوں میں واقع ہیں - بلکہ بہت جگہہ اخبار میں فرق پڑتا ھے اور کہیں احکام شرعي اور فرائض میں اختلاف ہوتا ھے - جس کسي کو دیکھنا ہو مفصل حال اسکا کتب قرأت اور تفاسیر کے ملاحظہ سے معلوم ہوسکتا ھے - یہاں بخوف طوالت اسي مختصر بیان پر اکتفا کیا گیا *

اہل اسلام ایسے اختلافات کثیر کو بھی جو صرف انہیں سات روایات کے
بموجب دیکھتے کہ نہ صرف پڑھنے کا اختلاف ہی بلکہ معانی الفاظ و مطالب جملے
بلکہ احکام شرعیہ میں بھی بہت سا فرق اور تبدیل و تغییر کرتے بلکہ کئی جگہہ
کمی و بیشی کلمات کی بھی ہی جنکے باعث بھی معنی و مطلب کلام کے مختلف ہوتے
ہیں اختلاف قرأت کہتے یعنی پڑھنے کا فرق بتلاتے ہیں - اور ظاہر ہی کہ
اگر ایک روایت صحیح ہی تو دوسری بلاشبہہ غلط ہی - کوئی مصنف اپنی کتاب میں
مختلف لفظ مختلف المعانی و متغیر المطلب و متضاد الاحکام نہیں لکھتا ہی - اور
اسکے سوا کہیں سے ثابت نہیں کہ عثمان نے اپنے قرآن میں سات طور
کی مختلف قرأتیں لکھی تھیں یا مختلف لفظ اور لغت درج کئے تھے ؛

یہہ لوگ جس طور اِس اختلاف نسخوں کو اختلاف قرأت نام رکھتے اسی طور
یہہ بھی کہتے کہ قرآن سات قرأت میں نازل ہوا ہی اور ایسا ہی بعض صاحب
فرماتے ہیں کہ وہ ساتوں قرأت یہی ہیں جو لکھی جاتی ہیں اور تمسک کیواسطے
ایک حدیث پیش کرتے کہ محمد صاحب نے کہا ہی (ان القرآن انزل علی
سبعة احرف) یعنی قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہی - پس کہتے ہیں کہ سات
حرف یہی سات قرأت مذکور ہیں ؛

لیکن اول تو احادیث کا اعتبار بہت دشوار ہی دوسو ڈیڑھ سو برس کے

تیں پیچھے لوگوں سے سنی سنائی باتیں سنو میں سے پانچ اپنی دانست میں معتبر
جان کر لکھی ہیں اور کچھہ یقینی بات نہیں کہ جو اُن لوگوں نے صحیح سمجھا ہی معتبر
ہو جب سنو حدیث موضوع اور جھوٹی مشہور تھیں یا لوگ روایت کرتے تھے
تو ایسی حالت میں جتنی انھوں نے معتبر جانیں اُنپر اعتبار کیونکر ہو سکتا ہی۔
کہ اتنی مدت مدید کے بعد ایک بات ہی صداقت کی تحقیقات کامل ہونا دشوار
ہی پس ان انبار کتب کا صحیح فی الواقع ہونا صرف پانچ چھہ شخصوں کی کوشش
سے ادمحال ہی۔ اور پھر اگر صحیح بھی فرض کرو تو ناممکن ہی کہ صدہا
حدیثیں صحاح کی باہمدگر مخالف اور متبائن ہیں جو تکذیب یکدگر
کرتی ہیں ٭

بیان اسکا بہت طویل ہی اس واسطے اسیقدر پر اکتفا کرکے یہہ
عرض کرتا ہوں کہ اگر تسلیم بھی کر لیں کہ یہہ حدیث محمد صاحب نے کہی تو
اس سے یہہ بات مان لینی کہ مراد یہی اختلاف روایات کے بموجب جو مختلف
قرات وغیرہ ہیں وہی مراد ہیں کسی طور ممکن نہیں ٭

اس واسطے کہ اس عبارت کے معنی کہ (قرآن سات حرفوں پر نازل
ہوا ہی) اول تو اسمیں اختلاف ہی اور عبارت مشتبہ ہی کون یقینًا کہہ سکتا
ہی کہ سات حرف سے کیا مراد ہی۔ بعضے کہتے ہیں کہ مراد اس سے

اختلاف لغات متحد المعنی ہی کہ جدا جدا قوم استعمال میں لاتے تھے جیسے ہَلُمَّ و تعال و اقبل کہ سب ہم معنی ہیں (حدیقہ) ابتدائے اسلام میں اختیار تھا کہ جدا جدا لغات مذکورہ میں پڑھیں (ایضاً) اور بعضے کچھ اَور تاویل کرتے ہین ـــ

امام جعفر سے روایت ہی کہ جب اُنسے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہی جواب دیا کہ جھوٹ بولتے ہیں خدا کے دشمن ہمارا قرآن صرف ایک حرف پر نازل ہوا ہی (ایضاً) اور امام باقر کہتے ہین کہ قرآن ایک ہی ہی اور ایک کی جانب سے نازل ہوا ہی مگر اختلاف راویوں کی طرف سے ہی ـــ (ایضاً)

پھر اکثر لوگوں معتبر کا قول ہی کہ سات حرفوں سے ہرگز مراد سات قرأت نہین ہی ـــ پھر ایک شخص لکھتا ہی کہ ایک قوم نے گمان کیا ہی کہ مراد سات حرف سے سات قرأت موجودہ حال ہی مگر یہہ بات خلاف اجماع اہل علم کے ہی اور یہہ گمان نہیں کیا ہی مگر بعض جاہلوں نے (اتقان) پھر ایک اَور کہتا ہی کہ جسنے ایسا گمان کیا بڑی غلطی کی ہی ـــ (ایضاً)

علی سے روایت ہی کہ سات حرف سے مراد سات قسمیں مطالب کی یعنی امر ـ زجر ـ ترغیب ـ ترہیب ـ مثل ـ جدل ـ قصص مراد ہی (حدیقہ)

ابن مسعود سے روایت ہی کہ سات حرف سے مراد زجر ـ امر ـ حلال ـ

حرام ـ محکم ـ متشابہ ـ امثال ھی (ایضًا) امام جعفر کہتے ہیں کہ حرف سے مراد بطون قرآن ہیں اور تاویلات کہ ایک ایک آیت کے سات سات معنی ہیں ❊

بعض مفسرین قدیم نے اِس حدیث کے پندرہ طور پر معنی لکھے ہیں کہ سات حرف سے مراد بعضے یہہ جانتے اور بعضے یہہ سمجھتے ہیں اور بعضوں نے چالیس معنی تک بیان کیئے ہیں کہ یا یہہ معنی ہیں یا یہہ جسکو دیکھنا ہو تفسیر اتقان مین دیکھہ لے ❊

الغرض سات حرفوں سے سات قرأت مراد لینا یقینی بات نہیں ھی اور اکثر قول ہیں جنسے معلوم ہوتا ھی کہ ہرگز یہہ مراد نہیں ھی بلکہ بہت طرح کی قباحت اِس معنی لگانے سے لازم آتی ھی ❊

ولو فرض سات حرفوں سے سات قرأت بھی ہوں تو بالکل ثابت نہیں ہو سکتا ھی کہ وہ سات قرأت جنکو محمد صاحب نے ذکر کیا یہی سات قرأت ہیں جو اب موجود ہیں کیونکہ ایک جھوٹی اور منکر روایت بھی نہیں جسکا سلسلہ پورا لکھا ہو کہ یہہ سات قرأت فلانے سلسلۂ روایت سے محمد صاحب تک پہنچتا ھی ـ بلکہ کبھی کسی نے ایسا دعویٰ بھی نہیں کیا ھی ❊

پھر کون سی دلیل ھی جس سے کوئی وہم بھی کرے کہ یہہ سات قرأت

موجودہ حال وہی ہیں جسکا ذکر اس حدیث میں ہی ــ پھر جو حال راویوں اور قاریوں کا ابتدا میں میں نے لکھا ہی وہ متفق علیہ ہی کہ کتب مستند و معتبر میں ایسا ہی لکھا ہی ــ پس جیساکہ وہ بیان صحیح ہی تو پھر نادان بھی جان سکتا ہی کہ یہہ اختلاف قرائت کس طور پیدا ہوئے ہیں ؛

(حدیقہ سلطانی) چنانچہ ایک مشہور مجتہد شیعوں کا سید محمد باقر رشتی لکھتا ہی کہ قاریوں کی سند محمد صاحب تک متصل ہونا ثابت نہیں ہی بلکہ ظاہر یہہ ہی کہ اختلاف ان راویوں کے خود انکی طرف سے تھے کہ یہہ لوگ اہل زبان تھے اپنی سمجھ کے موافق ایک ایک قرائت اپنے واسطے مقرر کر لیتے تھے اور اگر انکی سند محمد صاحب تک متصل ہوتی تو اختلاف دور ہو جاتا ایک قاری دوسرے قاری کی صحت پر کیوں اعتراض کرتا ؛

بہر حال اسمیں کسیطرح کا شک نہین کہ قرآن کے اعراب و حروف و الفاظ میں سواد و ہزار اختلاف اب موجود ہیں جن میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جنکے باعث معانی الفاظ جدا جدا ہوتے اور مطلب اور احکام بھی مختلف اور مبائن ہمدگر ہو جاتے ہیں اور یہہ اختلاف صرف اسی باعث سے ہوئے کہ قرآن جا بجا جاری ہوا اور اس جہت سے حافظوں اور قاریوں کے پڑھنے یعنی قرائت میں اور قرآن کے نسخوں میں فرق پڑ گیا ایک نے

ایک صحیح جانا اور دوسرے کو غیر صحیح اور دوسرے نے اپنے کو صحیح سمجھا اور دوسرے کو نادرست ـ مگر واسطے عزت وحرمت کے ان لفظوں کو صحیح وغلط تو نہ کہا ـ صرف اختلاف قرأت کہا حالانکہ ایک روایت کا ماننے والا دوسرے پر رد وقدح کرتا ہی +

اسکے سوا ان روایات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ جو اہل تشیع پیش کرتے ہین ـ مراد میری اس مقام پر ان روایات سے نہیں ہی جو وہ خود جمع وترتیب قرآن میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہت سی طویل وقصیر سورتیں کی سورتیں عثمان نے بسبب عداوت اپنے نسخہ میں نہیں لکھیں بلکہ مدعا میرا ان اختلاف سے ہی جو اس صحیفہ عثمانی میں وہ لوگ رکھتے ہیں اور صاف صاف لکھتے ہیں کہ تغیر اور نقصان اس قرآن میں بھی واقع ہوا ہی جواب اہل تسنن کے پاس ہی اور وہ تغیر اور نقصان چار قسم کا ہی ـ (حدیقہ سلطانی) اول یہہ کہ تبدیل ایک لفظ کا دوسرے لفظ سے جیسا کہ (کنتم خیر امۃ) لکھا ہی اور اصل میں (کنتم خیر ائمۃ) مگر بعد کو دشمنان اہل بیت نے بدل دیا ہی ـ دوم یہہ کہ قرآن دونوں طرح نازل ہوا مگر بعضے شخصوں نے فاسد غرضوں کے باعث ایک کو منع کرکے دوسری قرأت میں منحصر رکھا ہی سوم یہہ کہ آیت میں کچھہ کمی کردی ہی جیسا کہ اصل میں یہہ تھا (یا ایہا الرسول

بلّغ ما انزل الیک فی علیؐ) مگر دشمنوں نے علی کا لفظ ساقط
کردیا ہی — چہارم یہہ کہ منجملہ سات حرفوں کے کہ قرآن اُنپر نازل ہوا دونوں
قسمیں تھیں مگر چونکہ زیادتی اُنکے واسطے مضر تھی اِسواسطے اُسکو موقوف کردیا فقط
الغرض ای بھائیو خلاصہ کلام اِس مقام پر یہہ ہی کہ اگر اُن سب اختلافات
اعراب وحروف وکلمات اور تبدیل وتغیر اور کمی وبیشی الفاظ کو کوئی ملاحظہ
کرے اور کہے کہ اب قرآن محرّف ہی کہ ایک قاری کچھہ پڑھتا ہی اور دوسرا
کچھہ بتلاتا ہی اور بہت سے قاری تھے کہ جنکی روایتوں اور قرائتوں کا اب نام
ونشان بھی نہیں ملتا ہی اور بقول شیعوں کے مخالفوں نے قصداً وعمداً
تبدیل اور کمی بیشی بھی کردی ہی تو اِس حالت میں تحریف ہوگئی اور اِس جہت
سے اعتماد نہیں ہوتا ہی کہ یہہ قرآن وہی ہی جو عثمان نے لکھا تھا بلکہ
بالکل قابل اعتماد اور اعتقاد کے نہیں ہی بلکہ سب کا سب نامعتبر ونامعتمد ہی
یا جیسی تعریف کہ علماے محمدی نے تحریف کی بیان کی ہی چنانچہ سابق
ازین مذکور ہوئی کہ تحریف کہتے ہیں بات کے بدل ڈالنے کو الخ
تو اُسکے بموجب قرآن محرف ہی اور اب قابل اعتماد و اعتقاد نہیں ہی
اِسواسطے کہ اُسمیں تحریف معنوی بھی ہوئی ہی اور محققین اہل اسلام وامامان
ملت ومجتہدان مذہب کی روایات سے بخوبی تمام ثابت ہی کہ اِس قرآن میں

بہت سے مقاموں پر بعض لفظ دوسرے لفظ سے بدل گیا ھی اور
بعض الفاظ بڑھائے گئے ہیں اور بعضے اوڑائے گئے ہیں —
تو کیا کوئی اسبات کو راست جانیگا اور قرآن کو محرف اور نامعتبر و نامعتمد
سمجھیگا — ہرگز نہیں ؛

بلکہ یہ ظاہر ھی کہ جس حالت میں اصل نسخہ عثمانی موجود نہ تھا کہ جس سے
مقابلہ کرکے صحیح و غلط میں امتیاز کر لیتے اور یقیناً بتلا سکتے کہ یہہ لفظ اصل میں یوں
لکھا گیا وغیرہ اور روایتوں اور قرائتوں اور نسخوں میں اختلاف صریح پایا گیا ہیں
علما نے تحقیقات کی اور جیسا انکو دریافت ہوا اور جہاں تک اُنکی عقل میں
آیا اور راست کو ناراست سے تمیز کر سکے کیا اور ایسا ہی بیان کیا ھی
— اور اب جسقدر قرائتیں پائی جاتی ہیں اور جو جو اختلاف ہیں جزئیات اور
خفیف باتوں میں ہیں باقی تمام اصول ایمانیہ و ارکان اسلام و تعلیمات و اخبار
وغیرہ جملہ مطالب و مقاصد سب روایتوں اور قرائتوں کے بموجب یکساں ہیں
کچھہ اختلاف نہیں ھی — اس جہت سے قرآن محرف نہیں ھی اور نہ اسکو
کہہ سکتے ہیں کہ اب قابل اعتماد و اعتقاد کے نہیں ھی بلکہ جیسا نسخہ عثمان نے
ترتیب و جمع کرکے لکھا تھا اب موجود ھی — البتہ اگر قرآن کے نسخوں یا
اُسکی روایتوں میں اور قرائتوں میں ایسے بھاری فرق ہوتے کہ اُسکے مطالب

ومقاصد مذکورہ باہم گر مخالف ومبائن یا کم وبیش ہوتے تو ضرور تحریف
ثابت ہوتی ۔

پس ایسا ہی حال کتاب مقدس کا بھی سمجھو کہ اگر علماے اہل اسلام کتب
تاویلات وتفاسیر آیات متشابہات فرقہاے متفرقہ مسیحی یا عقائد واعمال و
اقوال بعض بدعتیوں کو دیکھکر یا ترجموں کے لفظی اختلاف کو معائنہ کرکے کہیں
کہ کتاب مقدس میں تحریف معنوی ہوئی ۔ جیسا بعض صاحبوں نے بڑی
دھوم دھام ایسی باتوں میں مچائی کہ فلانا فرقہ ان ان آیتوں کے ظاہری معنی
لیتے ہیں اور یہہ مدعا سمجھتے ہیں اور فلاں فلاں فرقے انکے معنی مرادی اور
باطنی بیان کرتے ہیں اور فلاں فلاں آیات کی تفسیر وتاویل میں یہودیوں اور
عیسائیوں میں یا فلاں فلاں فرقہاے مسیحی میں اختلاف ہی یا فلانا ترجمہ فلانے
ترجمہ سے متفق نہیں ہی ایک نے یہہ لفظ لکھا ہی اور دوسرا یہہ لفظ لکھتا ہی
یا فلانا دو لفظ درج کرتا ہی وغیرہ ۔ یا پرانے زمانہ میں چند لوگ بدعتی ایسے
تھے جو ایسا عقیدہ رکھتے تھے یا کلام خلاف تعلیم کتاب مقدس کہتے تھے
یا چند اشخاص ایسے بداعمال تھے وغیرہ ۔ پس بھائیو کیا یہہ ہنسنے کی
بات نہیں ہی کیا یہہ تعصب ونادانی نہیں ہی بھلا ان باتوں سے
کہیں تحریف ثابت ہوئی ہی ۔ یا ان سے کتاب مقدس کے اصل

نسخہ پر کچھہ نقص عائد ہوتا ہی یا ایسے امروں سے کتاب موصوف نامعتبر و غیر معتمد ٹھہر سکتی ہی مطلق نہیں و ہرگز نہیں ٭

بلکہ ملاحظہ فرمایئے کہ اُن صاحبوں نے صرف اتنی ہی باتوں پر اکتفا نکیا بلکہ اور سیر دیکھیئے کہ دہریوں اور ملحدوں اور منکروں کے اقوال بھی درج کیئے کہ وہ فلاں فلاں مضامین اور مطالب کو ایسا سمجھتے اور فلاں فلاں آیتوں سے یہہ معانی بتلا کر اسی طرح ٹھٹھا کرتے اور ایسے اباطیل کلمات کہتے ہیں کہ جنکے جز ایسی باتوں میں بھر دیئے ہیں بھلا کوئی اِن صاحبوں سے پوچھے کہ دہریوں ملحدوں بے ایمانوں کو کتاب مقدس سے کیا نسبت اور اونکے اقوال کا کتاب موصوف کے ساتھہ کیا تعلق اور اگر وہ لوگ مطالب و تعلیمات کتاب پاک کو اچھا نہیں جانتے تو اِس سے کیا غرض — اور اگر وہ اِسکے مضامین کو پسند نہیں کرتے اور خدا کے کلام پر ہنستے ہیں تو اِس سے تحریف کا کیا ثبوت ٭

علیٰ ہذا القیاس اگر علماے موصوف نے حالات تصحیح کتاب مقدس و مقابلہ نسخجات کثیر کتاب موصوف پڑھ کر ظاہر کیا کہ بوقت مقابلہ اعراب و نقاط و حروف و الفاظ کا اختلاف پایا گیا تھا کہ بعض نسخہ میں یہہ لفظ تھا اور اکثر میں یا بعض میں یہہ کلمہ وغیرہ یا کمی بیشی بھی بعض الفاظ کی بعض مقاموں پر پائی گئی — تو اِس سے بھی ثابت نہیں ہو سکتا ہی کہ کتاب مقدس میں تحریف

واقع ہوئی ہی اور یہہ کہ وہ قابل اعتبار و اعتقاد کے نہیں ہی جس حالت میں کہ تمام مطالب و مقاصد و اصول ایمانیہ و ارکانِ دین و جملہ تعلیمات و ہدایات وغیرہ سب کے یکساں اور موافق و مطابق ہمدگر ہیں +

بلکہ ای بھائیو آپ پر واضح ہووے اور بخوبی ظاہر کہ اگر ہم اُن روایات اور حالات سے قطع نظر کریں جو درباره جمع و ترتیب قرآن وارد ہیں اور اہل تسنن کی معتبر حدیثوں اور اہل تشیع کی مستند کتابوں سے ثابت و متحقق ہوتا ہی کہ کئی بہت بڑی بڑی سورتیں اور چند چھوٹی سورتیں اور بہت سی آیات عثمان کے نسخہ میں درج نہیں ہوئیں خواہ لاعلمی سے یا عداوت اور دشمنی کے باعث وغیرہ +

بلکہ صرف اُسی نسخہ کو صحیح قرآن مان لیں تاہم اتنا اطمینان نہیں ہوتا ہی کہ بالفعل جو قرآن مروج ہی وہ اقرب الی الصحت اُس صحیفہ عثمانی سے ہی جسقدر کہ نسخہ کتاب مقدس موجودہ حال کی نسبت اطمینان ہوتا ہی اصل مصنفین کے نسخہ کے ساتھہ

قرآن موجودہ حال کی صحت صحیفہ عثمانی کے ساتھہ مطلق ایسی نہیں جیسی کتاب مقدس موجودہ حال کی صحت اصل نسخہ مؤلفین سے ہی +

کیونکہ اول تو یہہ کہ کتاب مقدس کا اول حصہ یعنی عہد عتیق گیارہ سو برس متواتر انبیاے بنی اسرائیل کے ہاتھہ میں مصئون و محفوظ رہا من بعد پندرھویں صدی میں خداوند یسوع مسیح نے اُسکی شہادت دی اور تصدیق کی اور اُسپر بار بار

حوالہ دیا- پھر سو برس تک زمانہ حواریین کا رہا جو رسول خدا تھے انھوں نے
بھی تصدیق اُسکی کی اور اسی طور عہد جدید بھی سو برس کے قریب خود حواریون
کے ہاتھ مین رہا اور اُن کے وقت مین بھی جاری و مسلّم ہوا اور اُنکے بعد
بھی اُنکے شاگردون اور دینداروں میں مستعمل رہا اور کوئی اختلاف اوائل تین
صدی تک مسموع نہیں ہوا ؛

مگر جب صحیفۂ عثمانی مرتب ہو چکا خود صحابیوں ہی میں اختلاف شروع ہوا اور جدا
جدا طور پر پڑھتے تھے بلکہ اسقدر بالفعل اختلاف نہیں جتنے اُسوقت تھے -
پھر تابعیوں کا حال بھی ویسا ہی تھا کہ جو جسکا مقلد اور مطیع تھا اُس طرح پڑھتا تھا
- پھر بعد گذر جانے زمانہ تابعین کے جو حال اختلاف ہے وہ اوپر گذر چکا ؛

دوم یہہ کہ کتاب مقدس کے نسخوں کا مقابلہ مدت مدید کے بعد بھی جب کیا
گیا یعنی جبکہ سترہ سو برس عہد عتیق کے مروّج اور ملک بملک و شہر بشہر جاری ہوئی
گذرے تھے اور عہد عتیق کو تو بہت ہی زمانہ ہو چکا تھا یعنی کہ توریت کو قریب
سو تین ہزار برس کے ہو چکے تھے مگر باوجود اسقدر دراز عرصہ اور کثرت نقول کے
جب قدیمی اور حال کے نسخجات قریب اور بعید کے جمع کر کے مقابلہ کیا تاہم اختلاف
کم اور ناگزیر اختلاف اعراب نقاط و حروف و الفاظ دیکھے گئے ؛

مگر قرآن کا تعارض روایات اور اختلاف مذکورۂ بالا دو سو ہی برس کے عرصے

میں اس کثرت سے ہوگیا کہ جنمیں سے اگر صرف سات قرائتین موجود ہیں انہیں میں اسقدر
اختلافات دیکھے جاتے ہیں پس جب مشتے نمونہ از خروارے کا یہہ حال ہے
تو کل کا حال قابل خیال کرنیکے ہے کہ کتنا ہوگا ٭

سوم کتاب مقدس کے نسخوں کے اختلاف ایسے ناگوار اور غیر مضر ہیں
کہ اگر تمام الفاظ وغیرہ مختلف فیہ کو ترک کردو تو کوئی مضمون یا مطلب یا تعلیم و نصیحت
یا امر ونہی وغیرہ کم نہیں ہوتے ہیں اور اگر بسکو رہنے دو تو ان امورات میں سے
کچھہ بیشی نہیں ہوتی ہے ٭

مگر قرآن کی یہی سات قرائتین ایسی مختلف ہیں جنکے باعث اخبار و احکام میں
بھی فرق پڑتا ہے کہ اگر ایک راست اور واجب الاتباع ہے تو دوسرا ناراست اور
واجب الترک ہے ٭

چنانچہ وضوء میں پانوں کا دھونا یا مسح کرنا وغیرہ ٭

چہارم یہہ کہ کتاب مقدس کے مصححین نے ہزاروں نسخے لکھے ہوئے
زمانہ قدیم اور حال کے اطراف وجوانب قریب وبعید سے فراہم کرکے مقابلہ کیا
اور بغور بخوبی تمام محنت شاقہ لیتے اور یہ گوارا کرکے خاطر خواہ اطمینان بخش تصحیح کی
کہ وہ اختلاف اکثر قریب کل کے رفع بھی ہوگئے اور صحت قرار واقعی ہوگئی صرف
چند معدود مقامات مشتبہ رہگئے اور وہ بھی ایسے ہیں کہ انکے باعث

نہ کوئی تعلیم نہ حکم نہ نصیحت کم ہوئی ہی نہ زیادہ ہوئی ہی نہ تغیر نہ تبدیل ہوئی ہی٭
مگر قرآن کی روایات اور اختلافات صرف زبانی تھے جو وقت وقت اور
جگہہ جگہہ کے لوگوں میں پھیل پڑے ہیں جسنے تحقیقات کی اُسنے زبانی باتوں
سے کی اپنے وقت کی جاری اور زبانی باتوں میں سے اور خاص اپنی جگہہ یا
دو چار مقاموں پر چل پھر کر ــ اور آخر کو صحیح نہ معلوم ہوا کہ کونسی بات صحیح ہی
اور کونسی غلط٭

پنجم یہہ کہ کتاب مقدس کے مصححین نے مدۃ العمر کمال محنت عرق ریزی
کر کے نسخجات کثیرہ مذکورہ مقابلہ کیا اور اختلافات کے چھانٹنے میں یہانتک
احتیاط کی کہ اعراب نقاط کی بھی اگر کسی میں غلطی پائی تو اُسکو بھی بقید نسخہ لکھہ دیا
تاکہ ہر شخص جو اُسکو دیکھے اُس مقابلہ اور تصحیح کو دیکھہ سکے اور سب اختلافوں
کو جو نہایت خفیف اعراب تک کے تھے شمار کیا اور بتلا دیا اور نتیجہ جو اُس مقابلہ
اور تصحیح کا تھا متن میں لکھہ دیا٭

مگر قرآن کے قاریوں نے جو روایتیں پائیں اور جو اختلاف دریافت کیے
اور اُن میں سے جو معتبر پائے اور جو غیر معتبر اور خلاف جدا جدا نہ بیان کیے اور نہ ظاہر کیے کہ کیسی
جھوٹی روایتیں اور قرأتیں تھیں اور کسی باعث سے اُنکا کذب معلوم ہوا اور کون سی صحیح روایت یا قرأت ہی اور
کس وجہ سے دریافت ہوا ــ بلکہ یہانتک کہ صحیح روایتوں کو بھی قلمبند نکیا مگر زبانی بعض قرأتوں کو

درست جانکے پڑھا اور تعلیم دیا اور پھر کئی بار ایسا ہی ہوا اور جب ایک عہد گذرا دوسرے میں اختلاف ہوتا رہا اور نزاع رفع نہوا - اسی طور حال بار بار ہوتا رہا کہ آخر کو یہہ نوبت پہنچی کہ جھوٹ اور سچ مخلوط اور باہم مشکل ہو جاوے - تب کتابیں لکھی گئیں +

پس اس حالت میں نہ یہہ معلوم ہو سکتا ہی نہ اطمینان حاصل ہو سکتا ہی کہ پہلے جو اُن ہیں شخصوں نے دریافت کیا تھا فلاں فلاں وجہ سے درست تھا اور اُن میں سے اُن مشہور ساتوں کی تحقیقات اِن وجوہات سے زیادہ صحیح تھی اور پھر جب جھوٹ مل گیا تھا اُس وقت میں جو علما نے حق و باطل جدا کیا اِن دلائل سے قابل اطمینان ہی - اس سے درگذر یہہ بھی معلوم نہیں کہ انھوں نے کیا کیا دریافت کیا تھا اور کسکو درست جانتا تھا - اب تو صرف وہی ہی کہ جو اُن ساتوں کی طرف منسوب ہی اور بس +

پس ای عزیز جس حالت میں کہ اہل اسلام قرآن کو باوجود ان سب امور قادح مذکورہ بالا کے اب درست اور صحیح نسخہ عثمانی یقین کرتے ہیں اور فی الواقع با عتبار جامعیت اور کل کے محرف نہیں اور غیر معتبر و غیر معتمد نہیں کہہ سکتے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا - تو پھر کتاب مقدس کی صحت اور اصلیت میں باوجود امور مفیدہ معتبر مسطورہ کے بطریق اولی کتاب اصلی و معتبر و معتمد ماننا اور جاننا واجب ہی +

بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ علمائے محمدی موصوف نے صرف تعصب کی راہ سے

تحریف کی ایسی غلطی یعنی بتانے اور ان جزئی اور چھوٹے تغیر یا تبدیل اعراب و نقاط و حروف و الفاظ کو دکھا کر کتاب کو غیر معتبر و نامعتمد ظاہر کیا۔

حالانکہ اس سے بدرجہا بڑھکر قرآن میں تبدیل و تغیر و کمی و بیشی مذکور بکثرت موجود کہ جسے وہاں جاکر اختلاف قرات کہتے ہیں یعنی پڑھنے کا اختلاف اُس جگہہ ہرگز لفظ تحریف نہیں فرماتے ہیں اور اِس اختلاف کے باعث قرآن کو غیر معتبر و نا قابل اعتماد نہیں ٹھہراتے ہیں بلکہ اسکو اختلاف قرات کہتے ہیں اور قرآن کو یہانتک صحیح اور اصلی جانتے ہیں کہ اُسکی صحت اور اصلیت کو بھی باوجود ان اختلاف کثیرہ کے معجزہ بیان کرتے ہیں۔

ہر چند طول ہوتا ہے مگر ایسے تمثیل ایک کر اور بھی قابل غور ہے کہ اہل تسنن بعد قرآن کے بخاری کو اصح الکتاب یعنی سب سے صحیح جانتے ہیں اور اُسپر عمل کرنا واجب جانتے ہیں کہ اجماع اُمت اُسپر ہے۔

مگر ملاحظہ فرمایئے کہ میں اسکی تصدیق نہیں کرتا ہوں کہ جو بخاری نے حدیثیں جمع کیں وہ سب صحیح ہیں یا نہیں۔ مگر صرف یہہ ظاہر کرتا ہوں کہ یہہ کتاب جو بخاری نے لکھی اہل تسنن سب کے سب اُسکو بعد قرآن صحیح تر جانتے اور مانتے ہیں جابجا اِسکا درس ہوتا اور تعلیم ہوتی ہے۔ ایک شخص بھی نہیں کہ اِس کتاب کو محرف یا غیر معتبر کہتا ہو بلکہ نہایت صحیح اور مستند جانتے ہیں اور

جابجا اسناد اُسکی رکھتے ہیں — اور متواتر ملتے ہیں — پس اُسی کا حال دریافت
فرمایئے کہ مولوی احمد علی صاحب نے اِسکو دہلی میں ۱۲۶۳ ہجری میں چھپوایا
اور بغرضِ تصحیح قریب بیس نسخوں یا شرحوں کے مقابلہ کرکے چھاپا ہی — مگر آپ جب تنہا
دیکھیں گے یا دو چند دیکھا اُنھوں نے مقابلہ نسخجات مذکورہ میں اعراب الفاظ و حروف
کی غلطیاں جو کثیر الوقوع ہیں کہ کاتب زیادہ تر اِن باتوں میں سہو و نسیان کرتے
ہیں خیال نہیں کیا ہی اور نہ اُنکا ذکر کیا ہی بلکہ ایک نسخہ کو متن میں درج کیا ہی اور
باقی نسخوں کے الفاظ اور جملوں مختلف کو حاشیہ پر ظاہر کیا ہی — پس آپ بخوبی ملاحظہ
کریں کہ کسقدر الفاظ بلکہ جابجا کے جملہ اور عبارتوں میں اختلاف ہی اور کتنے لفظ
اور کتنے جملے بجائے لفظ اور جملوں کے بدلے گئے اور بڑھائے گئے ہیں کہ
جنکے باعث بہت سی تعلیم و نصیحت و احکامات کثیر میں بھی فرق پڑجاتا ہی قریب
ستر ہزار غلطی کے ہی اور تقدیم و تاخیر تو اسقدر ہی کہ صفحے کے صفحے علی ہذا القیاس
خلاف احادیث و عبارات بلکہ ابواب تک کی نوبت ہی جو چاہے اِس نسخے کو
قدیمی نسخے سے ملا کر دیکھ لے — کہ کسقدر فرق ہی ÷

پس اگر اعراب الفاظ و حروف کو بھی شمار کیا جاتا تو کتنی غلطی گنی جاتیں اور پھر اگر بجائے
اسقدر قلیل نسخوں کے جو اُسنے اور نسخے قریب اور دور دراز ملکوں سے ہزار بارہ سو
جلد فراہم کرکے مقابلہ کیا جاتا تو فرمایئے ستر لاکھ غلطی سے کم ہوتی ÷

پھر کتاب ابو داؤد کی بہت معتبر ہی یہانتک کہا گیا ہی کہ علم دین کی کوئی کتاب اسکی مثل نہیں ہی اور کافۃ النّاس اور طبقات فقہائی اسکو قبول کیا ہی وغیرہ اور اہل تسنّن اُسکو ہی بہت صحیح اور واجب العمل جانتے ہیں - اُسکی روایت کئی شخص کرتے ہیں یعنی ابوبکر اور ابوسعید اور ابو علی اور ابو عیسی - مگر جو کتاب مذکور کہ بروایت ابوسعید ہی اُسمیں سے کتاب الفتن و الملاحم ۲ صفحہ کلاں ساقط ہیں و قریب نصف کتاب اللّباس نادر ہی اور اسیطور کتاب الوضوء و کتاب الصلوۃ و کتاب النّکاح سے بھی کم ہی ؛

اور اسیطور باقی تین شخصوں نے جو کتاب لکھی اُنکے نسخے بھی اگرچہ اسقدر ناقص نہیں مگر باہم مختلف و بیش و کم ہیں ؛

مگر علماے اہل اسلام اسکو بھی تحریف نہیں کہتے اور نہ ایسی کتاب کو محرف اور غیر معتبر ٹھہراتے ہیں - کمال افسوس ہی ؛

الغرض ای بھائیو - نہ اختلاف تاویلات و تفاسیر آیات سے نہ اختلاف الفاظ تراجم یا غلطی مترجموں سے تحریف کتاب مقدس کی ثابت ہوتی ہی نہ اختلاف عقائد و اباطیل بعض بدعتوں سے نہ ملحدوں و منکروں و بے ایمانوں کے اقوال منکر اور اعتراضات سے کتاب موصوف محرف ہو سکتی ہی اور نہ اختلاف اعراب و نقاط و حروف الفاظ نسخجات کثیر کے مقابلہ سے کتاب موصوف کی

اصلیت اور معتبری اور صحت میں فرق پڑتا ہی اور غیر معتمد ہو سکتی ہی÷
البتہ اگر کوئی صاحب ثابت کریں کہ جماعت عامۂ مسیحیوں میں یہہ کل کتاب
مروج نہ تھی یا بعض صحیفے اسکے موجود نہ تھے یا اسمیں کچھہ اور ہی مضمون اور
مطلب اور اصول یا تنبیہ یا ارکان دین یا تعلیمات ہدایات وغیرہ تھیں اُس وقت
اِسکی تحریف متیقن ہو سکتی ہی — اور قرآن کی مخالفت کا سبب جب دریافت
ہو سکتا ہی کہ معلوم ہو کہ سابق ازین جو کتاب مقدس مسیحیوں میں مروج تھی اُسمیں
تثلیث کی تعلیم نہ تھی یا الوہیت و ابنیت خداوند مسیح کا ذکر نہ تھا — یا گنہگاروں
کی نجات بایمان خداوند مسیح منحصر نہ بتلائی تھی — یا اخلاق و رسمی شریعت کا
ذکر اُس طور نہ تھا جیسا اب ہی — وغیرہ÷
مگر جبکہ علماے اہل اسلام ان میں سے ایک بات کا ثبوت بھی نہیں دیتے
اور ایک امر کی دلائل بھی پیش نہیں کرتے بلکہ بعض خفیف اور نہایت چھوٹی باتیں
پیش کرتے ہیں جنکا ذکر اوپر گذرا جنکو بعینہ و بعینہ بلکہ اُنسے بہت بڑھکر قرآن میں
روا رکھتے ہیں اور مضر صحت اور قادح اصلیت نہیں جانتے صرف اس قدر
ہی کہ جس امر کو قرآن میں مانتے اُسکو اختلاف قرأت کہتے ہیں اور اُسکو رحمت
الٰہی تصور کرتے توسعۃً علی العباد اور اسی امر کو بلکہ اس سے بھی خفیف کو
کتاب مقدس کی نسبت تحریف بتلاتے اور اُسے غیر معتمد اور نامعتبر و ناقابل اعتقاد

ظاہر کرتے ہیں — پس یہہ محض لفظی بحث و تکرار ہوئی اور جدا جدا نام ٹھہرا لینے کا فرق ہوا اور ماہیت دونوں کی ایک ہے ؛

تو اس حالت میں کیا محل تحقیقات ہے اور کیا حاجت زیادہ قیل و قال کی ہے کہ جب اپنا دعوی ہی بدل دیا اور تحریف کے معنی ہی متغیر کر دیئے تو ثبوت اسکا کیا ہوگا اگر اس موضوعی معنی کی تحریف ظاہر کی تو اس سے اصل مدعا یعنی کہ نامعتبری و غیر معتمدی کتاب مقدس کی یا وجہ مخالفت قرآن با کتاب مقدس کیونکر ثابت ہو سکتی ہے ؛

مگر تاہم احقر بپاس خاطر احباب کے بقدر ضرورت عرض کرتا ہے تاکہ آپ صاحبوں پر بالتفصیل ظاہر ہو جاوے کہ ہرگز کتاب مقدس کی نامعتبری نہیں اور کسی طور ثابت نہیں ہوتا ہے کہ وہ قابل اعتماد و اعتقاد کے نہیں اور کسی وجہ اور تاویل بعید سے بھی قرآن و حدیث من جانب اللہ متصور نہیں ہو سکتے ہیں درحالیکہ وہ خود اسکی تصدیق کرتے اور خود ہی اسکے مخالف اور مباین ہیں ؛

دعوی تحریف سے اصل نتیجہ مطلب

پس واضح ہو کہ کوئی دعوی بلا دلیل و ثبوت مسموع نہیں ہو سکتا ہے اور بعض دعوی کرنے ہی سے ثبوت نہیں ہو جاتا ہے تحکم اور زبردستی سے کہنا کہ یہہ بات یوں ہی ہے اور بات ہے اور اسکا ثابت کرنا اور بات ہے ؛

لہذا اگر اہل اسلام دعوی تحریف کتاب مقدس پیش کرتے ہیں اور یہی باعث

مخالفت مطالب قرآن کا کتاب موصوف کے ساتھہ بتلاتے ہیں تو نہایت ضرور
ہی کہ امورات تنقیح طلب مفصلۂ ذیل کا ثبوت کامل دیں ÷

اوّل یہہ کہ کتاب مقدس کب محرف ہوئی آیا محمد صاحب سے پہلے ہی ہو چکی تھی
یا اُس وقت یا اُسکے بعد ÷

دوم یہہ کہ کن لوگوں نے تحریف کر دی ÷

سوم یہہ کہ کس غرض اور مطلب سے تحریف کی ÷

چہارم یہہ کہ تمام نسخجات کتاب مقدس کے باوجودیکہ اطراف جہان و اکناف
عالم میں ملک بملک مختلف فرقوں اور متفرق زبانوں میں بیشمار لوگوں کے
پاس موجود اور جاری و مشہور و معروف تھی کیونکر بدل گئی اور اُن میں تحریف
واقع ہو گئی ÷

پنجم یہہ کہ کون کون سے مضمون اور مطلب کتاب موصوف کے بدلے گئے ÷

پس اس تحقیقات کے واسطے نہایت مناسب ہی بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہی کہ
اوّل قرآن و حدیث ہی کو مطالعہ کر کے جستجو و تلاش کرے کہ وہ دونوں کیا
گواہی دیتے ہیں ÷

پس ای بھائیو اس باب میں چھہ امر قابل عرض ہیں سو ذیل میں درج ہوتے
ہیں کہ آپ بغور ملاحظہ فرماویں اور بخوبی آپ کو معلوم ہو کہ حق الوسع ہر امر میں ملارو

ورعایت حق الامر مذکور ہوتا ہے — پہلا امر یہہ کہ حاجت بیان نہیں ہے کہ قرآن
میں کتاب مقدس تمام وکمال کی اور پھر جدا جدا اُسکے بعض صحیفوں کی تصدیق
کامل کی ہے کہ وہ کلام اللہ اور الہامی ہے — چنانچہ بیسیوں جگہہ قرآن کی تعریف
میں بیان ہوا ہے کہ وہ (مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ) یعنی قرآن سچا بتلانے والا
اور تصدیق کنندہ کتاب مقدس کا ہے جو اُس سے پہلے نازل ہوئی —

پھر محمد صاحب کی تعریف میں مذکور ہوا اور اُنکی بڑی علامت نبوت کی یہہ بیان
کی ہے کہ (ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ) یعنی پھر تمہارے
پاس ایسا رسول یعنی محمد آیا جو اے اہل کتاب تمہارے پاس والی کتاب کی
تصدیق کرتا ہے — پھر کتاب مقدس کو یہہ لقب دیئے ہیں (كِتَابُ اللّٰهِ) یعنی خدا کا
کلام (اَلْفُرْقَانُ) یعنی حق و باطل کی جدا کرنے والی ٭

اور جس جگہہ اوسکا ذکر قرآن میں آیا ہے نہایت تعظیم و توقیر کے ساتھہ آیا ہے
چنانچہ توریت کے باب میں ہے کہ وہ (إِمَامًا وَّرَحْمَةً) یعنی پیشوا اور رحمت الہی
ہے (اَلْكِتَابُ الْمُنِيرُ) یعنی کتاب روشن ٭

پھر انبیاے کرام کی تعریف میں ہے کہ وہ معجزات باہرات کے ساتھہ آئے اور ساتھے
(وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ) یعنی ساتھہ کتاب منور کنندہ کے ٭

پھر کتاب مقدس کی تعریف کی ہے کہ وہ (هُدًى وَّذِكْرَىٰ لِأُولِي

اُولُو الْأَلْبَابِ) یعنی وہ رہنمائی ہی اور یاد دہندہ صاحبانِ عقل کو ـــ اور وہ (نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ) یعنی وہ نور اور وہ ہدایت ہی انسانوں کے واسطے (تَمَامًا عَلَى الَّذِيْ أَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ) یعنی وہ کتاب کامل اور پوری ہی اوس بات میں جو سب سے عمدہ اور افضل ہی اور اُس میں ہر چیز کی تفصیل ہی اور اُس میں ہدایتِ الٰہی اور رحمت خدا ہی تاکہ لوگ اپنے پروردگار کے ملاقی ہونے پر ایمان لاویں ـــ اور وہ (بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ) یعنی وہ کتاب آدمیوں کے لیئے بصیرت ہی اور ہدایت اور رحمت کہ شاید لوگ نصیحت مان لیویں ؀

پھر کہا ہی کہ (وَأَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْإِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِآيَاتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ) یعنی خدا نے تعالیٰ نے توریت اور انجیل کو پہلے نازل کیا آدمیوں کی ہدایت کے واسطے اور قرآن اوتارا تحقیق جو لوگ خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اُنکے واسطے بڑا عذاب ہی ؀

پھر خاص انجیل کے باب میں لکھا ہی کہ (وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمَوْعِظَةً

للمتقین) یعنی اسکو ہمنے انجیل بخشی جسمیں ہدایت اور نور ہی تصدیق کرتی ہوئی اپنی پہلی کی کتاب توریت کی اور جو ہدایت اور وعظ ہی متقیوں کے واسطے ✝

الغرض تمام قرآن میں جابجا کتاب مقدس کی تعریف و توصیف بکثرت و شدت تمام بیان کی ہی اور صاف صاف شہادت دی اور اور تصدیق کی ہی کہ وہ کلام الہی ہی اور اسکو ہدایت خلائق اور تعلیم راہ خدا اور دین کی بابت سب سے عمدہ اور افضل اور احسن امروں میں اکمل و اتم و مفصل و مشرح بتلایا ہی ✝

✝ پس اس سے زیادہ اور کونسی تعریف و توصیف ہی جو کیجاوے ✝

دوسرا امر یہہ ہی کہ قرآن تمام و کمال کتاب مقدس کا اتباع اور اسکے جملہ احکام کی تعمیل کرنا تمام اہل کتاب یعنی یہود اور نصاری پر فرض بتلاتا ہی نہایت تاکید و تہدید و تشدید کے ساتھ اور محمدیوں پر اس سب پر ایمان لانا فرض کرتا ہی اور انکے دین و ایمان کا جزو لازمی حتمی مقرر کرتا ہی کہ جو اسکا منکر ہی وہ بے ایمان اور خدا کے عذاب ابدی کا مستحق اور سزاوار ہی چنانچہ سورہ مومن میں ہی (الذین کذبوا بالکتاب وما ارسلنا بہ رسلنا فسوف یعلمون اذ الاغلال فی اعناقہم والسلاسل یسحبون

یہودیوں و نصاری پر عمل کرنا فرض
ایمان لانا اور اہل کتاب مسلمانوں پر

فی الجحیم ثم فی النار یسجرون) یعنی جنھوں نے جھٹلایا اس کتاب کو اور اُسکو جو ہمنے بھیجی اپنے رسولوں کے ساتھہ سو آخر جان لینگے جب اُنکی گردنوں میں طوق ہونگے اور زنجیریں جنسے کھینچے جاوینگے دوزخ میں پھر جلائے جاوینگے آگ میں ✢

یہہ خوفناک سزا نہ صرف قرآن کے منکروں کے واسطے بتلائی بلکہ اُنکے واسطے بھی جو اُن پاک صحیفوں کو جھٹلاویں جو اگلے رسولوں کے ساتھہ عطا ہوئے ✢

پھر سورہ اعراف میں ہی (والذین یمسکون بالکتاب واقاموا الصلوۃ انا لا نضیع اجر المصلحین) یعنی اور جو لوگ پکڑے ہوئے ہیں کتاب کو اور قائم رکھتے ہیں نماز ہم نیکی کرنے والوں کا اجر برباد نہ کرینگے ✢

پھر سورہ نساء میں ہی (یا ایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلالا بعیدا)

یعنی ای ایمان والو ایمان لاؤ خدا پر اور اُسکے رسول پر اور اُس کتاب پر جو اُسنے نازل کی اپنے رسول پر (یعنی قرآن پر) اور اُس کتاب پر جو اُسنے اوتاری پہلے (یعنی کتاب مقدس پر) اور جو کوئی منکر ہوا خدا سے اور اُسکے فرشتوں سے اور اُسکی کتابوں سے اور اُسکے رسولوں سے اور روز آخرت سے پس بالتحقیق وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا

اِس آیت میں خاص اِلخاص مسلمانوں کو حکم ناطق ھی کہ نہ صرف قرآن پر ایمان لاؤ بلکہ کتاب مقدس پر بھی ایمان لاؤ چنانچہ بیضاوی میں لکھا ھی (وَدُومُوا عَلَیہِ وَاٰمِنُوا بِقُلُوبِکُم کَمَا اٰمَنتُم بِلِسَانِکُم وَاٰمِنُوا اِیمَانًا عَامًّا یَعُمُّ الکُتُبَ وَالرُّسُلَ فَاِنَّ الاِیمَانَ بِالبَعضِ کَلَا اِیمَانَ) یعنی مداومت کرو اُسپر اور ایمان لاؤ اپنے دلوں سے جیسا تم ایمان لائے زبان سے اور ایمان لاؤ عام کہ عام ہو کتابوں اور رسولوں کو اِس واسطے کہ بعض پر ایمان لانا ایسا ھی جیسا کہ ایمان ہی نہیں — تفسیر مظہری میں ھی (فان الایمان بکل واحد منھا ملازم للاخر فالکفر بواحد منھا بعد من اللہ وضل سوء السبیل) یعنی اِس واسطے کہ ایمان ہر ایک پر اُن میں سے ملازم دوسرے کا ھی لہذا اُن میں سے ایک کا بھی منکر ہونا خدا سے دور ہونا اور سیدھی راہ سے گمراہی ھی — اِسیطور دوسری تفسیروں میں بھی ھی ❊

پس مسلمانوں کو اِسکا لحاظ واجب ھی کہ اِس باب میں کیا حکم اُنکو ملا ھی بعض مفسرین نے یہہ بھی لکھا ھی کہ اسکا خطاب اہل کتاب و منافقین کی طرف ھی مگر مفسر مظہری وغیرہ نے اُن اقوال کو لکھکر تحریر کیا ھی کہ وہ سب اقوال واہیات ہیں ضرور بلا شبہہ یہہ خطاب مسلمانوں کے حق میں ھی — بہرحال اِس آیت میں صاف صاف مذکور ھی کہ کتاب مقدس

تمام وکمال پر ایمان لانا فرض ہی ایک صحیفہ کا بھی انکار کرنا
بے ایمانی ہی ؛

پھر جو شخص بعض کتاب کو مانے اور بعض کو نہ مانے اوسکو نہایت
شدید سزا کا حکم دیا ہی چنانچہ سورہ بقر میں ہی (أَفَتُؤْمِنُونَ
بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ
مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ
أَشَدِّ الْعَذَابِ) یعنے کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان لاتے ہو اور
دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو ۔ کیا سزا ہی اسکی جو ایسا تم میں سے کرے
۔ مگر یہہ کہ دنیا میں رسوائی اور قیامت کے روز سخت عذاب میں مبتلا ہونگے

اسی طور مسلمانوں کو کتاب مقدس تمام وکمال پر ایمان لانے پر تاکید
جا بجا کی ہی اور جو اسپر ایمان لاویں انکے واسطے بڑی جزا کا وعدہ دیا ہی
اور جو ایک حصہ کو بھی نہ مانیں انکے واسطے بھاری سزا کی خبر دی ہی

پھر محمد صاحب کو خود حکم ہی ۔ سورہ شوری (قُلْ آمَنْتُ بِمَا
أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ) یعنی تو کہہ (اے محمد) کہ میں ایمان لایا اسپر جو خدا نے کتاب نازل کی ہی

پھر محمد صاحب کو حکم ہی کہ کتاب مقدس کی ہدایت کی پیروی کریں ۔
سورہ انعام (أُولٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ
اُولٰۗئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ) یعنی یہہ وہ لوگ
تھے جنکو ہمنے کتاب اور شریعت اور نبوت دی — پھر اگر ان باتوں کو
یہہ لوگ نہ مانیں تو ہمنے انپر مقرر کیے ہیں وہ شخص جو انسے منکر نہیں وہ
وہ لوگ ہیں جنکو خدا نے ہدایت دی سو تو انکی ہدایت کی پیروی کر ؛

پس ان آیات میں صاف صاف حکم ہے کہ خود محمد صاحب کو کتاب مقدس
پر ایمان لانا اور اسکی ہدایت کی پیروی فرض ہے ؛

پھر یہود و نصاریٰ کو قرآن میں حکم دیا ہے کہ نہ صرف قرآن کو مانیں بلکہ
توریت و انجیل کی تبعیت اور اسکے احکام کی تعمیل کریں اور اس بات کی
تاکید و تہدید کی ہے ؛

چنانچہ سورہ مائدہ میں ہے (وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا
لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا
التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ
مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ) یعنی اگر اہل کتاب ایمان لاویں اور خدا سے ڈریں
تو ہم انکی برائیاں اتاریں اور انکو نعمت کے باغوں میں داخل کریں اور
اگر وہ عمل کریں توریت اور انجیل پر اور جو نازل ہوا انکو انکے رب کی

طرف سے تو کھاویں اپنے اوپر سے اور پانوں کے تلے سے مفسرین
نے اقاموا کے معنی یک لکھے ہیں (اقاموا احکامہما وحدودہما) یعنی
قائم کریں اُنکے احکام اور حدود — اور بیضاوی میں ہی (اَقَامُوا التَّوریٰۃَ
والانجیل باذاعۃ مافیہما والقیام باحکامہما) یعنی اقامت توریت
و انجیل سے مراد اشاعت اُسکی جو اُسمیں ہی اور قائم ہونا اُنکے حکموں پر ÷

پھر اسی سورہ میں ہی (قُل یَا اَھلَ الکِتٰبِ لَستُم عَلٰی شَیءٍ حَتّٰی تُقِیمُوا
التَّورٰیۃَ وَالاِنجِیلَ وَمَا اُنزِلَ اِلَیکُم مِّن رَّبِّکُم) یعنی تو کہہ (ای محمد) کہ
ای اہل کتاب تم کسی چیز پر قائم نہیں ہو جب تک عمل نکرو توریت اور انجیل پر اور
اُسپر جو تمکو اُترا تمھارے رب سے ÷

جملہ مفسرین تُقِیمُوا کے معنی تعملوا لکھتے ہیں یعنی عمل کرو ÷

پس یہہ آیت صاف صاف حکم دیتی ہی کہ اہل کتاب نہ صرف قرآن کی
تبعیت کریں بلکہ توریت اور انجیل کے حکموں پر بھی مستحکم ہوں ÷ قطعی اور
حتمی حکم دیتی ہی کہ یہود و نصاری کی سلامتی اس بات میں ہی کہ علاوہ قرآن
کے کتاب مقدس کے احکامات و ہدایات کو ملحوظ رکھکر تعمیل کریں نہیں تو
بالکل نکمے ہیں اور اُنکا دین و ایمان بیکار ہی ÷

تیسرے عرض یہہ کہ ہر چند آیات مذکورۂ بالا سے ظاہر ہوتا ہی کہ کتاب

مقدس جسکي نسبت قرآن جابجا حکم دیتا هي که اُسپر تمام مسلمانون کو ایمان لانا فرض
هي اور جو اُسکو جهٹلاوین اُنکو سخت سزاے ابدي هوگي اور اُسکے ایک
حصہ پر ایمان نہ لاوین بلکہ تمام وکمال کتاب پر۔ اور جسپر خود محمد صاحب کو
ایمان لانا اور اُسکي هدایت کي پیروي فرض ٹهرائي اور جسکے احکامات اور
هدایات کي پیروي اور تعمیل بتاکید وتهدید تمام یهود ونصاری پر واجب
بتلائي که اگر اُسکے مطابق عمل نکرین تو اُنکا دین وایمان لاطائل اور بیکار
هي پس ضرور وہ کتاب اُس وقت مروج اور موجود بهي تهي ورنہ ایسے احکام
نہوتے که غیر موجود اور غیر مروج شي کي نسبت ایسے حکم نهین هوسکتے هین۔
لیکن اِسکے سواے قرآن مین بهت جگهہ ایسے بیانات اور آیات صاف
وصریح مذکور هین جنسے بخوبي تمام معلوم هوتا هي که کتاب مقدس جسکے وہ القاب
اور تعریفات مذکورۂ بالا قرآن بیان کرتا هي اور جسکي وہ شهادت کامل دیتا
اور بار بار اُسکي تصدیق کرتا هي وہ کتاب اُس وقت موجود هي نہ تهي بلکہ اُسکے
نسخجات بکثرت تمام هر کهین یهود ونصاری کے پاس موجود اور اُن مین
مروج اور جاري تهے۔ چنانچہ کتاب موصوف کي نسبت لکها (مَعَهُمْ)
یعني جو اُن اہل کتاب کے ساتهہ هي۔ اور (مَا عِنْدَهُمْ) جو اُنکے
پاس هي؎

پھر لکھا ہی (فَاسْئَلِ الَّذِینَ یَقْرَؤُنَ الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکَ) یعنی ای محمد تو پوچھ اُن لوگوں سے جو پڑھتے ہیں کتاب مقدس جو تجھ سے پہلے نازل ہوئی ÷

پھر کہا ہی (دَرَسُوا مَا فِیهِ) یعنی اہل کتاب پڑھتے ہیں جو اسمیں ہی پھر کہا ہی (یَسْمَعُونَ کَلَامَ اللّٰهِ) یعنی وہ کہ سنتے ہیں خدا کا کلام پھر مذکور ہی (وَهُمْ یَتْلُونَ الْکِتَابَ) یعنی وہ پڑھا کرتے ہیں کتاب موصوف ÷

پھر مسطور ہی (وَکَیْفَ یُحَکِّمُونَکَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰیةُ فِیهَا حُکْمُ اللّٰهِ) یعنی اور کس طرح تجکو ای محمد اپنا حاکم بناوینگے حالانکہ اُنکے پاس توریت ہی جسمیں خدا کا حکم ہی وغیرہ ÷

غرض نہایت واضح ولائح ہی کہ کتاب مقدس محمد صاحب کے زمانہ میں جابجا موجود اور رائج اور مشہور تھی کہ ہر کہیں بسہولت مل سکتی تھی اور سب اُسکو جانتے پہچانتے تھے — جسپر حوالہ بآسانی ہوتا تھا یہانتک کہ تصفیہ مقدمات و مسائل متنازعہ کا اُسپر منحصر رہا جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا ÷ اور پھر اسی سے اوسکی کمال شہرت اور عام ہونا بخوبی روشن ہی کہ اُسکا نام الکتاب ٹھہرایا گیا یعنی کتاب معلوم اور اِس سے بھی کہ یہود و نصاریٰ کا نام بسبب

کثرت کتاب موصوف کے اہل کتاب پڑ گیا یعنی کتاب والے ÷

پھر یہہ بھی واضح ہو کہ محمد صاحب کے وقت اکیس سو برس تو حضرت موسی کو گذرے تھے جنکی کتاب توریت اور اُنکے پیچھے کے انبیاے کرام کے صحیفے یہودیوں میں جاری تھے اور چھہ سو برس سے عیسائی مذہب جاری تھا روم و شام و مصر و حبش و ایران و عرب و اطالیہ و ہسپانیہ وغیرہ ملکوں میں بکثرت تمام پس اُسکے مقلدوں کے پاس توریت و صحف انبیاے بنی اسرائیل کے سواے انجیل وغیرہ جملہ کتاب مقدس موجود تھی ÷

پس یہہ بھی معلوم ہو کہ کتاب مقدس نہ صرف مکہ و مدینہ میں اس کثرت و شہرت کے ساتھہ جابجا رائج و جاری و مشہور و معروف تھی بلکہ عربستان کے اطراف و جوانب کے تمام ملکوں اور شہروں اور دیہات میں بھی بڑھی بہتایت سے مکہ و مدینہ دنیا کے کسی گوشہ یا تہخانہ میں نہ تھا کہ ذرہ بھی غلط فہمی کا اندیشہ ہو سکتا ہو کہ جب توریت و انجیل وغیرہ صحف کتاب مقدس کا قرآن میں جابجا اس کثرت اور شہرت کے ساتھہ ذکر ہوا اور اُسکے اوپر حوالہ ہوا اور اُسکی تبعیت و تعمیل احکام کا یہود و نصارا ہی کو حکم ہو تو سواے اُس کتاب کے جسکو اُسوقت کے تمام یہود و نصارا ہی عموماً مانتے ہوں اور کسی دوسری کتاب کا اشارہ یا کنایہ ہرگز کسی کے خیال میں نہیں آتا ہے

بلکہ قرآن میں ایسی ہی کتاب کا ذکر ہی جو عموماً ہر کہیں مروج و مستعمل و مشہور و معروف تھی اور روزمرہ اسوقت کے برتاو میں تھی جسپر بآسانی و بسہولت تمام رجوع ہو سکتا اور حصر و حوالہ کر سکتے تھے ✽

خصوصاً یہہ بات اس امر سے زیادہ روشن ہو سکتی ہی کہ عرب کے جوانب و اطراف سے جوق جوق یہودی اور عیسائی عکاظ و مجنہ و ذوالمجاز وغیرہ میلوں میں سال بسال آتے اور اسکے سواے خود مکہ کے سوداگر ہر سال کئی مرتبہ شام و حبش وغیرہ اطراف و جوانب کو جایا کرتے تھے جہاں کہ مذہب مسیحی اچھی طرح سے جاری تھا اور یہودیوں کا مذہب بھی معلوم تھا ✽

پھر خود محمد صاحب دو مرتبہ ملک شام میں گئے اور وہاں کے بہت سے عیسائیوں سے ملاقات کی اور انکے حالات سے واقف ہوئے ✽

پھر اسکے سواے سو مسلمان سے زیادہ نجاشی بادشاہ حبش کے دربار تک پونہچے جہاں کہ بادشاہ اور رعایا عیسائی تھی - اور بہت سے اسقوف اور علماے دین وہاں موجود تھے جنکے حال اور مذہب سے کما ہی اطلاع مسلمانوں اور محمد صاحب کو حاصل ہوئی ✽

پھر اسکے سواے محمد صاحب نے نجاشی بادشاہ حبش اور رئیس مصر اور قیصر روم وغیرہ عیسائی بادشاہوں سے مراسلت کی اور قیصر روم کو

بلاشبہ اُسی خطاب اہل کتاب سے ملقب کیا وغیرہ ـ جیسا کہ کتب سیر
اور احادیث سے یہہ سب حالات بخوبی تمام واضح ہوتے ہیں ÷

پس محمد صاحب عرب اور اسکے سواے اطراف و جوانب کے یہود
و نصارٰی کے حالات اور مذہب سے واقف اور اُن سے ہر طرح کا
تعارف اور شناسائی رکھتے تھے ÷

لہذا قرآن میں جہاں جہاں کتاب مقدس کا ذکر ہوا اور کہا گیا ہی
عموماً کہ یہود و نصارٰی پڑھتے ہیں اور وہ اُنکے پاس ہی اور اُنکے ساتھ
ہی اور اُسپر اُنکو عمل کرنا فرض ہی اور مسلمانوں کو اُسپر ایمان لانا فرض ہی
وغیرہ جیسا اوپر مذکور ہوا پس ضرور وہ بالضرور وہی کتاب ہی اور
اُسی کا ذکر ہوا جو عربستان اور اسکے اطراف و جوانب کے ملکوں اور
شہروں میں عموماً جاری و رائج تھی اور ہر کہیں مشہور و معروف تھی ÷

چہارم یہہ کہ کتاب مقدس جسکا محمد صاحب کے ہمعصر اہل کتاب
میں ملک بملک بکثرت تمام موجود و جاری و رائج و مشہور و معروف ہونا
تصدیق ہوتا ہی بموجب شہادت قرآن و احادیث پس اُسی کتاب کی
نسبت قرآن و حدیث سے پوری گواہی ملتی ہی کہ وہ اُسوقت تک
صحیح و سالم بحالت اصلی تھی بلکہ یہہ دعوٰی کیا ہی کہ قرآن اُسکے واسطے

محافظ اور پاسبان مقرر ہی کہ جو اُسکو بدل جانے اور متغیر ہونے سے
محفوظ رکھتا ہی - جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا ؛

قرآن و حدیث میں ایک جگہہ بھی نہیں ہی کہ جسمیں ادنیٰ اشارہ یا
کنایہ بھی ہو کہ جس سے کتاب موصوف کا محرف ہونے یا بدل جانیکا
دعوی مترشح ہووے ؛

ہان البتہ جب یہودیان و مسیحیان مدینہ نے محمد صاحب کو نبی نمانا
اور بحث و گفتگو کرنے لگے اور اپنی وجوہات کی تائید و تاکید کے واسطے
کتاب مقدس کی آیات و اخبار کو پیش کرنے لگے (جیسا کہ قرآن و
حدیث سے ظاہر ہی) تو اُس وقت محمد صاحب نے اُنکو راست گو
اور سچا نہ مانا بلکہ اُنھیں الزام دیا کہ وہ جان بوجھکر اپنی شرارت سے
کتاب مقدس کے معنی اُلٹے لگاتے ہیں یا یہہ کہ اپنی غفلت اور نادانی
سے اُسکا مدعا نہیں سمجھتے ہیں ؛

مگر کیسی ہی اشد الزام قرآن کے اہل کتاب کی نسبت کیوں نہ دیکھو
مگر اُسسے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہی کہ گویا قرآن کا یہہ دعوی ہی کہ کتاب
مقدس محرف ہو گئی اب بالفعل یا زمانہ سابق سے محرف ہو چکی ہی یا بدل
گئی یا یہہ کہ اب وہ قابل اعتماد نہیں ہی - بلکہ خلاف اسکے جس طور قرآن

سے اُسکا کلام اللہ ہونا ثابت کیا گیا ھی اسی طور اُسکی اصلیت و کاملیت
اور صحت کا اُس سے یقین پیدا ہوتا ھی +

آپ صاحب ملاحظہ فرماوین کہ سب سے بڑے الزام جو یہودیان مدینہ
کو قرآن میں دیے ہیں جنکا تعلق کتاب موصوف سے ھی اسی قدر ہیں جو ذیل
میں مرقوم ہیں +

(۱) سورہ جمعہ (مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ
يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ) یعنی مثل اُن لوگوں کے جنپر لادی گئی توریت پھر
نہ اُٹھایا اُنھوں نے اسکو مانند اُس گدھے کے ھی جسپر کتابیں لادی گئیں
بُری ھی مثل اُن لوگوں کی جنھوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا اور خدا ظالم لوگوں کو
ہدایت نہیں کرتا ھی +

تفسیر مدارک وغیرہ میں مرقوم ھی کہ اس جگہہ یہودیوں کو گدھے کے
ساتھہ تشبیہ دی ھی کہ جس طور وہ کتابوں سے لدا ہوا اور اُسکے مضامین
عمدہ سے ناواقف ہوتا ھی اسیطرح یہودی بھی باوجودیکہ توریت کو پڑھتے
ہیں اور اُسکے مضامین کو حفظ کرتے ہیں مگر نہ اُسپر عمل کرتے ہیں اور نہ
اُسکی آیات سے فائدہ حاصل کرتے ہیں +

الغرض خلاصہ الزام کا یہہ ہی کہ یہودیوں کے پاس کلام الہی اصلی تو موجود ہی مگر اپنی نادانی سے یا شرارت سے اوسکے معنی ٹھیک نہیں لگاتے ہیں یا عمل نہین کرتے ہیں ✣

(۲) سورہ مائدہ (یَا اَھْلَ الْکِتَابِ قَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتَابِ وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ) یعنے ای کتاب والو تحقیق کہ ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہی بیان کرتا ہی تمکو جو تم کتاب مقدس میں سے چھپاتے تھے اور در گذر کرتا ہی بہت چیز ✣

اسمیں اسبات کا الزام دیا ہی کہ بعض باتیں کتاب والے کتاب مقدس سے چھپاتے تھے جنکو محمد صاحب ظاہر کرنے آئے ہیں اور بعضی باتوں سے درگذر بھی کرتے ہیں ✣

(۳) سورہ آل عمران (وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکْتُمُوْنَہٗ فَنَبَذُوْہُ وَرَاءَ ظُھُوْرِھِمْ وَاشْتَرَوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا) یعنے اور جب خدا نے اقرار لیا اُن لوگوں سے جنکو کتاب دی گئی تھی کہ اُسکو بیان کریں بنی آدم سے اور نہ چھپاویں پس انھوں نے پھینک دیا (اقرار) اپنی پیٹھ کے پیچھے اور بیچ ڈالا اُسے تھوڑے مول پر ✣

کیسے خدا نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا تھا کہ جب نبی آخرالزماں پیدا ہوں تو انکی شہادت بیان کریں مگر اُنھوں نے ایسا نہ کیا بلکہ اسکو تھوڑے مول پر یعنی دنیا کے مارے بیان نہ کیا ✣

اِسمیں یہودیوں کو یہہ الزام دیا ہی کہ وہ اخبار نبی آخرالزماں کو ظاہر نہیں کرتے ہیں کتاب مقدس سے بلکہ دنیا کے لالچ سے اُسکو چھپاتے ہیں — پس یہہ یہودیوں پر الزام ہی نہ کتاب کا کوئی نقص ہی — جیسے کہ اگر کوئی مسلمان جان بوجھکر دنیاوی غرض کے مارے کسی خاص معاملے یا مسئلہ کی متعلق آیت قرآن سے پیش نہ کرے بلکہ چھپاوے — تو اِس باعث سے قرآن محرف نہیں ہو سکتا ہی ✣

(۴۱) سورہ مذکور (وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ) یعنی اُن میں سے ایک فریق ہی کہ زبان مروڑکر پڑھتے ہیں کتاب کو تاکہ تم جانو کہ وہ کتاب میں سے ہی حالانکہ وہ کتاب سے نہیں اور کہتے ہیں کہ یہہ خدا کی طرف سے ہی حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہی اور خدا پر جھوٹ بولتے ہیں اور جانتے ہیں ✣

اِسمیں مذکور ہی کہ بعض یہودیانِ مدینہ بعض عبارت کو زبان مروڑکر ایسا

پڑھتے ہیں کہ مسلمان لوگ دھوکھا کہا کر اسکو سمجھیں کہ کتاب مقدس میں سے
پڑھتے ہیں حالانکہ وہ عبارت کتاب موصوف کی نہیں ہی اور وہ لوگ ایسا
ظاہر کرتے ہیں کہ یہہ منجانب اللہ ہی حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں —
پس اسکو بھی تحریف کتاب سے کچھہ تعلق نہیں ہی جیسا کہ اگر کوئی مسلمان یا
چند کسی عبارت عربی کو کتب فقہ وغیرہ سے تجوید و قرأت مثل قرآن کے پڑھے
چنانچہ چند قصے اس قسم کے مذکور بھی ہیں یا اسکو پڑھکر نا واقفوں پر ظاہر کرے
کہ یہہ عبارت آیات قرآن ہیں تو ایسا کرنے سے تحریف قرآن نہیں ہو سکتی
ہی اور نہ قرآن غیر معتبر ٹھہر سکتا ہی — اور اگر کوئی ایسا الزام چند شخصوں کو دیوے
کہ تم ایسا کرتے ہو تو اس سے ہرگز یہہ نہیں سمجھہ سکتے ہیں کہ اب قرآن
محرف ہو گیا اور پایہ اعتبار سے ساقط ہو گیا بلکہ اگر فی الواقع اُن لوگوں نے
ایسی شرارت اور بے ایمانی کی بات کی اُنکا قصور ثابت ہوگا ٭

(۵) سورہ انعام (قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْکِتَابَ الَّذِیْ جَآءَ بِہٖ مُوْسٰی
نُوْرًا وَّھُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَہٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَھَا وَتُخْفُوْنَ کَثِیْرًا)
یعنی تو کہہ (ای محمد) کہ کسنے نازل کی وہ کتاب جو موسی لایا اُسے اور ہدایت
لوگوں کے واسطے تم اُسے کاغذ کے تختوں پر اُتارتے ہو اور دکھائے
ہو اور بہت کو چھپاتے ہو ٭

اسمیں انہی یہودیوں کو اسبات کا الزام دیا ھی کہ وہ توریت کو جدا جدا کاغذ
کے تختوں پر دکھلاتے ہیں اور اکثر کو چھپاتے ہیں +

(۶) سورہ نساء (مِنَ الَّذِینَ ھَادُوا یُحَرِّفُونَ الْکَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهٖ
وَیَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَیًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا
فِی الدِّینِ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ
وَاَقْوَمَ) یعنی یہودیوں میں سے بعضے پھیرتے ہیں لفظ کو اسکی جگہہ سے
اور کہتے ہیں سمعنا وعصینا (ہمنے سنا اور عدولحکمی کی) اور اسمع
غیر مسمع (سن انی بہرے) اور راعنا (ہمکو دیکھہ) مروڑکر اپنی زبان
کو اور ملامت دیکر دین کو اور اگر وہ کہتے سمعنا واطعنا (ہمنے سنا اور مانا
اور انظرنا (ہمپر نظر کر) تو بہتر ہوتا انکے واسطے اور زیادہ درست +

اسمیں مذکور ھی کہ یہودی لوگ تحریف کلمات اور لی السنہ کرتے ہیں او
دونوں کے معنی بھی صاف بتلادیے کہ بظاہر تو اطعنا (ہمنے مانا) کہتے
ہیں ــ اور ہونٹوں میں زبان مروڑکر عصینا (ہمنے عدولحکمی کی) کہتے
ہیں ــ ایسیطور ظاہرا راعنا (ہمکو دیکھہ) کہتے ہیں اور تحریف لی لسان
کرکے راعینا (ہمارے چرواہے) کہتے ہیں ــ الغرض ایسے الفاظ
بولتے ہیں جو بظاہر اچھے اور باطن میں گستاخانہ کلام کرتے ہیں ــ چنانچہ

جملہ مفسرین نے لکھا ھی کہ بعض یہودیان مدینہ بظاہر الفاظ اطاعت بولتے تھے مگر باطن میں محمد صاحب کی تحقیر و تشنیع کرتے تھے۔ پس یہی تحریف اور لیّ السنہ ہوئی۔ اور جلال الدین تحریف کے معنی لیّا بالسنتہم لکھتا ھی یعنی زبان مروڑ کر بولنا تو تحریف اور لیّ السنہ کے ایک ہی معنی ہوئے۔ یہی مراد لفظ تحریف سے ھی تمام قرآن میں مذکور ھی ❊

(۷) سورہ مائدہ (فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ) یعنی پس اُنکے عہد توڑنے کے سبب سے ہمنے اُن (یہود) کو لعنت کی اور اُنکے دل سخت کردیئے وے بدلتے ہیں کلموں کو اُنکی جگہہ سے ❊

(۸) سورہ ایضاً (وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا) یعنی یہودیوں میں سے بعضے جاسوسی کرتے ہیں دوسری جماعت کیواسطے جو تجھ تک (ای محمد) نہیں آئے بے اسلوب کرتے ہیں بات کو اُسکے ٹھکانے سے کہتے ہیں کہ اگر تمکو یہہ بات دی جاوے تو لو اور اگر نہ دی جاوے تو بچتے رہو ❊

اِن دونوں مقاموں میں یہودیوں کو اس بات کا الزام دیا ھی کہ وہ

جاسوسي کرکے لوگوں کو جھوٹ کي طرف مائل کرتے ہیں اور کلام کو
اپنے ٹھکانے سے بے اسلوب کرکے بیان کرتے ہیں مراد اس سے
یہہ کہ یا تو وہ کسي جملہ کو اُسکے موقع سے جدا کرکے اسطرح پڑھتے ہیں کہ اُسکے
معني بدل جاویں یا اُسے کسي دوسرے جملہ کے ساتھہ اس طور ملاکر بیان
کرتے ہیں کہ اُسکے اصلي معني بگڑجاویں اور دوسرے یہودیوں سے کہتے
ہیں جو ابھي محمد صاحب کے پاس نہیں آئے تھے کہ تم اُنکے پاس جاؤ
اگر تم اُنکي تعلیم اور تلقین میں بھي یہي بات پاؤ تو قبول کرو وگرنہ حذر کرو
تفسیر مدارک میں ہے (یحرفون عن مواضعہ یفسیرونہا علي غیر ما
انزل اللہ ــ یعني تحریف کرتے ہیں وہ اُنکے مقاموں سے تفسیر کرتے ہیں
اُسکے خلاف اُسکے کہ اُتارا گیا ــ یعني تحریف سے مراد یہہ ہے کہ یہودي لوگ
مراد اصلي نہیں بیان کرتے اُسکے خلاف تاویلات کرتے ہیں چنانچہ دوسرے
مفسروں نے لکھا ہے کہ (تحریفہم سوء التاویل) یعني تحریف سے مراد
بدتاویل ہے ؛

تفسیروں میں شان نزول (۸) میں لکھا ہے کہ خیبر کے کسي شریف نے
زنا کیا اور مرد و عورت دونوں محصن تھے جسکي سزا توریت میں سنگسار کرنا
ہے مگر لوگوں نے اسکو مکروہ جانا سبب اُن دونوں کے شرف کے اسلئے

اُنھون نے ایک گروہ یہودیان مدینہ کے پاس بھیجا کہ محمد صاحب سے
پوچھیں اور اُن لوگوں سے کہا کہ اگر وہ دُرّہ لگانے یا تجمیم کا حکم دیں تو
قبول کر لینا اور اگر سنگسار کرنے کا حکم دین تو نہ ماننا گر محمد صاحب نے
سنگسار کرنیکا حکم دیا اِسلیئے اُنھون نے انکار کیا تب یہہ آیت اُتری
مدعا یہہ کہ یہودی توریت مین جو حکم ہی اُسکی تاویل اور تفسیر خلاف کرتے
ہین اور مطلب اصلی کو متغیر کرتے ہین ✝

تفسیر معالم التنزیل میں اِس حال کو بیان کرکے لکھا ہی کہ یہہ شانِ نزول
اصح ہی ــ مگر ایک اور بھی ماجرا لکھا ہی کہ بعض روایات مین اسکا شانِ نزول
یہہ ہی کہ یہودی محمد صاحب کے پاس آئے اور کہا کہ ایک مرد اور عورت
نے زنا کیا ــ محمد صاحب نے پوچھا کہ توریت مین کیا لکھا ہی دربابِ
رجم ــ اُنھون نے کہا کہ ہم اُسکو فضیحت کریں اور دُرّے ماریں ــ
عبد اللہ ابن سلام نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو توریت میں تو رجم یعنی سنگسار کرنیکا
حکم ہی ــ پھر توریت منگائی گئی اور کھولا تو ایک شخص نے اپنا ہاتھہ
آیت رجم پر رکھہ دیا اور جو اُسکے آگے اور پیچھے تھی ــ عبد اللہ
ابن سلام نے کہا کہ اپنا ہاتھہ اُٹھا تو اُسمیں آیت رجم نکلی وغیرہ ✝
الغرض کوئی قصہ ہو اور کسی تفسیر کو دیکھو مراد اُسیقدر ہی اِن دونو

مقاموں پر کہ یہودی از راہ شرارت یا تو احکام توریت کو چھپاتے ہیں
ایک جگہہ کی عبارت دوسری جگہہ جوڑتے ہیں یا یہہ کہ اُسکی تفسیر
ٹھیک نہیں کرتے ہیں بلکہ خلاف تاویل بیان کرتے ہیں +

(۹) سورۂ بقر (أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ
يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ)
یعنی ای مسلمانو کیا تم چاہتے ہو کہ یہود ایمان لاویں حالانکہ انکا ایک فرقہ تھا کہ
خدا کا کلام سنتے اور پھر اُسکو بدل ڈالتے تھے جانکر اور یہہ اِس بات کو جانتے ہیں
تفسیر معالم التنزیل و مظہری وغیرہ میں ابن عباس سے روایت کی ہی کہ معا یہہ ہی کہ یہود کے بیچ
میں سے ستر شخص تھے جنکو حضرت موسیٰ ؑ اپنے ساتھ پہاڑ پر لے گئے تھے جنھوں
نے خدا کی باتیں سُنیں ۔ اُن میں سے جو صادق تھے اُنھوں نے کہا
کہ ہمنے سُنا اور مانا اور بعضے بولے کہ ہمنے سُنا کہ اگر ہو سکے کرو اگر نہو سکے
تو مت کرو یہیں سے اُنکی تحریف تھی +

پس اس آیت میں مسلمانوں کو فہمایش ہی کہ یہہ مدینہ کے یہودی ایمان
نلاوینگے انکے بزرگ تو ایسے تھے +

یہہ سب بڑے بڑے مقام ہیں جو قرآن میں بدعوی تحریف اصطلاحی
متعلق سمجھے جاتے ہیں ۔ مگر بخوبی تمام واضح ہوتا ہی کہ ان سب مقاموں

میں بجز اسکے اور کوئی بات نہیں ہے کہ بعض یہودیان مدینہ مطالب عمدہ اور اصلی
مدعاے کتاب مقدس سے بے بہرہ ہیں نہیں سمجھتے یا کلام الٰہی کے معنی اُلٹے
لگاتے ہیں اور غفلت و شرارت سے تاویل و تفسیر خلاف بیان کرتے ہیں
یا متفرق آیات پیش کرتے ہیں ۔ اور جس آیت کا جہاں ربط ہے انھیں
دبا رکھتے ہیں اور دوسری کسی آیت کے ساتھ لگاتے ہیں تا کہ مراد اصلی او
حکم کتاب بدل جاوے اور مدعا متغیر ہو جاوے یا یہہ کہ ذو معنی کلمات بولتے
ہیں کہ جو بظاہر کلام شایستہ ہوتا ہے مگر بباطن گستاخانہ و بے ادبانہ گفتگو ہوتی
ہے ۔ یا یہہ کہ قول انسانی مثل فقہ یا اخبار یا روایات یا تفاسیر علما کو اس طور
زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کہ مسلمان سمجھیں کہ کلام اللہ ہے یا یہہ کہ وہ کلام بشر کو
کلام خدا بتلاتے ہیں ۔ یا یہہ کہ جو آیات اور پیشین گوئیاں کہ محمد صاحب کے
حق میں مسطور ہیں چھپا رکھتے ہیں اور پیش نہیں کرتے ہیں ؛

پس ایسے الزام دینے سے کوئی سمجھدار اور منصف مزاج شخص ہرگز نہ سمجھیگا
اور مطلق اُسکو شبہہ بھی نگذریگا کہ گویا قرآن کا دعوی ہے کہ کتاب مقدس محرف
ہو گئی اور قابل اعتماد نہیں ۔ بلکہ کبھی اس بات کو باور نہ کریگا کہ قرآن میں آیات
مذکورہ کے درج ہونیکا یہہ مطلب ہے یا اسنے یہہ نتیجہ نکلتا ہے یا اسنے یہہ بات مترشح
ہے کہ گویا بعض یہودیان مدینہ نے اپنی کتاب میں تحریف کر لی ہے ۔ اُسمیں سے

بعض صحف یا بعض ابواب یا فصول یا سطر دو سطر یا حرف چھیل ڈالے ہیں یا کاٹ ڈالے یا مٹا دی یا کچھہ بڑھا دیا یا تغیر کتاب میں کر ڈالا یا محمد صاحب کی پیشین گوئی یا تعریف دور کردی سو ہرگز ہرگز نہیں ✤

پھر اس سے بھی ہم درگذر کرکے عرض کرتے ہیں کہ فرض کرو کہ گویا قرآن میں مذکور ھی کہ بعض فرقہ یہودیان مدینہ نے ایسا ہی کرلیا ھی اور اپنی کتاب بدل ڈالی تو کیا تمام یہودیوں نے ایسا ہی کر لیا سبھوں نے ایمان چھوڑ دیا کیا انھوں نے بھی جنکو قرآن ہی میں علم الٰہی میں راسخ بیان کیا ھی جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا اور جنکو کہا ھی کہ خدا نے امام اور ہادی مقرر کیا ھی جو خدا تعالی کی مرضی کے مطابق ہدایت کرتے ہیں — تو کیا قرآن بتلاتا ھی کہ ان لوگوں نے بھی کتاب مقدس بدل ڈالی اور متغیر کر ڈالی ✤

یہہ بات ایک نادان بھی سچ نہ مانیگا کہ قرآن کے مصنف کا ایسا خلاف مدعا ھی ✤

اب میں اس سے بھی قطع نظر کرکے لکھتا ہوں کہ اس تہمت اور الزام کو جہاں تک چاہو بڑھاؤ اور جسقدر کھینچ کھانچ کرکے الٹے معنی لگاؤ مگر یہہ سب یہودیان مدینہ کی نسبت ھی تمام قرآن میں ایک آیت بھی نہیں ھی جس سے اشارہ یا کنایہ بھی نکالنا ممکن ہو کہ مدینہ کے نصاری نے تحریف یا تصحیف کی ✤

البتہ اُنکے باب میں یہہ لکھا ہے — سورہ مائدہ (وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ
أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا) یعنی جو کہتے ہیں کہ ہم نصاری ہیں
اُنسے ہمنے وعدہ لیا پھر بھول گئے ایک حصہ اُس نصیحت کا جو اُنکو کی گئی تھی ؛

تفسیر معالم التنزیل میں ہے (اَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فی التوحید والنبوۃ)
یعنی ہمنے اُنسے وعدہ لیا تھا توحید اور نبوت میں ؛

تفسیر مدارک میں ہے اَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ وهو الايمان بالله والرسل) یعنی ہمنے
وعدہ لیا تھا خدا اور رسولوں پر ایمان لانے کا ؛

پس نصاری کو بھی الزام دیا کہ جو نصیحت اُنکو کی گئی تھی اور جو وعدہ اُنسے
لیا گیا تھا اُسکا ایک حصہ بھول گئے — لہذا اگر فرض کرو کہ تمام یہودیان مدینہ
نے محمد صاحب کی دشمنی سے اپنی کتابوں کو محرف کر دیا تو انکی کتابیں قابل
اعتماد نہیں ہیں — تو ہرگز قرآن کا یہہ دعوی مطلق نہیں ہے کہ نصارا نے بھی
بھی ایسا ہی کر لیا اور وہ بھی یہودیوں کے ساتھی بن گئے — یہہ بات بالکل
خلاف قرآن ہے ؛

اب فرض محال کرو کہ تمام یہودی اور عیسایان مدینہ نے ایسا اکا کر لیا اور
اسقدر بے ایمانی پر بھی کمر باندھی کہ باہمدگر اتفاق کرکے اپنی کتابوں کو خراب
کر ڈالا اور محمد صاحب کی تعریف یا پیشین گوئیاں اور دوسرے مطالب بھی

بدل ڈالے تو یہہ دعوی تو ہرگز سارے قرآن میں نہیں ہی اور اوسکی ذکر بھی نہیں
ہی کہ تمام جہان کے یہود و نصاری نے اپنی کتاب الہی اور کلام اللہ کو محرف کر ڈالا
اور اُسکے مطالب اور مقاصد بدل ڈالے ــ جا بجا ملک ملک اور شہر شہر اور
گانو گانو کے لاکھوں آدمیوں نے بیشمار کتاب محرف کر ڈالی جو نہ ایک زبان میں
تھیں بلکہ مختلف زبانوں اور متفرق حرف میں ؛

ایسے خلاف دعوی اور ناممکن بات اور غیر مذکور امر اور خلاف منشاے قرآن
کو کون ہی جو سچ جانیگا ؛

پنجم بلکہ جو شخص تمام قرآن کو سیدھے دل اور حق پسند نظر اور راستی کی راہ سے
مطالعہ کریگا وہ بلا شک و شبہہ یقین کریگا کہ اُسمیں اول سے آخر تک کتاب مقدس
کو کلام اللہ بتلایا اور تصدیق کیا ہی اور بہت سی آیات سے بخوبی تمام روشن ہوتا
ہی کہ کتاب موصوف بحالت اصلی محمد صاحب کے زمانہ میں موجود تھی ــ البتہ قرآن
میں ایسا لکھا ہی کہ محمد صاحب کے وقت مدینہ کے یہودی اُنکی دشمنی سے آیات
کتاب موصوف ٹھیک نہیں بتاتے تھے اور تفسیر و تاویل خلاف کرتے تھے
اور آیتوں کو جدا جدا پیش کرتے اور بعض کو چھپاتے اور بعض کو دوسری جگہہ لاکر
ظاہر کرتے تاکہ اُنکے اصلی مدعا بدل جاویں ؛

اور اگر قائل قرآن کا یہہ دعوی ہوتا کہ جہان بھر کی سب کتاب مقدس محرف

وہ آیات جن سے یقین ہوتا ہی کہ قرآن اپنے وقت کی مروج کتاب مقدس کو بلا تحریف و تبدیل اصل اور صحیح بتاتا ہی ۱۲

هی یا بدل گئی هی یا بیا یق سے خراب و خستہ هی یا آپ پاس یہود و نصاری کے لیئے
هیں وغیرہ تو پھر وهی یہ کہنے والا اُسی کتاب محرّف اور متغیر اور مبدّل اور بے
اعتبار اور بے اعتماد کو امام و رحمت و کتاب المبین و کتاب المنیر و ہدایت و
جامع کمالات اور دین میں پوری کیونکر بیان کرتا ❊

اور پھر ایسی نکمّی کتاب کے اوپر ایمان لانا مسلمانوں پر فرض کیونکر ٹھہر آتا
— آپہی صاحب اپنے دلوں میں انصاف کریں کہ اگر قائل قرآن کو ذرہ بھی
شبہہ ہوتا کہ کتاب مقدّس میں تحریف و تغیر هی تو کیونکر ممکن تھا کہ وہ محمد صاحب
کو حکم کرتا کہ تم اُسپر ایمان لاؤ اور اُسکی پیروی کرو اور پھر اہل کتاب کو قطعی حکم دیوے
کہ اگر تم اُسپر عمل نہ کرو اور دل سے پیروی نہ کرو تو تمہاری دینداری باطل هی ❊

برائے مزید تشریح و تفصیل چند آیات قرآنی اور بھی لکھتا ہوں جنسے یقین
کلی ہوتا هی کہ بموجب تصدیق قرآن کتاب مقدّس تمام و کمال بحالت اصلی بلا تحریف
و تصحیف و تغیر و تبدیل محمد صاحب کے زمانہ میں یہود و نصاری کے پاس موجود
و رائج و مشہور و معروف تھی بلکہ آیندہ بھی اُسمیں تحریف ہونا ممکن محال هی ❊

(۱) سورہ سجدہ (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ
وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا
صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ) یعنی بالتحقیق ہمنے دی موسی کو کتاب

پس تو (اے محمد) شبہہ میں مت پڑ اُسکے ملنے میں اور ہمنے بنایا اُسے ہدایت
واسطے بنی اسرائیل کے اور بنائے اُن میں سے امام جو ہدایت کرتے ہیں
بموجب ہمارے حکموں کے جبکہ وہ مستحکم رہے اور یقین کرتے رہے ہماری
آیتوں پر ✣

کتاب موسی توریت ہے۔ اِسمیں محمد صاحب کو حکم ہے کہ اُسکے ملنے یعنی قبول
کرنے میں شک نہ لاؤ یا یہہ کہ بموجب قول بعض مفسرین کے قرآن کے
ملنے میں شک نہ کرو یا موسی کے ملنے میں شبہہ نہ کرو۔ بہرحال کوئی
معنی لو مگر اس سے صاف ظاہر ہے کہ توریت بنی اسرائیل میں متواتر چلی آئی
ہے اور خدا تعالی نے انکو ایسے امام و پیشوا بخشے ہیں جو توریت کے
حکموں کے موافق ہدایت کرتے ہیں۔ لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ
توریت غیر محرف صحیح و اصلی و کامل اُس وقت تک تھی کیونکہ اگر محرف اور
جعلی جاری ہوتی تو اُسکے ماننے والے اور تعلیم دینے والے خدا کے
امام سے ملقب نہوتے بلکہ مضل اور گمراہ کہلاتے ✣

(۲) سورۂ سبا (وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ
مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ) یعنے اور دیکھتے ہیں وہ جنکو علم دیا گیا ہے کہ جو کچھ تیرے
پاس تیرے رب سے نازل ہوا ہے سو حق ہے ✣

مفسرین نے اوتوالعلم کے معنی لکھے ہیں مومنوا اھل الکتاب یعنی مومنان اہل کتاب ــ علم سے مراد علم دین ھی ÷

پس جنکو علم الہی دیا گیا ھی وہ مومنان اہل کتاب ہوئے ــ مگر علم الہی حاصل نہیں ہوسکتا ھی جبتک کتاب اصلی و حقیقی خدا کی نہووے کیونکہ جو محرف اور بگڑی ہوئی کتاب ہو اُسکے ماننے والے ایماندار علم الہی کے نہیں ہوسکتے ہیں جنکے قول کی سند عند اللہ معتبر ہووے ÷

(۳) سورہ مومن (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ) یعنی بتحقیق ہمنے دی موسی کو ہدایت اور وراثت میں دی بنی اسرائیل کو کتاب جو راہ دکھلانے والی اور یاد دلانے والی ھی سمجھ والوں کو ÷

پس اس آیت میں صاف صاف گواہی دی ھی کہ خدا تعالی نے بنی اسرائیل میں متواترتیت وریثت کتاب مقدس کو وراثت میں دی ھی اور وہ کتاب اس صفت کے ساتھ موصوف ھی کہ ہدایت ھی اور صاحبان عقل کو یاد دلانے والی ھی چنانچہ تفسیر مدارک میں ھی (واورثنا بنی اسرائیل الکتاب ای التوریة والانجیل والزبور لان الکتاب جنس ــ ای ترکنا الکتاب من بعدہ الی هذا هدی وذکری

اِرْشَادًا اَوْتَذْکِرَاتًۃ) یعني اور وراثت میں دي ہے ہمنے کتاب کو یعني
توریت اور انجیل اور زبور کو۔ اسواسطے کہ کتاب جنس ھي یعني ہمنے چھوڑ
دیا ھي کتاب کو کہ ابتک ہدایت کرنیوالي اور یاد دلانیوالي +

اور بعض مفسرین کتاب سے مراد صرف توریت لکھتے ہین۔ بہرحال
اس آیت کو ملاحظہ کرکے کسي کے دل میں شک باقي نہیں رہ سکتا ھي کہ
بالیقین کتاب مقدس یا صرف توریت علی اختلاف التفاسیر محمد صاحب کے
زمانہ تک متواتر و متوالي بني اسرائیل کے پاس بحالت اصلي موجود تھي +

(۴) سورۂ یونس (فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ
فَاسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَؤُنَ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکَ) یعني اگر تو شک مین ھي
اُس سے جو اُتارا ہمنے تیري طرف تو تو پوچھہ اُنسے جو پڑھتے ہین کتاب
تجھسے پہلے والي +

اسکي تفسیر مدارک میں اس طور مرقوم ہی (لما قدم ذکر بني اسرائیل
وھم قراء الکتاب ووصفھم بان العلم قد جاءھم لان امر رسول اللہ
مکتوب في التوراۃ والانجیل وھم یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم
اراد ان یوکد علمھم لصحۃ القران ولصحۃ نبوۃ محمد و یبالغ في
ذلک فقال فان وقع لک شک فرضا وتقدیرا وسئل من

حالجتہ شبھۃ ارتیاب الی حلھا بالرجوع الی قوانین الدین وادلتہ
او بمباحثۃ العلماء فسأل اھل الکتب فانھم من الاحاطہ بصحۃ ما آنزل
الیک بحیث یصلحون لمراجعۃ مثلک فضلا عن غیرک فالمراد بوصف
الاحبار بالرسوخ فی العلم بصحۃ ما انزل الی رسول اللہ لا وصف رسول اللہ
بالشک فیہ) یعنی جبکہ پہلے ہو چکا ذکر بنی اسرائیل کا کہ وہ کتاب مقدس کے
پڑھنے والے ہیں اور انکی تعریف کی گیی کہ انکو علم حاصل ہو چکا ھی اسواسطے
کہ معاملہ رسول خدا کا توریت اور انجیل میں لکھا ہوا ھی اور اُس کتاب محمد صاحب کو
ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنی اولاد کو تو اب یہہ قصد کیا کہ اسبات کو موکد کرے
کہ وہ قرآن کو صحیح جانتے ہیں اور محمد صاحب کی نبوت کو حق جانتے ہیں اور
اس امر کو بڑھاوے اسلیے کہا کہ اگر تجکو بالفرض والتقدیر شک ھی اور کسی نے
سوال کیا ھی جسکے دل میں یہہ شبہہ چبھتا ھی کہ اسکے کھولنے پر مبادرت کرے
دین کے قاعدوں اور اُسکی دلیلوں کی طرف متوجہ ہو کر یا عالموں سے مباحثہ
کرنے پر پس تو پوچھہ کتاب والوں سے کیونکہ وہ بباعث اسکے کہ جو تجھپر
اترا ھی اُسکی صحت پر ایسے محیط ہیں کہ تیری مانند لیاقت اسکی رکھتے ہیں کہ اُنکی
طرف وہ مسائل رجوع کرے پڑھ کر تیرے سوا ـــ پس مراد اس میں تعریف
احبار کی ھی کہ وہ کامل طور پر جانتے ہیں کہ جو محمد صاحب پر نازل ہوا ھی صحیح ھی

نہ کہ اسمیں کی تعریف ہی محمد صاحب کے شک کی - الغرض بموجب
اس آیت کے دریافت ہوتا ہی کہ جو کتاب مقدس خدا نے عنایت کی تھی
وہ بحالت اصلی اور صحیح تھی کہ محمد صاحب کے وقت کے اہل کتاب اُس سے
کامل طور پر قرآن کو جانتے تھے کہ من جانب اللہ ہی - پس اگر کتاب محرف
فرض کیجاوے کہ گویا وہ اُس وقت محرف تھی تو ہرگز اُسپر حوالہ نہوتا اور کس طور
اُسکے پڑھنے والوں پر حوالہ ہوتا کہ اُنسے پوچھو ؛

(۵) سورہ اعراف (وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ)
یعنی اور موسیٰ کے قوم میں ایک فرقہ ہی جو حق کی ہدایت کرتے ہیں اور اُسی پر انصاف کرتے ہیں
پس اس آیت سے بھی صاف ظاہر کہ قرآن بتلاتا ہی کہ یہودیوں میں سے بعضے
ایسے ہیں جو حق کی ہدایت کرتے ہیں اور اُسی پر انصاف کرتے ہیں لہذا ضرور وہ بالضرور
اُنکے پاس کتاب صحیح اور اصلی موجود تھی ورنہ محرف اور غیر معتمد کتاب پر عمل
کرنیوالوں کی ایسی تعریف ناممکن تھی ؛

(۶) سورہ بنی اسرائیل (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَاسْأَلْ بَنِي
إِسْرَائِيلَ) یعنی اور بالتحقیق ہمنے موسیٰ کو نو صاف نشانیاں دیں پس تو (ای محمد) بنی
اسرائیل سے پوچھ ؛

اگر کتاب مقدس قابل اعتماد و اعتقاد و معتمد نہوتی تو اُسپر حوالہ نہوتا - کہ تو بنی اسرائیل سے پوچھ

(۷) سورہ آل عمران (قُل فَأتُوا بِالتَّورَاۃِ فَاتلُوهَا إن كُنتُم
صَادِقِينَ) یعنی (اے محمد) تو کہہ کہ لاؤ توریت اور پڑھو اگر تم سچے ہو
یہودیان مدینہ سے دربارہ حلت وحرمت بعض قسم کے گوشت کے
مباحثہ ہوا تو مقدمہ کا فیصلہ توریت پر ٹھہرا کہ جو اُسمیں ہے وہی درست ہے
پس اگر توریت محرف اور غیر معتمد سمجھی جاتی تو معاملہ کا فیصلہ اُسپر نہ
کیا جاتا بلکہ اصلی اور بلا تحریف وتغییر یقین کی گئی کہ قرآن نے اُسپر
فیصلہ مقرر کیا ٭

(۸) سورہ مذکور (لَيسُوا سَوَاءً مِّن أهلِ الكِتَابِ أُمَّةٌ
قَائِمَةٌ يَتلُونَ آيَاتِ اللهِ آنَاءَ اللَّيلِ وَهُم يَسجُدُونَ يُؤمِنُونَ بِاللهِ
وَاليَومِ الآخِرِ وَيَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَيَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ وَ
يُسَارِعُونَ فِي الخَيرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ) یعنی اہل کتاب
میں سب برابر نہیں ہیں ایک فرقہ ہے سیدھا کہ پڑھتے ہیں خدا کی
آیتوں کو رات کے وقت اور جھکتے ہیں سجدہ میں ایمان لاتے ہیں
اللہ پر اور روز قیامت پر اور حکم کرتے ہیں نیک بات کا اور منع کرتے
ہیں برے کو اور دوڑتے ہیں نیک کاموں میں اور وہ لوگ نیکوکار ہیں
تفسیروں میں بہت اختلاف روایات ہے کہ وہ فرقہ کونسا تھا جسکے باب

میں یہہ آیت ہی — مگر ہمکو اُس سے کچھہ کام نہیں ہی ؛ اس آیت سے بہر حال بخوبی تمام واضح ہی کہ اہل کتاب میں سے ایک فرقہ ایسا بھی تھا جو ٹھیک خداے تعالی کی مرضی پر چلتا تھا اور احکام و شرایع الہی کو بجا لاتا تھا اور رات کو خداے تعالی کے کلام کو پڑھا کرتے تھے ؛

پس ظاہر ہی کہ وہ جب ایسے تھے تو ہرگز کتاب محرف اور نامعتبر کے ماننے والے نہ تھے بلکہ ضرور بالضرور اصلی اور حقیقی کتاب مقدس کے اوپر ایمان لانے اور عمل کرنیوالے تھے ؛

(۹) سورہ نسا (لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْھُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ) یعنی لیکن اُن (اہل الکتاب) میں جو محکم ہیں علم میں اور ایمان ولے سو مانتے ہیں جو اترا تجھپر اور جو اترا تجھسے پہلے ؛

معالم التنزیل میں ہی (الراسخون المبالغون فی العلم) یعنی راسخون سے مراد علم میں پورے ؛

تفسیر حسینی میں ہی (لاکن راسخان در علم یعنی آنانکہ علم شریعت نیو بیابرند و باخلاص در عمل آرند از بنی اسرائیل ؛

پس اس سے بھی ثابت ہی کہ محمد صاحب کے زمانہ میں کتاب مقدس

صحیح اور اصلی بھی کیونکہ علم دین میں کامل و راسخ ہونا بغیر اُسکے ناممکن ہی ÷

(۱۰) سورہ مائدہ میں بعد اس بیان کے کہ اللہ تعالی نے توریت اور انجیل کو نازل کیا ہی اور وہ ایسی تعریف و توصیف اور کمال کے ساتھ ہیں پھر لکھا ہی کہ (وَاَنزَلنَآ اِلَیکَ الکِتَابَ بِالحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَینَ یَدَیہِ مِنَ الکِتَابِ وَمُہَیمِنًا عَلَیہِ) یعنی اور تجھپر ہمنے نازل کی ہی کتاب حق (قرآن) جو تصدیق کرتی ہی اُسکی جو پہلے ہی اور اُسکی محافظ ہی ÷

پس اس آیت کے بموجب قرآن محافظ کتاب مقدس کا ہی چنانچہ بیضاوی میں مہیمنا علیہ کے معنی رقیبا علی سائر الکتب یحفظہ عن التغیر ویشھد لھا بالصحۃ والثبات لکھے ہیں - یعنی قرآن محافظ کتاب مقدس کا ہی جو اُسکو بدلنے سے محفوظ رکھتا ہی اور گواہی دیتا ہی اُسکی صحت اور ثبات پر ÷

بھلا صاحبو لاحظہ فرمایئے کہ وہ کتاب جسکی حفاظت کے واسطے قرآن اپنا اترنا بتلاتا ہی اور جسکی صحت اور اصلیت کی گواہی دیتا ہی پس اس سے زیادہ اور کونسی دلیل کامل درکار ہی جس سے معلوم ہو کہ قرآن کا قائل بالیقین جانتا تھا کہ کتاب مقدس صحیح و سالم بحالت اصلی موجود ہی بلکہ قرآن اُسکا محافظ ہی ÷

جو شخص قرآن کو کلام اللہ مانتا ھی اُسپر فرض ھی کہ جانے کہ کتاب مقدس
محمد صاحب کے زمانے میں صحیح اور اصلی تھی اور تا روز حشر ویسی ہی رہیگی
کہ قرآن اُسکا محافظ ھی ؛

کسی مسلمان کو زیبا نہیں کہ جب تک قرآن کو حق جانتا ھی کتاب مقدس
کی اصلیت میں کلام کرے کہ اُسکی تحریف اور بے اعتمادی کا دعوی کرے
کیونکہ یہہ بالکل خلاف شہادت و تصدیق و تعلیمات متکاثرہ قرآن کے ھی ؛
الغرض بھائیو جسقدر قرآن کو پڑھو اور اُسکی تعلیمات اور ہدایات کو اس
خاص معاملے میں ملاحظہ کروگے بلا شبہہ آپکو واضح ہوگا کہ قرآن جس طور
کتاب مقدس کو کلام اللہ بتلاتا ھی اور اُسکی نہایت اعلی اوصاف بیان کرتا
ھی اور جابجا اُسکی تصدیق من جانب اللہ ہونے کی کرتا ھی اُسی طور اُسکی اصلیت
اور صحت و ثبات او معتبری کی شہادت کامل دیتا ھی ـ البتہ بعض یہودیان
کو چند طرح کے الزام مذکورۂ بالا دیتا ھی کہ وہ اپنی نادانی و جہالت یا تعصب
و شرارت سے اُسکے مطالب مقاصد اصلی چھپاتے ہیں یا غلط تفسیر کرتے
ہیں یا آیت کو اپنے موقع سے جدا کرکے دوسری جگہہ ربط دیتے ہیں ـ
مگر اُنکے ایسا کرنے سے کتاب محرّف اور غیر معتمد نہیں ہو سکتی ھی اور نہ ہرگز
قرآن کی کسی جگہہ سے مترشح ہوتا ھی کہ گویا کتاب موصوف میں تحریف ہو گئی یا کہ

وہ قابل اعتماد و اعتقاد نہیں ہی۔ زیادہ تر تفصیل ان باتونکی جس کسی کو
دیکھنا ہو لازم ہی کہ شہادت قرآنی کو مطالعہ کرے کہ اُسکا خلاصہ مطلب
اس جگہہ مذکور ہوا ہی ✣

ششم ہر چند حاجت نہیں ہی کہ جس حالت میں قرآن کی صاف صاف
گواہی دربارۂ اصلیت و صحت کتابِ مقدس موجود ہی پھر حدیثوں کا ذکر
کیا جاوے لیکن بغرض تائید و ایضاح کلام ایک مختصر بیان لکھا جاتا ہی
بعض علماے محمدیہ نے ذکر کیا ہی کتب تردید میں اور بوقت مناظرہ
بھی بیان کیا کہ جس طور ہم ایمان لاتے ہیں کہ کتاب مقدس کلام الٰہی
ہی اِسیطور ہم ایمان لاتے ہیں کہ اُسمیں تحریف ہوئی ہی اور اپنی اِس
عقیدے کے ثبوت میں یہہ حدیث پیش کی ہی کہ (لَا تُصَدِّقُوا اَهْلَ الْكِتَابِ
وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ) یعنی کہ محمد صاحب نے فرمایا ہی کہ اہل کتاب کے قول کی
نہ تصدیق کرو نہ تکذیب ✣

مگر عاقل و دانا سمجھہ لیگا کہ منشا اِس حکم کا کیا ہی۔ وہی جو اوپر مذکور ہوا
اور جیسا کہ قرآن کی آیات بینات سے واضح ہی کہ محمد صاحب کو اہل کتاب
کے اقوال و افعال پر بھروسا نہ تھا بلکہ اُن میں سے بعض فرقۂ یہود کو
الزام دیا ہی کہ وہ کتاب مقدس کی آیات کے مطلب و مقصد و مضامین

غلط بیان کرتے ہیں اور تاویلات و تفسیر ٹھیک بیان نہیں کرتے ہیں اسی طور شرائع و احکام میں بھی خطا کرتے ہیں خواہ از راہ جہالت اور خواہ شرارت و عداوت سے ✣

بہر حال اسی منشا سے یہہ حدیث ہی کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم اہل کتاب کے اقوال کو نہ سچ جانو کیونکہ احتمال ہی کہ کتاب کے خلاف کہتے ہوں اور نہ جھوٹا جانو کیونکہ احتمال ہی کہ مطابق ہدایت کتاب کہتے ہوں - مگر اس سے ہرگز یہہ مدعا نہیں نکلتا ہی کہ گویا محمد صاحب نے کہا کہ کتاب مقدس محرف یا قابل اعتماد و اعتقاد نہیں ہی - یہہ محض غلط فہمی اُن صاحبوں کی ہی کہ خلاف معنی جانتے ہیں ✣

اسی طور واضح ہو کہ ایک حدیث بھی نہیں ہی جسمیں کہا ہو کہ کتاب مقدس محرف ہی یا قابل اعتماد و اعتقاد نہیں یا یہہ مدعا تضمنًا و التزامًا یا تاویل بعیدہ سے بھی نکلتا ہو بلکہ کئی حدیثیں ہیں جنسے ٹھیک وہی بات ثابت ہوتی ہی جو قرآن سے - یعنی کہ کتاب مقدس بحالت اصلی صحیح اور قابل اعتماد ہی ✣

مشکوۃ میں ابن ماجہ و ترمذی و احمد سے منقول ہی بروایت زیاد بن لبید اور دارمی میں بروایت ابو امامہ (قال ذکر النبی شیئاً فقال ذاک

عِندَ اَوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللهِ وَكَيْفَ يَذْهَبُ
الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَنُقْرِئُهُ اَبْنَائَنَا وَيُقْرِئُهُ اَبْنَاؤُنَا اَبْنَائَهُمْ اِلىٰ
يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ زِيَادُ اِنْ كُنْتُ لَاُرَاكَ مِنْ اَفْقَهِ
رَجُلٍ بِالْمَدِيْنَةِ اَوَلَيْسَ هٰذِهِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى يَقْرَءُوْنَ التَّوْرٰيةَ
وَالْاِنْجِيْلَ لَا يَعْلَمُوْنَ بِشَيْءٍ مِمَّا فِيْهِ یعنی راوی کہتا ہی کہ نبی صاحب نے
کسی چیز کا ذکر کیا کہ یہہ بات علم جاتے رہنے کے وقت ہوگی میں نے کہا
ای رسول خدا کس طرح علم جاتا رہیگا حالانکہ ہم قرآن پڑھتے ہین اور اُسکو اپنی
اولاد کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھاویگی قیامت کے دن
تک ـ محمد صاحب نے کہا کہ تجھے موت آوے زیاد میں تو تجھے مدینہ کے
بڑے فقیہوں سے جانتا تھا کیا یہہ یہود اور نصاریٰ نہیں ہیں کہ توریت اور
انجیل کو پڑھتے ہین اور اُن میں کی ایک بات بھی عمل میں نہیں لاتے ہیں ✢
پھر ایک مقام تو ایسا ہی کہ اگر محمد صاحب کو ادنیٰ شک بھی کتاب مقدس
کی تحریف و تبدیل کا ہوتا تو اس مقام پر اُسکا اظہار خواہ مخواہ کر دیتے اور
بالضرور کہتے کہ کتاب مقدس محرف ہی یا قابلِ اعتماد نہیں ہی ✢

مشکوۃ میں دارمی سے منقول ہی (عن جابر ان عمر بن الخطاب
اَتیٰ رسول الله بنسخة من التوراة فقال یا رسول الله فسکت

فجعل يقرء ووجهه يتغير فقال ابوبكر ثكلتك الثواكل ما ترى بالوجه
رسول الله فنظر عمر الى وجه رسول الله فقال اعوذ بالله من
غضب الله وغضب رسوله رضينا بالله ربا وبالاسلام دينا
وبمحمد نبيا فقال رسول الله والذي نفس محمد بيده لو بدا لكم
موسى فاتبعتموه وتركتموني لضللتم عن سواء السبيل ولو كان
حيا وادرك نبوتي لاتبعني) يعني جابر سے روایت ہی کہ عمر بن الخطاب
محمد صاحب کے پاس توریت کا ایک نسخہ لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ
یہ توریت کا ایک نسخہ ہی محمد صاحب خاموش ہوئے عمر پڑھنے لگے اور محمد صاحب
کا چہرہ متغیر ہونے لگا۔ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ تجھے رونے والیاں روئیں کیا
تو رسول خدا کا چہرہ نہیں دیکھتا ہی۔ عمر نے محمد صاحب کا چہرہ دیکھا اور کہا
کہ میں پناہ مانگتا ہوں خدا کے غضب سے اور اسکے رسول کے غضب سے
ہم راضی ہیں کہ خدا ہمارا رب ہی اور اسلام ہمارا دین ہی اور محمد ہمارے
نبی ہیں۔ محمد صاحب نے فرمایا کہ اسکی قسم ہی جسکے قبضہ میں محمد کی جان
ہی کہ اگر موسی ظاہر ہوں تو اسکے تم پیرو ہو جاؤ اور مجھے چھوڑدو اور سیدھے
رستے سے گمراہ ہو جاؤ اور اگر وہ زندہ ہوتا اور میری نبوت کو پاتا تو میری پیروی کرتا
یہہ حدیث قابل غور ہی کہ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہی مگر چونکہ وہ بات خارج از بحث

ہی اسواسطے اس مقام پر صرف اسیقدر عرض کرنا واجب ہی کہ اگر محمد صاحب
کو توریت کی نسبت ذرہ بھی غلطی یا تحریف وتبدیل کا شبہہ بلکہ وہم بھی ہوتا
تو ضرور اس جگہہ خواہ مخواہ اسکو ظاہر کرتے کہ اس کتاب پر اعتماد نہیں ہی
یا قابل اعتماد نہیں ہی یا اسکی تحریف کا شبہہ ہی یا اسکی صحت میں کلام ہی لیکن
انکو ادنی شک اس بات کا نہ تھا بلکہ ٹھیک جانا کہ صحیح اور اصل ہی جو موسی
نے لکھا کہ نسخہ توریت کو دیکھکر خاص موسی پر ایراد کلام کیا۔

الغرض اے بھائیو چاہیے قرآن کو اول سے آخر تک پڑھو خواہ اشتہاد
کو دیکھو کہیں اس سے صریح یا دعوے کو نہ پاوگے ایک ادنی اشارہ
یا کنایہ نہ دیکھوگے کہ گویا کتاب مقدس محرف ہی یا اسمیں تغیر وتبدیل واقع
ہوئی ہی یا وہ قابل اعتماد ولائق اعتقاد نہیں ہیں بلکہ اسکے صاف صاف
ظاہر ہوتا ہی اور کامل شہادت ملتی ہیں بکثرت تمام کہ کتاب مقدس صحیح او
اصلی اور معتبر ہی۔

بلکہ اے صاحبو آپ کو بخوبی واضح ہووے کہ علاوہ شہادت قرآن کے
حدیث سے یہہ بات بھی ظاہر ہوتی ہی کہ بعد زمانہ محمد صاحب کے صحابیوں
اور تابعیوں تک کہ وہی زمانہ خیر القرون میں شمار کیا جاتا ہی وہ سو برس کے
قریب تک کے لوگوں کو یہہ خیال فاسد نہ تھا بلکہ بہت سے اقوال اور

تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۲۰ ہجری تک سب کے لوگ کتاب مقدس کو صحیح اور اصلی جانتے اور مانتے تھے کسیکے دل میں شک و شبہہ تحریف و تبدیل نہ تھا +

چنانچہ مروی ہے کہ کئی بار کسی کسی لوٹ میں نسخجات کتاب مقدس کے موجود تھے بعض صحابہ وہاں موجود تھے انھوں نے مسلمانوں کو کتاب مقدس کے نسخجات فروخت کرنے سے منع کیا کہ جس طور قرآن کی بیع درست نہیں یہہ بھی کلام اللہ ہے اسکا بھی فروخت کرنا روا نہیں اِس واسطے حکم دیا کہ ان کتابوں کو اہل کتاب کو بلا قیمت بطور ہدیہ دیدو چنانچہ دی گئیں — پس اس سے بھی ظاہر کہ اگر وہ صحابی کتاب کو محرف اور غیر معتمد اور غلط جانتے تو اہل کتاب کو ہرگز نہ دیتے کہ بالکل ناجائز تھا +

اسی طور آپ ملاحظہ فرمائیں کہ صحیح بخاری جسکو اہل سنن بعد قرآن کے صحیح ترین کتاب جانتے اور مانتے ہیں اور جسکے اوپر عمل کرنا واجب مانتے ہیں — کتاب مذکور دوسری صدی ہجری کے بعد تالیف ہوئی ہے اسمیں کتاب الرد لکھا ہے بتفسیر یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ جو قرآن میں مذکور ہے + یُحَرِّفُونَہ یزیلون ولیس احدٌ یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ ولکنہم یُحَرِّفُونَہ یتاولونہ علی غیر تاویلہ مدعا یہہ کہ قرآن میں وارد ہے کہ بعض یہودیان نے

تحریف کرتے ہیں اُسکے معنی لغت میں یہہ ہیں کہ زائل اور دور کرتے ہیں حالانکہ کوئی شخص خدا کی کتابوں میں سے کسی کتاب کا ایک لفظ بھی زائل نہیں کرسکتا ہی مگر مراد یہہ ہی کہ وہ لوگ تاویل کرتے ہیں خلاف تاویل اصلی وحقیقی کے ٭

اور ملاحظہ کیجیے کہ ابوحنیفہ جنکو اہل سنن امام اعظم کہتے ہیں اس باب میں کہ آیا کتاب مقدس کے احکام قرآن سے منسوخ ہو گئے یا نہیں یہہ لکھتے ہیں (کل حکم من الاحکام السابقة اذا وجد نسخه فی القرآن او فی الاخبار او فی اجماع الامة او یوجد ما یدل ویقتضی من القیاس الجلی بالمنصوص یوجب نسخه وما سوی ذلك فیبقی مشروعا) یعنی ہر ایک حکم اگلے حکموں میں کا اگر اسکو ناسخ قرآن یا حدیث یا اجماع امت میں پایا جاوے یا یہہ کہ امر منصوص پر قیاس جلی مقتضی اور دال اُسکے نسخ پر ہو تو واجب ہی اُس اگلے حکم کا نسخ اور جو اسکے سوا ہی وہ مشروع رہیگا ٭

پس اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہی کہ ابوحنیفہ کو وہم بھی نہ تھا تحریف وتبدیل کتاب مقدس کا نہیں تو اُسکے احکام غیر منسوخ شدہ پر عمل کرنے کو مشروع نہ ٹھہراتے ٭

الغرض ای بھائیو بموجب شہادت وبیانات قرآن واحادیث ثابت ہی کہ بالیقین کتاب مقدس محمد صاحب کے زمانہ میں صحیح اور اصلی موجود اور رائج تھی اور عموماً اہل کتاب میں جاری اور سب لوگوں میں مشہور و معروف تھی — اور اسکے تبدیل وتحریف وتغیر کا نہ محمد صاحب کو کبھی شبہہ ہوا اور نہ کسی صحابی نے شک کیا مگر معلوم نہیں ہوتا ہی کہ ان علمائے محمدی نے یہہ ایمان اپنا کہاں سے پیدا کیا ہی کہ اپنے رسالوں میں اور کتابوں میں خلاف شہادت قرآن و حدیث اور صحابیوں اور تابعیوں کے باوجود دعوی اسلام جابجا لکھتے ہیں کہ (جس طور ہم ایمان لاتے ہیں کہ کتاب مقدس کلام الہی ہی اسیطور ہم ایمان لاتے ہیں کہ اس میں تحریف ہوئی ہی) ✽

البتہ اگر ان صاحبوں کو دلائل یقینیہ سے ثابت ہوا تھا یا کوئی بات شبہہ کی بھی معلوم ہوئی کہ کتاب مقدس بعد زمانہ محمد صاحب کے تحریف ہوئی اور بدلی گئی تو اسکو ظاہر کرتے اور ان وجوہات یقین یا شبہہ وشک کو پیش کرتے لیکن جب ان صاحبوں نے ایک بات بھی ایسی نہ پائی کہ جو دلی شبہہ بڑھ سکے یا ذرہ وسواس ہم بھی ہو سکے بلکہ بالیقین ثابت ہی کہ جو کتاب موصوف زمانہ محمدی میں رائج اور جاری اور ہر کہیں اہل کتاب

اعتراض علمائے محمدی بے اصل ہی

کے پاس موجود و مشہور و معروف تھی ویسی ہی ہو بہو اب کے یہودیوں اور
مسیحیوں کے پاس موجود ہی بلکہ بعینہ و بجنسہ اُس زمانہ سے بھی پہلے کے
لکھے نسخے موجود ہیں — جاے کلام اور گفتگو کا مقام نہیں — اس لحاظ سے
خلافِ شہادتِ قرآن و برعکس گواہی حدیث کے ایسا کہا کہ کتاب موصوف
محمد صاحب کے زمانہ سے پہلے ہی محرف تھیں اور بعد کو بھی تحریف ہوئی
— اور پھر تحریف کو یہانتک وسعت دی کہ اختلاف نسخہ یعنی نقاط و اعراب
و حروف و الفاظ کی کمی بیشی یا ایک کا بجاے دوسرے کے ہونا وغیرہ
جس سے کچھہ تغیر و تبدیل یا کمی بیشی مقاصد و مطالبِ کتاب میں واقع نہیں
ہوتی ہی حسب گزارش مذکورہ بالا یہی تحریف کتاب ٹھہرائی بلکہ اس سے
بھی بڑھ کر یہہ کیا کہ کتاب تو لکھتے ہیں بدعوےِ اثبات تحریف اور پیش کرتے
ہیں کہ توریت یا فلانے نبی کی کتاب الہامی نہیں یا فلانی کتاب کے مضمون
اچھے نہیں یا فلانے صحیفہ کی نسبت وقت تصنیف میں بعضوں نے یہہ
شک کیا ہی یا دہریوں کے یہہ اعتراضات ہیں بنسبت فلاں فلاں آیات کے
یا فلانا شخص اگلے سے یوں کہتا ہی وقت تالیف میں فلان کتاب کے یا
بعضے شخص فلانے نبی یا حواریوں کی نبوت اور رسالت میں یہہ کلام کرتا
ہی یا اپنی آیتوں میں باہم اختلاف ہی وغیرہ ❊

مگر ظاہر ہے کہ ایسی باتوں سے نہ تحریف ثابت ہوتی ہے نہ قرآن مطابق و موافق کتاب مقدس کے ہو سکتا ہے نہ ان بیانوں کو کچھ بھی تعلق دعوی تحریف سے ہے - غرض انکی ان سب باتوں سے مجمل یہہ ہے کہ لوگوں کے دلوں پر ایسی ایسی باتوں سے شک و شبہہ کتاب مقدس کی حقیقت اور من جانب اللہ ہونے کی نسبت ڈالیں اور انکو متردد کریں ÷ تا کہ خام طبع لوگ ایسے ایسے حالات سنکر خاموش ہو رہیں - مگر پر ظاہر ہے کہ اگر بالفرض والتقدیر کتاب مقدس منجانب اللہ نہیں اور انبیاے بنی اسرائیل سچے نبی نہیں یا حواری صاحب الہام نہ تھے تو اس سے تحریف ثابت نہیں ہو سکتی ہے - بلکہ اس سے خود قرآن کا بھی باطل ہونا ظاہر ہے کہ جو ان سب کو منجانب اللہ اور حق بتلاتا ہے ÷

یہہ نیازمند بپاس خاطر آپ صاحبوں کے ان سب عمدہ اعتراضوں کو حتی الوسع جمع کر کے ذیل میں لکھتا ہے اور بقدر ما وجب جواب بھی عرض کرتا ہے تا کہ آپ صاحبوں پر بخوبی ظاہر ہو جاوے کہ ان اعتراضات سے تحریف ثابت ہوتی ہے نہ امور تنقیح طلب کا جواب شافی ملتا ہے ÷

پہلا اعتراض یہہ کہ توریت کے اول صحیفے یعنی کتاب پیدایش کو بعض اقوال کے بموجب حضرت موسی نے اس وقت لکھا کہ جب تک انکو نبوت

نہوئی تھی تو الہامی کہان سے ہوئی ٭ اسیطور کتاب قضات اور راعوث
کی نسبت بعضے کہتے ہین کہ الہامی نہیں ہیں - اور کتاب حضرت ایوب کا
حال بھی ایسا ہی ہی کہ معلوم نہیں کہ حضرت ایوب کون تھے اور کس ملک
میں اور کس وقت تھے - اسیطور زبور کی نسبت بعضے لوگ کہتے ہیں
کہ الہامی نہیں ہیں - کتاب جامعہ کی نسبت بعضے یہودی الہامی تصور نہین
کرتے تھے - اور کتاب نشید الانشاد کو بعضے لوگون نے اچھا نہیں
کہا اُسکے مضامین کو خراب بتلایا ہی اور کہا ہی کہ کتاب مقدس سے نکال
ڈالنے کے لائق ہی - کتاب دانیال کو کسی کسی نے کلام بشر تصور کیا ہی
اور الہامی نہیں جانا ٭

صاحبو انصاف فرماؤ کہ اس بیان اور اعتراض کو کیا مناسبت تحریف
سے ہی - اوّل تو مسلمانون کو ایسے اعتراض کرنا ہی ناجائز ہی
اُنکو ان توہمات سے کیا تعلق اور ایسے اعتراضات پیش کرنے کا کیا نتیجہ
ہم اُنکو اسیقدر جواب دینگے کہ آپ اگر قرآن کو حق جانتے ہو تو وہ
صاف صاف گواہی دیتا ہی کہ توریت و زبور و جملہ صحف انبیاے
کرام جو اہل کتاب کے پاس ہیں اور جنکو وہ پڑھتے ہیں وہ سبکے سب کلام اللہ
ہیں - اب اہل اسلام چاہے اسکو الہامی جانیں یا نہ جانیں ٭

اور جبتک کوئی شخص قرآن کو حق مانتا اور دعوی اسلام کرتا ھی تب تک کتاب مقدس کی نسبت کوئی کلام خلاف تصدیق وشہادت قرآن مسموع نہیں ہوسکتا ھی ÷

اِسکے علاوہ کسی کتاب کا الہامی ہونا نہونا یا اُسکا مضمون عمدہ ہونا یا نہونا اور بات ھی اور تحریف دوسری بات ھی ـ یعنی بالفرض کتاب مقدس خدا کا کلام نہیں تو اِس سے تحریف ثابت نہیں ہوجاتی ھی ـ اگر کوئی شخص کہے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں یا اُسکے مطالب ومضامین اچھے نہیں تو اِس سے قرآن محرف نہیں ٹھہر سکتا ھی ÷

ہاں البتہ اگر اہل اسلام یہہ بات ثابت کریں کہ جس کتاب کی قرآن نے تصدیق کی ھی اُس میں کتاب پیدایش وزبور وغیرہ نہ تھیں اور اب ہیں تو تحریف ثابت ہو سکتی ھی ـ وگرنہ ایسے اعتراضات کرنا محض بیجا ہیں ÷

(۲) یہہ کہ کتاب مقدس کے اول حصہ یعنے عہد عتیق کے بعض صحیفوں کے مصنفوں کے نام کے تعین میں اختلاف ھی ـ اور بالیقین معلوم نہیں ہوتا ھی کہ اُن صحیفوں کے مصنف کون تھے اور وقت تصنیف میں بھی اختلاف ھی بعضے ایک وقت قرار دیتے ہیں اور بعضے دوسرا وقت خیال وگمان کرتے ہیں ÷

اِس اعتراض کا حال بھی مثل اعتراض اول کے ہی کہ اس امر سے اور تحریف سے کچھ علاقہ نہیں ہی۔ اسکا جواب اہل اسلام کو صرف اسقدر کافی ہی کہ قرآن اُن تمام و کمال کتاب مقدس کی تصدیق کرتا ہی اور اُنکو کلام اللہ اور حق بتلاتا ہی جو محمد صاحب کے ہمعصر یہود اور نصاری کے پاس موجود تھے جابجا مشہور اور معروف اور مروج اگر اُس کتاب کے صحیفوں کے مصنفون کے نام بالیقین نہ جانو یا بالتعین زمان تصنیف نہو سکے تو کیا مضائقہ۔ اور اس سے تحریف سے کچھ علاقہ نہیں۔ ہاں البتہ اگر یہہ ثابت ہووے کہ یہہ صحیفے اُس وقت مجموعے میں شامل نتھے یا محمد صاحب کے زمانہ کے بعد تصنیف و تالیف کیئے تو تحریف ثابت ہوگی ✣

اِسکے علاوہ واضح ہو کہ جملہ صحف عہد عتیق ابتدا سے الہامی اور منجانب اللہ مانے جاتے ہیں حضرت موسیٰ سے گیارہ سو برس تک متواتر انبیاے کرام کے ہاتھہ میں رہے اور من بعد یہہ سب مجموعہ صحف تمام یہودیوں میں جاری اور مشہور و معروف اور مروج رہا اور پھر خداوند مسیح نے اِسکی تصدیق فرمائی اُسکو کلام اللہ بتلایا اور جابجا اُن کتابوں پر حوالہ دیا بلکہ اُن میں کی آیات کثیر اور مضامین و مطالب کو پیش کیا اور بطور اقتباس و خلاصہ مضامین صحف عہد جدید میں مندرج کیا۔ اور اُس زمانہ سے ابتک متواتر

تمام جماعت ایمانداران مسیحي اور یہودیوں میں بجلنسہ و بعینہ موجود اور

جاري هي ؛

پس جملہ صحفِ عہدِ عتیق بغرض ہدایت و ارشاد و تعلیم و تلقین و اخبار

خداے تعالی کے طرف سے بالہامہ تعالی مرحمت ہوئے ۔ مصنف

یعني انبیاے کرام صرف بیان کرنے والے اور محررِ حکم الہی تھے ۔

پس اگر بعض صحیفوں کے مصنفوں کے نام بالیقین دریافت نہوئے

یا وقتِ تصنیفِ بعض صحف میں اختلاف تعین ہوا تو کیا قباحت لازم آتي

هي ۔ جس حالت میں کہ بدلائل یقینیہ و براہین قطعیہ ثابت هي کہ خداوند

مسیح اور اُسکے سب حواري بلا شبہہ صادق اور راستگو تھے اُنکا فرمودہ

تمام اُن اٹکلوں اور اندازوں کے اقوال مختلفہ سے اعلی و افضل اور یقیني

ہیں ۔ اور پھر یہہ بھي کہ اکثر علما کا اتفاق نسبت مصنفین صحف موصوف و

تعین زمان بھي موجود هي گو بعض کو اختلاف هي ؛

الغرض اس سے نہ کچھہ تعلق تحریف سے هي اور نہ اس لاعلمي سے

کسي طرح کي قباحت نفس کتاب کي حقیقت پر عائد ہوتي هي ۔ اور نہ اہل اسلام

کو ایسے اعتراض کرنا بدعويِ اسلام مناسب هي ؛

(۳) یہہ کہ انجیل متي کي نسبت اختلاف هي کہ اُسنے اپني کتاب عبراني میں

لکھي یا یوناني میں اور اکثر قول علما کے ہیں جن سے دریافت ہوتا ھی کہ متي نے انجیل عبراني میں لکھي تھي اب وہ نسخہ جہان بھر میں نہیں ھی اسکا ترجمہ یوناني ھی مگر ترجمہ کي نسبت اختلاف ھی کہ اُسنے خود کیا یا اُسوقت کسی اور نے کیا ٭
لیکن اس امر کو بھي تحریف سے کچھ علاقہ نہیں ـ کیونکہ جو کتاب محمد صاحب بلکہ خود حواریوں کے زمانہ میں تمام جماعت مسیحیوں میں رائج تھي وہ یوناني ھي تھي پس وہي کتاب بشمول صحف دیگر شہادت قرآني سے تصدیق کي گئي ھی ـ ابتدائے حال پر معترض ہونا اہل اسلام کو بپابندي اسلام لازم نہیں ـ اگر قرآن کو حق جانتے ہو تو وہ اُسي کتاب کي تصدیق کرتا ھی جو زمانہ محمدي میں جابجا مسیحیوں میں جاري تھي اور وہ بالاتفاق یوناني نسخہ تھا ٭

علاوہ اسکے اکثر قول معتبر اور مستند یہ ہیں کہ متي نے خود ہي اپني کتاب عبراني کا زبان یوناني میں ترجمہ کیا تھا وہي ترجمہ جملہ مسیحي جماعتوں میں رائج ہوا اُسي کي نقلیں اب تک موجود ہیں ٭

اور اگر بالفرض کسي ایماندار نے کیا تو وہ صحیح اور درست ھی کہ تعلیمات و ہدایات و مطالب و مضامین مطابق و موافق جملہ کتاب مقدس کے ہیں اور اسکے علاوہ ابتدا سے تمام جماعات عامہ مسیحیوں میں مقبول اور مروج ہوئي اور تمام ایمانداروں نے اُسکو تسلیم کیا اور مانا ٭

(۴) یہہ کہ پُرانے زمانے میں کاغذ نہ تھا اِس وجہ سے دو ہزار برس
تک نسخجات عہد عتیق اور سات سو برس تک نسخجات عہدِ جدید کس قلّت کے
ساتھ ہونگے کہ تختیوں پر کھود کر یا بعض درختوں کے پتوں پر یا چمڑے پر
لکھا کرتے تھے پھر آٹھویں صدی میں روئی اور ریشم کے کاغذ کی ایجاد
ہوئی لہذا کس قدر ملحدوں اور منکروں اور بے ایمانوں کو جعل اور تحریف
کی گنجایش ہو گی ؛

مگر بر ظاہر ہی کہ ایسی باتوں سے ثبوتِ تحریف نہیں ہو سکتا ہی۔ اِن
معترض صاحبوں کے محض وہم و خیال ہیں۔ اوّل تو محمدیوں کو قبل
زمانہ محمدی کے حالاتِ مذکورۂ بالا میں گفتگو کرنا اور خلاف شہادتِ قرآن
اعتراض پیش کرنا لاحاصل ہی۔ علاوہ برآن بھلا ایسے توہّماتِ دور از کار
سے کہیں تحریف ثابت ہو سکتی ہی یا کتاب مقدس کی اصلیّت میں کوئی
شبہہ پڑ سکتا ہی ہرگز نہیں۔ کیونکہ جس حالت میں لاکھوں ایماندار لوگ
جا بجا موجود تھے جو کتابِ مقدّس کو اپنا دین و ایمان کا سرچشمہ جانتے
اور اُسکو کلام اللہ مانتے تھے اور اُسکی تلاوت فرض سمجھتے تھے پس
کیسی ہی محنت و مشقت کیوں نتھی اور اس قدر تحریر و کاغذ کی آسانی اُس وقت
نہ تھی جیسے فی زمانہ ہی مگر تا ہم بشمار نسخجات موجود تھے اور تمام جماعاتِ ایماندار

مین پڑھی جاتی اور جابجا ملک بملک اُسکی منادی اور وعظ و تعلیم ہوتی تھی — پس اِس حالت مین کسی ملحد اور منکر کا زہرہ نہ تھا اور نہ کسی بے ایمان کو مجال تھی کہ کتاب مقدّس کو محرّف کر سکے ؛

(۵) یہہ کہ بخت نصر کے وقت یہود پر بڑی خرابی پڑی ہیکل ڈھائی گئی اور یہود مقتول ہوئے اور مقید ہوئے سب نسخے پرانی کتابون کے برباد ہو گئے بحدیکہ اگر حضرت عزرا نبی پیدا نہوتے اور نسخہ توریت نہ لکھتے تو کلام الٰہی سابق کا کسی کے پاس صحیح نہ نکلتا ؛

مگر یہہ اعتراض بھی مثل توہمات مذکورہ بالا کے ہی — ایسی گفتگو مین اہل اسلام کو لازم نہیں اور نہ ان باتون سے صحف عہد عتیق کی تحریف پر شبہہ پڑ سکتا ہی — بموجب تصدیق و شہادت قرآن صحف عہد عتیق جو زمانہ محمدی مین یہود و نصاری مین رائج و مشہور تھے بالاتفاق کلام اللہ تھے پس اگر فرض کیا جاوے کہ زمانہ بخت نصر مین کتاب مقدّس جہان سے مفقود ہو گئی تھی تو جوابدہی اسکی خود اہل اسلام پر بھی واجب ہی ؛

علاوہ اِسکے واضح ہو کہ یہہ سچ بات ہی کہ بخت نصر نے یہودیون کو بہت ستایا اور اُن کو قتل بھی کیا اور بہتیرون کو قید کر کے بابل مین لے گیا اور اُس حالت مین نسخجات قدیمہ بھی برباد ہوئے مگر یہہ بات کون ثابت کر سکتا ہی

کہ تمام کتابیں یعنی تمام نسخجات یہود کے برباد ہوگئے اور کسی کے پاس
کتاب خدا باقی نرہی تھی – پھر اسکے سوا جب حضرت عزرا کی نبوت اور
اُنکی کتابت کا اقرار ہی پس بالاتفاق نبی تبلیغ رسالت و اظہار کلام الٰہی میں
معصوم ہی لہذا وہ نسخہ جو حضرت عزرا نے لکھا صحیح نقل مطابق اصل کے تھا
– اِسکے سواے خداوند مسیح کی کامل شہادت عہد عتیق کے جملہ صحف کی
منجانب اللہ اور صحت و اصلیت کے واسطے کافی ووافی ہی اور بس ٭
(۶) یہہ کہ انٹوکس بادشاہ کے جور و ظلم اور شہنشاہان فرنگستان کے
آفات کے باعث کہ وہ سب بت پرست اور غایت درجہ کے جانی دشمن
مسیحیوں کے تھے مدتہاے مدید تک عیسائیوں کو قتل متواتر کرتے
رہے اور اشد عذاب و عقوبت اُن لوگوں پر کرتے تھے اُنکا یہہ بھی
حکم تھا کہ مسیحیوں کی کتابیں جہاں تک پاؤ نیست و نابود کردو –
پس جہاں مدتوں تک آفتیں اور مصیبتیں ایمانداروں پر رہیں اور متواتر
قتل جاری رہے ہوں اور ڈھونڈھ ڈھونڈھکر کتابیں جلائی گئی ہوں
اس وقت کس قدر قلت کتاب مقدس کی ہوگی اور اسمیں جعل
و تحریف ممکن ہوگا ٭
مگر یہہ بھی ایک وہم معترضوں کا ہی – بخوبی معلوم ہوتا ہی کتب تواریخ

سے کہ اُس بلا و مصیبت اور سخت امتحان میں ایمانداروں نے جس طرح اپنا ایمان سلامت رکھا اور اپنے دین پر مستحکم رہے اِسی طرح اُنھوں نے اپنی دینی کتابیں محفوظ و مصؤن رکھیں *

خدا کے اُن سچے بندوں نے اپنی جانوں کا دینا اختیار کیا اور اُسکے عوض میں اُن کتابوں کو لیا یا تو ایمان داروں کے حوالہ کیا یا یہہ خالوں اور محفوظ جگہوں میں چھپا دیا چنانچہ بعد گذر جانے اُس زمانہ پُر آشوب کے کتاب مقدس اور اُسکے سوا دوسری دینی کتابوں کے نسخجات کثیر صدہا مقاموں سے برآمد ہوئے - اور اِسکے سوا نہ تمام مسیحی روئے زمین سے نیست و نابود ہو گئے اور نہ تمام کتابیں برباد ہو گئیں بلکہ لاکھوں دیندار باقی اور موجود رہے اور بیشمار کتابیں اُس بلا سے محفوظ و مصؤن اُنکے ساتھ رہیں - اور وہ سب بجنسہ و بعینہ ویسی ہی ہیں جو اب جاری ہیں *

(۷) یہہ کہ حواریوں کے وقت سے پندرہ سو برس تک مسیحی کلیسیوں میں مجموعہ عہد عتیق کا ترجمہ یونانی مستعمل تھا اور عبرانی کی طرف جمہور سلف ملتفت نہ تھے - بلحاظ حوادث مذکورہ عبرانی نسخجات کس قلت کے ساتھ ہونگے اور وہ بھی جسقدر ہوں یہودیوں کے پاس ہونگے اور عیسائی گرجوں میں بھی شاید بطور تبرک کہیں کہیں ہوں اور یہود تو شرارت میں ضرب المثل ہیں پس

انکو اپنی شرارت سے یہہ بات اور غنیمت تھی کہ جو چاہیں بنالیں پس کیا
عجب کہ یہود نے مجموعۂ عہد عتیق میں تحریف کی ہووے +

یہہ بھی ایک وہم ہی مثل توہمات بالا کے - اسواسطے اگر فرض بھی
کرلیں خلاف واقع کہ پندرہ سو برس تک جملہ مسیحی حواریوں سے لیکر پندرہتویں
صدی تک زبان عبرانی سے ناواقف تھے اور محض ترجمہ یونانی اُن میں
رائج تھا اور بطور تبرک کہیں کہیں عبادتخانوں میں عبرانی اصل موجود تھی پس جب
زبان عبرانی سے واقفیت تام حاصل ہوئی اور ہزاروں عبرانی داں عیسائی
گذرے اُنھوں نے جب اُن عبرانی نسخوں کو جو اُنکے بیچ تھے اُن عبرانی
نسخوں سے جو یہودیوں کے پاس ہی ملایا اور اُس ترجمہ یونانی بلکہ دوسرے
زبانوں کے ترجموں سے ملایا تو بالاتفاق لکھا کہ سبکے سب مطابق و موافق اور
یکساں ہیں جیسا آگے مرقوم ہوگا +

(۸) یہہ کہ بلاحظہ زبور و کتاب نحمیاہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہی کہ زمانہ سلف
میں بھی طریق تصنیف کا ایسا ہی تھا جیسا اب ہی کہ مطالعہ کنندہ کتاب معلوم
کرلیتا تھا کہ مصنف اپنا حال لکھتا ہی - مگر توریت میں کوئی ایسی آیت
نہیں ہی جس سے معلوم ہووے کہ حضرت موسی خود اپنا حال لکھتے ہیں بلکہ
جہاں ذکر موسی آیا ہی بصیغۂ غائب بیان کیا ہی ایک جگہہ بھی صیغۂ متکلم نہیں ہی

لہذا اُسکے پڑھنے سے صاف واضح ہوتا ھی کہ اُس کتاب کا لکھنے والا سواے موسی کے کوئي اور شخص ھی ✣

یہہ تقریر قابل غور ھی کہ محض اِس بات سے کہ متکلم کلام نے اپنے تئیں بصیغۂ غائب بیان کیا ھی اس سے دریافت ہوتا ھی کہ وہ کلام اُسکا نہیں ھی۔ یا اس سے تحریف ثابت ہوئي ھی۔ ایسي بات کو کون سچ مانیگا کہ اگر ایک مصنف اپني تصنیفات میں اپنے تئیں بصیغۂ غائب بیان کرے تو وہ کتاب اُسکي تصنیف متصور نہو گي بلکہ معلوم ہوگا کہ کسي دوسرے کي ھی ✣

یہہ عجیب و غریب بیان ھی نہ دیدہ ھی نہ شنیدہ ھی۔ ملاحظہ فرمایئے کہ اکثر شعرا اور صاحبانِ تصانیف کا دستور ھی کہ اپنے تئیں بصیغۂ غائب یا حاضر بیان کیا کرتے ہیں۔ صدہا دیوان و دیگر تصانیف زمانۂ سابق و حال کي موجود ہیں پس ایسا کرنے سے وہ کتاب یا وہ اقوال دوسرے لوگوں کے نہیں ہو جاتے ہیں اور کوئي نادان بھي نہیں سمجھتا ھی کہ یہہ کتاب کسي دوسرے شخص کي ھی ✣

خصوصًا جب کوئي شخص اپنا حال اور اپني سرگذشت درج کتاب کرے تو زیادہ مناسب ھی اور زیبا کہ اپنے تئیں بصیغۂ غائب بیان کرے علي الخصوص کتاب توریت جو محض بالہام و حکم الہي اور کلام خدا ھی اور حضرت موسي صرف

صرف اُسکے نویسندہ اور کاتب ہیں پس اس حالت میں حضرت موسی ایک منشی اور کاتب من جانب اللہ ہیں اس صورت میں اگر اُنھوں نے اپنے تئیں بصیغۂ غائب ظاہر کیا تو کیا قباحت بلکہ بہت درست اور مناسب تھی ۔ اِس سے ہرگز کسی کو وہم نہیں ہو سکتا ہی کہ توریت موسی نے نہیں لکھی اور نہ اسبات کو کچھہ مناسبت دعوی تحریف سے ہی ✣

(۹) یہہ کہ مجموعۂ عہدِ جدید میں سے نامۂ عبرانیاں اور نامۂ یعقوب و نامۂ یوحنا و نامۂ یہوداہ و کتاب مشاہداتِ یوحنا کی نسبت چوتھی صدی سے پہلے کے لوگوں میں اختلاف تھا بعضے الہامی جانتے تھے اور اکثر اُنکو نہیں مانتے تھے اور کلام الہی نہیں مانتے تھے مگر اب وہ صحفِ الہامی میں شامل ہیں ✣ مگر واضح ہو کہ ایسی باتوں سے تحریف ثابت نہیں ہوتی ہی ۔ اول تو اہل اسلام کو یہی جواب کافی و شافی ہی کہ قرآن اُن تمام و کمال صحائف کی تصدیق کرتا ہی جو زمانۂ محمدی میں مروج تھے پس اس سے کیا غرض کہ اُس زمانہ سے دو سَو تین سَو برس پہلے کے لوگ کیا اختلاف کرتے تھے ۔ جبتک ہم خود قرآن ہی کی شہادت اور تصدیق سے اُسکی غیر حقیت و بطلان ظاہر کرتے ہیں تب تک اس امر کا بالکل موقع نہیں ہی کہ اہل اسلام خلاف شہادتِ قرآن کلام کریں ✣

اِسکے سوا واضح ہو کہ صحف مذکورہ بالا کی نسبت بعض قدما کو نہ اکثر کو شبہہ
تھا کہ فی الحقیقت حواریوں ہی کے لکھے ہیں یا نہیں اور وجہ شبہہ کی یہہ
تھی کہ جب کوئی کتاب یا رسالہ بالہام الٰہی حواری لکھتے تھے اُسکی نقلیں تمام
جماعاتِ مسیحی میں ہو جاتی تھیں اور جبتک اُن لوگوں کو یقین کلی نہو لیتا تھا کہ یہہ
حواریوں نے لکھا ہی اُسکو کتاب الٰہی کے ساتھہ شامل نہ کرتے تھے پس
اِن صحیفوں کی نقلیں بعض جماعتوں کے پاس موجود تھیں اور اُنکو یقین کلی نہوا تھا کہ
حواریوں سے لکھی گئی اس باعث سے بعض قدما کو کچھہ شبہہ تھا مگر قدما میں
سے بھی حواری یا اُنکے شاگردوں کو شبہہ نہ تھا صرف بعض علماے مسیحی کو
جو اُنکے بعد ہوئے اُنکو کچھہ شبہہ تھا کہ آیا حواریوں کے لکھے ہیں یا نہیں۔
لیکن جس وقت صحف مذکورہ جماعاتِ عامہ مسیحی میں مشہور و معروف ہوئے
اور دینداروں نے مقبول مانا سبکو یقین ہوا کہ وہ فی الحقیقت حواریوں کے
ہیں اِسیواسطے برضامندی کل جماعات کے کتاب مقدس کے ساتھہ شامل کیے
گئے اور ابتک متواتر و متوالی ہیں ؛

(۱۰) یہہ کہ کتاب مقدس کے صحیفوں کا حال سو تین سو برس تک
ایسا ہی کچھہ پریشان تھا چنانچہ مجموعہ عہد جدید کا اوپر لکھا گیا اِسی طور کتاب
جودث و طوبیا و ملکی و باروق و نامہ یرمیا کی نسبت گفتگو تھی آخر کو سنہ ۳۱۰ عیسوی

بحکم قسطنطین بادشاہ کے شہر نائس میں مجلس ہوئی اُسمیں کتاب جودت
واجب التسلیم ہوئی ـ پھر بکر ۳۶۴ء میں دوسری کونسل لوڈیسیا ہوئی اُسمیں
سات کتاب اَور واجب التسلیم مانی گئیں پھر ۳۹۷ء میں تیسری مجلس کارتھج
منعقد ہوئی اُسمیں کتب مذکورہ اور ایک اَور مانی گئیں یعنی جودت وورڈم
ولونیا وباروق وایکلیز اور دونوں کتاب مقابیس اور کتاب مشاہدات یوحنا
چنانچہ رومن کاتھلک فرقہ مسیحی آج تک انکو مانتا ہی مگر پروٹسٹنٹ اُن میں سے
صرف مشاہدات کو مانتے ہیں اور باقی سات کتاب کو نہیں مانتے ہیں ٭

مگر اِس سے بھی تحریف کتاب مقدس سے کچھہ نسبت نہیں ہی اسواسطے
کہ ساتوں کتب مذکورۂ بالا کبھی کتاب مقدس اصلی یعنی نسخہ عبرانی کے ساتھہ
شامل نہیں ہوئیں اور نہ اب ہیں اور نہ عبرانی زبان میں ہیں ـ صرف ترجمہ
یونانی کے ساتھہ شامل ہوئی تھیں اور نہ وہ الہامی ہیں نہ کسی نبی کی لکھی ہیں
بلکہ توریت کے تمام ہونے کے بعد بعض یہودی عالموں نے بطریق نصیحت
وتواریخ کے لکھی تھیں بزبان یونانی ـ پس وہ کلام الہی اور الہامی نہیں جیسا کہ
اُن کتابوں کے مطالب سے بھی ظاہر ہی ـ اسی سبب سے کتاب مقدس
کے ساتھہ نہ سابق میں شامل تھیں اور نہ اب ترجموں کے ساتھہ شامل
ہوتی ہیں ـ مگر چونکہ کتب مذکورہ بہت مفید در تعلیم و نصیحت اور وعظ و پند کی

لائق و عمدہ ہیں اسواسطے وہ جماعت میں پڑھی جاتی ہیں اور اُنکے ذریعہ سے بھی وعظ و پند کی جاتی ہی اور کتاب مشاہدات یوحنا کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہی ÷

جس کسیکو زیادہ تحقیقات اُسکی مطلوب ہو لازم ہی کہ اس خاص امر کے باب میں جو کتب مفصل ہیں انکو مطالعہ کرے کہ اطمینان کلی ہوگا کہ محض کتاب مقدس سکی سب بلا بیشی و کمی اسیقدر ہی جتنی اب ہی اور وہ کتابیں علماے یہود نے لکھی تھیں الہامی نہیں مگر لایق تعلیم و تلقین و وعظ و نصیحت کے ہیں اسیوجہ سے سابق میں بھی وہ جماعت مین پڑھی جاتی تھیں اور اب بھی ÷

(۱۱) ترجمہ سامری اور یونانی جو زمانہ قدیم میں ہوئے ہیں اُن میں ایسا اختلاف ہی کہ دلالت کرتا ہی کہ کتاب عہد عتیق میں بلا شبہہ تحریف ہوئی ہی چنانچہ تعداد زمانہ آدم سے طوفان تک اختلاف ہی اور اسیطور حضرت آدم و شیث وغیرہ انبیا اور بزرگوں کی عمروں میں اختلاف ہی — اسی نوع دونوں ترجموں کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوا ہی کہ بعض مقامات پر الفاظ و کلمات اور کہیں آیت کی بھی کمی و بیشی اور تبدیل پائی جاتی ہی کہ ایک ترجمہ میں ایک لفظ ہی اور دوسرے میں نہیں ہی یا بجاے اُسکے دوسرا لفظ ہی اور اسیطور بیشیا

کہیں آیتوں کی کمی بیشی بھی ھی بنا بر آن اگر ایک صحیح ھی تو دوسرا غلط ھی اور یہی تحریف ھی ۔

مگر ہر فہمیدہ و منصف مزاج شخص جان سکتا ھی کہ جیسا احقر نے سابق ازیں عرض کیا کہ جس حالت میں اصل نسخہ یعنی نسخہ عبرانی جس زبان میں کتاب عہد عتیق انبیاے کرام نے لکھی صحیح موجود اور جاری اور مشہور معروف ھی - پس اگر اُسکے ترجموں میں اختلاف ھی اور متفق اللفظ یا متحد المعنی نہیں تو اُس سے تحریف کتاب اصلی کی نہیں ہوسکتی ھی - غایۃ الامر یہہ کہ اگر فرض بھی کرلیں کہ دونوں ترجمے سامری اور یونانی میں بڑے بھاری اختلاف ہیں اور فی الواقع ایسا ہی ھی کہ اگر ایک ترجمہ کو صحیح مانو تو دوسرا غلط ھی تو بھی تحریف کتاب مقدس نہیں ہوسکتی ھی اور خود کتاب اصلی غیر معتبر و نامتحد نہیں ہوسکتی ھی انتہا یہہ کہ ایک ترجمہ غلط ٹھہریگا - نہ یہہ کہ اصل کتاب کو محرف ٹھہراویں جیسا کہ سابق ازیں عرض ہوا ۔

اسکے علاوہ یہہ بھی واضح ہو کہ جن علماؤں نے دونوں ترجموں سامری اور یونانی مذکورہ کو بڑی ہوشیاری اور غور کے ساتھہ باہمدگر مقابلہ کیا ھی اور پھر اُن دونوں کو اصلی نسخہ عبرانی سے بھی ملایا اُنھوں نے صاف صاف شہادت دی ھی اور مقابلہ سے ظاہر کیا ھی کہ ہر چند ان ترجموں میں باہمدگر اختلاف ہیں اور اصل نسخہ عبرانی سے بھی فرق ان میں پایا جاتا ھی لیکن

سب اختلاف اتنے کم اور غیر مہم اور غیر گراں زوائدات میں واقع ہیں کہ باوجود اُنکے واضح ہی کہ کتاب مذکور اب بھی صحیح اور اصلی موجود ہی +

اِن ترجمات میں بھی ایسا اختلافِ معنوی نہیں ہی جسکی باعث اصول دین یا تعلیمات وہدایات یا کسی بڑی بات میں فرق پڑے — ہاں بعض الفاظ وکلمات کا فرق ہی ترجموں کے سبب اور سہوِ کاتبوں اور نقل کنندوں سے ہو جاتی ہیں سو ہیں نہایت جزئی اور اخف امروں میں +

بلکہ کمال تعجب ہی اور نہایت حفاظت وصیانت کی دلیل ہی کہ باوجود اسقدر عرصہ کثیر کے کہ ہزار برس سے زیادہ مدت تک دونوں ترجموں کی نقلیں بیشمار ہوئیں اور اِس حالت میں سہو کاتبین سے زیادہ فرق پڑنا ممکن تھا سو ویسا نہوا بلکہ باہمدگر دونوں ترجمے اور اصل عبرانی نسخہ سے ایسے موافق ومطابق ہیں کہ جملہ اصول دینیہ وشرائع واحکام الہی ودیگر مطالب ومقاصد یکساں اور متحد ہیں — صرف بعضی چیزوں مثل پہاڑوں یا دریا وغیرہ کے نام یا اعداد وغیرہ جزئی اور خفیف باتوں میں تفاوت ہی +

الغرض اس اختلاف خفیف ترجمات قدیم سامری ویونانی سے ہرگز کتاب مقدس کی تحریف ثابت نہیں ہوتی ہی اور نہ اُسکے باعث کسی کے دل میں شبہہ پڑ سکتا ہی +

(۱۲) یہہ کہ کتاب عہد عتیق کے نسخجات عبرانی بھی باہمدگر مختلف ہیں اور
اسیطور تمام نسخجات کتاب عہد جدید بھی یکساں نہیں ہیں بلکہ کمی و بیشی اور تبدیل
الفاظ کی ہی اور بعض جگہہ آیتوں کی بھی - اور تحریف کا ثبوت تو ایک لفظ کی کمی بیشی
یا تبدیل سے ہوجاتا ہی - پس جس حالت میں خود علماے مسیحی کے اقرار سے ثابت
ہی کہ ہزاروں جگہہ کمی و بیشی یا تبدیل الفاظ و کلمات اصل نسخجات میں واقع ہی تو پھر
کس طرح ان کتابوں کو صحیح اور اصلی اور غیر محرف اور بلا تبدیل کہہ سکتے ہیں بلکہ
بالیقین تحریف ثابت و متحقق ہی ؞

اس اعتراض کو اکثر علماے محمدی نے پیش کیا ہی - مگر ہر فہمیدہ و سنجیدہ
شخص جان لیگا کہ ایسی باتوں سے تحریف ثابت نہیں ہوسکتی ہی اور نہ اختلافات
نسخہ سے خصوصاً جب امورات جزئیہ میں ہوں کوئی کتاب غیر معتبر ٹھہر سکتی ہی -
جیسا کہ میں نے اسبات کو بقدر ضرورت بیان معنی تحریف میں ذکر کیا ہی ؞

واضح ہو کہ بہت سے علماے مسیحی نے محنت شاقہ کرکے بڑے احتیاط
اور بکمال عرق ریزی سے جسقدر نسخجات قدیم و جدید قریب اور دور سے فراہم ہو سکے
جمع کرکے مقابلہ کیا چنانچہ جلکیم کنیکٹ نے ۶۳۰ عہد عتیق کے نسخوں کا مقابلہ
کیا - اور ڈی روسی عالم نے ۷۷۹ نسخوں کو باہمدگر ملایا اور اسیطور اور بھی
کئی عالموں نے مقابلہ کیا اور بعد مقابلہ نتیجہ مقابلہ یہہ لکھا کہ اگرچہ عہد عتیق کے

عبرانی نسخجات میں کاتبوں اور نقل نویسوں کے سہو و نسیان وغیرہ سے غلطیاں
اعراب و نقاط و حروف و الفاظ کی اور بعض جگہہ جملہ کی بھی پائی جاتی ہیں مگر باوجود اسکے
کوئی سہو اور غلطی ایسی نہیں ہے جسکے باعث اصول ایمانیہ یا ارکان دین یا ہدایت و تعلیم
یا کسی اور عمدہ اور بڑی بات میں اختلاف یا تبدیل واقع ہوا اور نہ کوئی قصدی تبدیل
ثابت ہوئی ہے بلکہ عبرانی نسخہ عہد عتیق کا اصلی اور بلا تحریف و تبدیل ہمارے زمانہ
تک مروج و مشہور ہے ❊

پھر لکھا ہے کہ کوئی گمان نہ کرے کہ ان اختلافات نسخہ کے باعث کلام الہی میں
کچھ نقص واقع ہوا ہرگز نہیں بلکہ اسکی جملہ تعلیمات و ہدایات و مطالب و مقاصد اب
بھی وہیں ہیں جو ابتدا میں تھے ❊

علی ہذا القیاس حال کتاب عہد جدید ہے کہ مِل و بنگل و ویت الستطین و گریسباخ
وغیرہ نے ۴۵۰ نسخے اور شولز صاحب نے ۱۲۷۶ قدیمی نسخوں کا مقابلہ کیا اور
انکے سوا اور بھی کئی مقابلے ہوئے ہیں ـ سب نے بالاتفاق لکھا ہے کہ اگرچہ
ان نسخوں میں بوقت مقابلہ اختلاف اعراب و نقاط و حروف و الفاظ اور بعضی جگہہ
آیتوں کی تقدیم و تاخیر بھی پائی گئی اور چند جگہہ بعض جملہ کی کمی بیشی بھی دیکھی گئی
مگر پھر بھی تمام کتاب بحالت اصلی بلا تحریف و تبدیل ہے تمام نسخوں میں ایک ہی
مضمون اور مطلب اور مقصد ہیں اور سب کے سب جملہ تعلیمات و ہدایات و اصول

و فروع میں موافق و مطابق ہیں — یہہ اختلاف اکثر اوقات نقل نویسوں کی غفلت
و نسیان اور سہو سے ہوئے اور کبھی مالک کتاب کی فرمایش سے ایسا ہوا
کہ نقل نویس نے کوئی کلمہ یا زیادہ بطور تفسیر حاشیہ پر لکھا یا خود اپنی ہی مرضی
سے ایسا کیا اور جسنے اُسکی نقل کی اُس حاشیہ کو سہواً یا قصداً متن میں داخل کر دیا
القصہ جیسا میں نے سابق ازیں بیان معنی تحریف میں بیان کیا ہی مدعا یہہ
ہی کہ سب سے عمدہ اور بہتر طریقہ کسی کتاب کی تصحیح کا یہہ ہی کہ جسقدر اُسکے
نسخے قدیم و جدید ملیں اُن سب کا مقابلہ عالم و فاضل اور زباندان اُسکے کریں
اور جتنے نسخے زیادہ ہونگے اُسی قدر بسبب سہو و نسیان کاتبوں اختلافات
شمار میں زیادہ ہونگے لیکن اتنی ہی صحت زیادہ ہوگی — پس قدیم زمانہ میں جب
فن چھاپہ کا نتھا نقل نویس جب کتاب مقدس لکھتے تھے تو جیسا اور کتابوں
میں ہوتا ہی اُسی طور کتاب مقدس کی نقل کرنے میں بھی اُن سے غلطی ہوتی
تھی کیونکہ محال عادی ہی اور خلاف تجربہ کہ کسی کتاب کو کئی شخص نقل کریں اور
کوئی غلطی نہ کرے — ہاں البتہ اس کتاب کی نقل میں زیادہ احتیاط تھی جیسا کہ
معلوم ہوتا ہی — مگر یہہ بات نہیں ہوسکتی ہی کہ ہزار دو ہزار نسخوں کا مقابلہ ہو اور
سب کے سب نسخے حرف بحرف اور نقطہ بنقطہ موافق و مطابق ہوں ÷
پس جب مصححین کتاب مقدس نے مقابلہ کیا اور اُن نسخوں میں فرق اختلاف

مذکور ملاحظہ کیا تو اس سے تحریف ہرگز ثابت نہیں ہوتی ہی بلکہ بلحاظ دیگر کتب کے مقام تعجب ہی کہ اگر اتنی بڑی کسی دوسری کتاب کے اسقدر نسخوں کا مقابلہ کیا جاتا تو اختلافات کثیر پائے جاتے اور بڑے بڑے فرق و تفاوت دیکھے جاتے - مگر اس کتاب کے نسخوں کے مقابلہ میں باوجود کثرت نقول اور امتدادِ مدتِ مدید پھر بھی اُتنے ہی اختلاف پائے گئے اور پھر ایسا اختلاف کوئی نپایا گیا جسکے باعث عمدہ مطالب و مقاصد میں فرق پڑتا یا ارکانِ دین اور اصولِ ایمان یا ہدایت و تعلیم یا دیگر مضامین عمدہ میں کمی بیشی یا تبدیل و تغییر ہونے کا شبہہ پڑتا - پس جملہ نسخجاتِ قدیم و جدید متحد المضامین و متفق المطالب والمقاصد ہیں اور یہہ بھی ایک بڑی دلیل کتاب مقدس کی حفاظت و صیانت کی ہی ٭

اور واضح ہو کہ مصححین و محققین کی محنت اور کوشش سے وہ اختلافات رفع بھی ہوگئے ہیں اور تمام غلطیاں جو ایک نسخہ میں پائیں وہ دوسرے نسخوں کے مقابلہ سے صحیح ہوگئیں صرف چند آیات معدود مشتبہ باقی ہیں جنکی عبارت مرجح معلوم اور وہ بھی ایسی ہیں جنکے ہونے اور نہونے سے کسی طرح کا مطلب یا مضمون جزئی بھی کم و بیش نہیں ہوسکتا ہی -

الغرض ان اختلافاتِ نسخوں کے اعتراض سے کسی نہج کتاب مقدس پر

محرف متصور نہیں ہوسکتی ہی اور نہ اس جہت سے وہ غیر معتبر و غیر معتمد
خیال کیجا سکتی ہی۔ باقی یہہ بات ہی اور ہی کہ تحریف کا ثبوت تو ایک
لفظ کی کمی بیشی یا تبدیل سے ہوجاتا ہی ✤

علماے اہل اسلام جو اس اعتراض کو پیش کرتے ہیں اُن سے تعجب
ہی بایں اُن کو لازم ہی کہ ثابت کریں کہ کتاب مقدس کے اختلافاتِ نسخہ سے
مطالب و مقاصدِ کتاب بدل گئے اور نہیں تو ایسا کلام کہنا نہ چاہیئے
کہ اب وہ قابلِ اعتماد و لائقِ اعتقاد نہیں ہی ✤

(۱۳) یہہ کہ توریت تمام و کمال حضرت موسیٰ کی تصنیف نہیں معلوم ہوتی
ہی اسواسطے کہ اُس میں بہت سی عبارتیں ایسی پائی جاتی ہیں جن سے دریافت
ہوتا ہی کہ وہ عبارتیں یقیناً حضرت موسیٰ نے نہیں لکھیں جیسا کہ اُس کتاب کے
آخری باب میں حالِ موت حضرت موسیٰ کا لکھا ہی۔ پس اس سے تو صاف معلوم
ہوتا ہی کہ یا تو تمام توریت حضرت موسیٰ کی تصنیف نہیں ہی یا وہ عبارتیں دوسرے
لوگوں نے ملادی ہیں اور یہی تحریف ہی ✤

مگر یہہ بھی ایک ناواقفیت کا شبہہ ہی اسواسطے کہ بعد حضرت موسیٰ کے حضرت
عُزیر نے توریت کو لکھا ہی چنانچہ کتاب مقدس سے واضح ہوتا ہی پس اُنھوں نے
بعض عبارات بطور ایضاح و بیان مطالب اضافہ کیں اور حضرت موسیٰ کی موت کا

حال مظنون یہہ ھی کہ حضرت یوشع نے لکھا ھی ❊ جیسی توریت کہ اب ھی مع اُن عبارتوں مذکورہ کے تمام قدیمی نسخوں میں اور دوسری زبانوں کے قدیمی ترجموں میں موجود ھی اور سلف سے خلف تک یہودی اور عیسائی بیشمار لوگوں میں مروج اور جاری رہی ھی اور گو اب اُن بعض عبارتوں کی نسبت یقیناً نہیں کہہ سکتے ہیں کہ کس نبی نے لکھیں لیکن قدیم سے توریت ایسی ہی ھی اور مجموعہ میں شامل ھی ایسی سب باتوں کے واسطے خداوند یسوع مسیح کی شہادت کافی ھی کہ جو صحف انبیا کرام اُس زمانہ میں جاری اور مروج تھے اُن کو خداوند نے تسلیم کیا اور اُنکی تصدیق کی اور اُنپر حوالہ دیا ❊

اور محمدیوں کے واسطے اسیقدر کافی ھی کہ جو توریت زمانہ محمدی میں جاری تھی وہ یہی ھی جسکی تصدیق قرآن کرتا ھی پس اگر مسلمانوں کو ان عبارتوں کی نسبت کچھ شبہہ ھی تو اُن قدیمی نسخوں کو ملاحظہ کریں جو قبل محمد صاحب کے دو سے تین سَے برس پہلے کے لکھے ہیں اور اب تک موجود ہیں کہ اُنمیں عبارات مذکورہ بجنسہ و بعینہ موجود ہیں یا نہیں ❊

(۱۴) یہہ کہ ۳۳ ھ سے اکثر فرقوں پر بویوں کی حکمرانی شروع ہوئی اور ۳۰۸ ھ میں اُنکا تسلط بڑے زور شور سے ہو گیا اور فرقہ پیر دُشتہ کے بڑے بڑے عالموں نے اُن بویونکو شیطان از راہ مذمت کہا ھی اور ہارل صاحب ترجمہ

لاطینی کے حق میں جمہور ایمان مقلدانِ پوپ کا ہی یہہ لکھتے ہیں کہ کوئی
ترجمہ مثل ترجمہ لاطینی کے خراب نہیں ہی اُسمیں الحاق بھی ہوا ہی ۔ پس جب
مدتہای مدید تک اُس خراب ترجمہ کی فراوانی رہی اور اس عرصہ مدید تک اُس میں
الحاق ہوتے رہے تو تحریف مستحیل عقلاً نہیں ہی ؛

مگر واضح ہو کہ پوپ اور اُنکے مقلدوں کی مذمت اور تحریف سے کچھہ مناسبت
نہیں ہی جو لوگ خدا کے حکموں پر نہ چلیں اور خلاف کلام اللہ رسم و رواج آبائی کے
پابند ہوں اور بدعتوں کو مانیں وہ قصور اُن لوگوں کا ہی مگر اس سے کلام الٰہی
پر کوئی اعتراض نہیں ۔ باقی رہا ترجمہ لاطینی پس جیسا میں نے اوپر عرض کیا
کہ جس حالت میں اصل نسخہ مقدس کتاب کا یعنی نسخہ عبرانی عہد عتیق کا اور نسخہ
یونانی عہد جدید کا صحیح موجود اور جاری ہی پس ترجمہ کی غلطی سے کتاب موصوف
محرف نہیں ہو سکتی ہی ۔ سقم ہی تو اُس ترجمہ میں ہی اور بس ؛

(۱۵) یہہ کہ بعض صاحبوں نے بعضے دہریوں اور ملحدوں اور منکروں کی
کتابوں سے کتاب مقدس کے مضامین پر بہت سے اعتراض کیئے ہیں کہ
فلاں فلاں مضامین نامناسب ہیں اور یہہ تعلیم اچھی نہیں ہی اور اس بیان پر فلانا
منکر یہہ اعتراض کرتا ہی ۔ اور فلانا دہریہ اپنی کتاب میں کلام الٰہی پر یوں ہنستا
ہی اور فلانا ملحد اور منکر ایسے کلمات گستاخانہ کہتا ہی اور فلانا بے ایمان خود

خدا تعالیٰ کو نہیں مانتا ھی اور فلانے نے زمانہ میں دہریوں کا فلانے فلانے
ملک میں یہہ زور و شور تھا اِسی طور جزن کے جز سیاہ کیئے ہیں اور اُنکے
ذیل میں یہہ بھی بیان کیا ھی کہ بعض روایات یا تعلیمات کتاب مقدس کی یا
باہم گر مخالف و مباین ہیں یا یہہ بیان خلاف واقع ھی وغیرہ ÷

لیکن اِن باتوں سے اور تحریف سے کوئی علاقہ نہیں ھی - ایسی
باتوں کا لکھنا اِن صاحبوں کو محض از راہ تعصب و خشم و غضب ھی کہ جب ثبوت
تحریف سے عاجز ہوئے ایسی باتیں دہریوں اور ملحدوں کے اقوال سے
لکھہ دیں تاکہ لوگوں کے دل میں کتاب مقدس اور دین حق کی طرف سے
شبہہ پڑے اور یوں ہی تذبذب اور شک میں پڑ جاویں - مگر اول تو ایسے
کلام جیسے اُن صاحبوں نے باوجود اقرار اسلام کے کتاب اللہ اور دین
حق اور انبیا و حواریوں وغیرہ کی نسبت لکھے ہیں ہرگز ہرگز کسی محمدی کو درست
نہیں بلکہ بلا شبہہ ایسی باتیں کرنا اور لکھنا دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ھی
چنانچہ جو چاہے اُن باتوں کو دیکھہ لے کہ اہل اسلام کو زیبا نہیں بلکہ خلاف
بات ھی کہ جب تک وہ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں تب تک اُن باتوں میں
گفتگو کریں اور ایسے اعتراض پیش کریں جو جانبین کے نزدیک مسلم اور
بلا اختلاف ہیں ÷

اِسکے سوا اگر بفرض محال تسلیم بھی کیا جاوے کہ وہ سب اعتراض درست
ہیں اور تمام باتیں صحیح ہیں کہ کتاب مقدس کی تعلیم و ہدایت وغیرہ درست
نہیں ہیں اور اُسکی روایتوں میں تعارض و تضاد حقیقی ہی تو اس سے یہہ معلوم
ہوگا کہ کتاب مقدس الہامی نہیں اور دین مسیحی حق نہیں ۔ مگر اس سے کتاب
مقدس کی تحریف ثابت نہیں ہوسکتی ہی ۔ کیونکہ تحریف اُسی صورت میں ثابت
ہوسکتی ہی جب یہہ بات بدلائل یقینیہ ثابت ہو کہ ان کتابوں میں پہلے یہہ سب
مضمون نہ تھے اور وہ روایات نہ تھیں اور وہ تعلیمات و ہدایات و اخبار وغیرہ
نہ تھے جنپر اعتراض کیا ہی یا جنکو دہریوں ملحدوں اور منکروں نے نامناسب
اور بُرا کہا ہی ؛

کسی کتاب پر لوگوں کا اعتراض کرنا اور اُسکے مضامین کو بُرا جاننا بلکہ بالفرض
اُسکے فی الواقع قابل اعتراض و لائق گرفت کے ہونا اور بات ہی اور تحریف
دوسری بات ہی ؛

مثلاً قرآن کے مطالب مقاصد و مضامین پر لوگ اعتراض کرتے ہیں
اُسکے اصول ایمانیہ اور احکام اور قصص وغیرہ کو نامناسب اور خلاف واقع بیان
کرتے ہیں اور اُسکی آیات و اخبار میں بھی اختلاف معنوی اور حقیقی ظاہر کرتے
ہیں لیکن اس سے قرآن کی تحریف ثابت نہیں ہوسکتی ہی بلکہ جو سُنیگا ہنسیگا

کہ جس قدر نسخے قرآن کے ہیں سب میں یہی مضمون اور مطلب ہیں پس یہی حال کتاب مقدس کا سمجھو÷

الغرض مضمون اور مطالب کتاب مقدس پر اعتراض کرنے سے کسی نہج شبہہ تحریف نہیں پڑ سکتا ھے۔ ہان جسوقت اہل اسلام کتاب موصوف کو اصلی اور صحیح ہونے کے معترف ہوں اور یہہ بات بھی بالنصاف دل یقین کریں کہ قرآن کتاب موصوف کی گو بظاہر تصدیق کرتا ھے کہ اُسکو کلام اللہ بتلاتا ھے مگر بباطن اُسکے مخالف و مباین و معارض بیان و تعلیم کر کے اُسکی تکذیب کرتا ھے تو ایسا کرنے سے وہ خود تو فی الواقع و فی الحقیقت کلام الٰہی نہیں ہو سکتا ھے۔ تب اس بات کی تحقیقات اور دریافت کا موقع ہوگا کہ کتاب موصوف منجانب اللہ ھے یا نہین۔ اور اُسکے مطالب و مقاصد و مضامین حق و درست اور صحیح و راست اور واقعی ہیں یا نہیں اور دہریوں ملحدوں اور منکروں کے اعتراض بجا ہیں یا بیجا۔ مگر جب تک مسلمان قرآن کو من جانب اللہ اور محمد کو رسول اللہ مانتے ہیں تب تک اُنکو کتاب مقدس کے مضامین پر یا انبیاے کرام وغیرہ بزرگان دین مسلم الطرفین پر معترض ہونا نازیبا و نامناسب و خلاف داب مناظرہ و مباحثہ اور خلاف حق جوئی و خداترسی کے ھے÷

(١٦) یہہ کہ جسٹن نامی عالم مسیحی یہودیوں کو بعض آیات توریت کی نسبت
الزامِ تحریف دیتا تھا کہ اُنھوں نے توریت کو بعدِ مسیح بدل ڈالا ھی اور علما
مسیحی نے اُسکے قول کو تسلیم کیا ھی ۔ پس علماے مسیحی کے اقرار سے
توریت کی تحریف ثابت ھی ؛

مگر واضح ہو کہ جسٹن نے یہہ بات غلطی سے کہی چنانچہ محققین علما نے
اس امر کو بخوبی تمام ظاہر کیا ھی کہ اُسنے یہہ بات صرف اس باعث سے کہی ھی کہ
وہ زبان عبرانی نہ جانتا تھا اِس جہت سے اصل عبرانی نسخہ سے ناواقف تھا
صرف قدیم ترجمہ یونانی جسکو سپٹواجنٹ کہتے ہیں اُسکے پاس تھا اور ترجمہ مذکو
بعض جگہہ غلط ھی اس جہت سے جیسا اُسنے دیکھا کہ نسخہ عبرانی جو یہودیوں
کے پاس موجود تھا اُسکے پاس والے ترجمہ سے سب باتوں میں موافق نہیں
بلکہ بعض جگہہ فرق ھی تو اُسنے گمان کیا کہ ان یہودیوں نے اپنا نسخہ عبرانی
بدل ڈالا ھی پس یہہ قول جسٹن کا محض ناواقفیت زبانِ عبرانی سے تھا
چنانچہ کئی علماے نامدار نے اسبات کو بدلائل ثابت کیا ھی کہ نسخہ عبرانی
باوجود سہو و نسیان کاتبوں کے نہایت خفیف باتوں میں ہوئے ہیں اصلی
اور قابل اعتماد ھی ؛

اور جسٹن کے قول کو بعض علما نے مانا تھا نہ یہہ کہ سبنے بیں ایک شخص کا

گمان جو محض ناواقفیت زبان عبرانی کے سبب سے ہوا و برو اُس تحقیقات کامل
کے جو علماے کثیر نے کی ہی قابل التفات نہیں ہی جنھوں نے دونوں اصل
اور ترجمہ کو ملاحظہ کرکے براہین ثابت کردیا ہی کہ بلاشبہہ نسخہ عبرانی صحیح دور بست
بلا تحریف و تبدیل ہی ؛

(۱۷) یہہ کہ حواریوں ہی کے زمانے میں بہت سے لوگ جھوٹی تعلیمات
کرتے تھے بحدیکہ حواری اور انجیل نویس بھی اپنی تحریرات میں اپنے شاگردوں
کو اسکی اطلاع کرنے لگے چنانچہ نامہاے حواریوں میں موجود ہی اور اُنکے بعد
اتنی کتابیں انجیل اور اعمال الرسل اور نامے اور مشاہدات وغیرہ کے نام سے
جعلی اور جھوٹی کتابوں کا رواج ہوا کہ اُنکا حصر مشکل ہی۔ ہارن صاحب تفسیر
میں لکھتے ہیں کہ اُن جھوٹی اور جعلی کتابوں میں سے بہت سی نیست و نابود
ہوگئیں اور بعضی اب تک موجود ہیں اُنکے پیچھے اُن کتابوں کو جو اُس وقت موجود
تھیں فہرست لکھی ہی۔ پس جس حالت میں اتنی بیشمار کتابیں جاری ہوں پس
کس طور معلوم ہو سکتا ہی کہ ان میں سے کونسی حق اور من جانب اللہ ہی اور کونسی
جھوٹی اور جعلی ہیں ؛

لیکن اُن صاحبوں کا ایسا حق و باطل کو یکساں بیان کرنا محض تعصب سے
ہی ورنہ ایسی باتوں سے کتاب مقدس پر تحریف کا شبہہ نہیں ہو سکتا ہی۔ چاند

پر خاک نہیں پڑ سکتی ہی ✣ واضح ہو کہ جس طرح دین مسیحی باوجود کثرت رواج ادیان باطلہ کے سبب میں معزز و ممتاز رہا ہی اور باوجودیکہ ابتدا سے آج تک بہت سے جھوٹے دین دنیا میں جاری رہے ہیں مگر دین مسیحی سب سے جدا اور علٰحدہ ہی اسی طور جھوٹی اور جعلی کتابوں کے ہونے یا جھوٹے وعظوں کے ہونے سے کتاب مقدس عہد جدید بھی مشکوک و مشتبہ نہیں ہو سکتی ہی ✣

جس طور حواریوں نے دینداروں کو اُن جھوٹے وعظ و تعلیم کرنے والوں اور اُنکی باطل باتوں سے متنبہ کر دیا اسی طور جمہور مسیحی اور تمام کلیسیاے عامۂ مسیحی صرف اس کتاب کی ابتک بلاناغہ تلاوت کرتے اور اسکے بموجب عمل کرتے رہے ہیں — اور یہی کتاب ہمیشہ سے تمام جماعات میں عموماً بوقت عبادت روزانہ و اعیاد وغیرہ عبادتخانوں میں متواتر پڑھی جاتی ہی اور یہی مدار ایمان و اعمال و ہدایت و دستور العمل تعلیم و تلقین جماعات عامۂ مسیحیہ میں رہی ہی ✣

الغرض کتاب مقدس انجیل کے یہی پاک نوشتے یعنی یہی اناجیل اربعہ و اعمال الرسل و مکتوبات و مکاشفات جملہ جماعات مسیحیہ میں عموماً مروج و مسلم و مشہور و معروف ابتدا سے آج تک متواتر رہے ہیں یہانتک کہ ہر ایک ایماندار ان سے واقفیت رکھتا اور اُنکو بخوبی جانتا اور پہچانتا رہا ہی — کیونکہ علاوہ علما

اور فضلاء کے جو انکو پڑھتے پڑھاتے وعظ و نصیحت و تعلیم و تلقین کرتے اور
جنکی تفاسیر و کتب و رسالجات و خطوط وغیرہ تصانیف اب تک بکثرت صفحۂ روزگار
پر موجود ہیں ـ اُنکے سوا جو لوگ لکھنے پڑھنے سے عاری ہیں یا تھے
وہ بھی کتاب موصوف کو عبادتخانوں میں بوقت عبادت اپنی زبان میں مدام
سُنتے اور وعظ و نصیحت و تعلیم و تلقین پاتے رہے ہیں جس سے انکو بھی کتاب
مقدّس سے واقفیت و شناسائی حاصل ہوتی ہے ❊

پس کتاب موصوف دنیا میں عنقا صفت نہ تھی کہ جسکو کوئی نہ پہچانے اور
دوسری کسی کتاب کو مان لیوے دھوکھا کھا کر یا کسیکو ادنی شک و شبہہ
کتاب مقدّس پر ہو سکے ❊

اور وہ جھوٹے اور جعلی نامے یا رسالے جو بعض بدعتی لوگوں نے لکھے
وہ کسی وقت جمہور مسیحیوں میں مقبول و مروج نہیں ہوئے اور نہ کسی جماعتِ مسیحی کو یا
اُنکے کذب کی نسبت کبھی شک و شبہہ ہوا بلکہ ہمیشہ دینداروں نے انکو مردود
نامقبول جانا اور جھوٹا ظاہر کیا ہے ـ بلکہ خود تھیں جھوٹے ناموں اور رسالوں میں
سے بعض کے سیاق تحریر سے یہ ظاہر ہے کہ اُنکے مصنفوں نے وہ حکایات جمع
کرکے لکھ دی ہیں جو اُنکے وقتوں میں بعض لوگوں میں بطور قصہ اور زبانی روایات
کے مذکور تھیں ـ کچھ دعوی الہامی ہونے کا نہیں کرتے ہیں ـ بلکہ اُن سے

بھي صاف واضح هي کہ بوقت تاليف وتصنيف اُن رسالوں کے بھي انجيل شريف مشهور
ومعروف تھي اور خود اُن رسالوں کے لکھنے والے بھي اُسکو معتبر ومستند اور کلام الله
ظاهر کرتے هيں کہ بعض مقام پر بعض حالات کو اپنے اپنے رسالوں ميں درج کرکے
لکھتے هيں کہ يهہ بات انجيل مقدّس ميں بھي مرقوم هي ✣

خلاصہ يهہ کہ انجيل مقدّس کے تمام پاک نوشتے آغاز سے ابتک جميع جماعات عامّہ
مسيحيہ ميں اور جمهور بيشمار مسيحيوں ميں متواتر ومتوالي هر وقت جاري اور مروج ومشهور
ومعروف رهے هيں اور اِسيکو سبنے هميشہ سے معتبر ومستند اور کلام الله مانا هي جيساکہ
آگے اسکا مختصر حال درج هوگا ✣

پس اگر بعض لوگوں نے زباني روايات کو خواه جمع هي کرديا يا کسي کسي بدبختي
کذاب نے اپني حماقت اور شرارت سے کوئي رسالہ يا نامہ لکھکر الهامي بھي بتلايا هو
تو اِس سے کتاب مقدس مشکوک ومشتبہ نهيں هوسکتي هي ✣

جيساکہ قرآن اهل اسلام ميں عموماً جاري هي پس اگر کوئي ايک جعلي اور موضوعي کتاب
بنام نهاد قرآن لکھے جيساکہ عوام ميں مشهور هي کہ فيضي نے ايسا کيا بھي تھا تو اِس سے
قرآن متعارف ومشهور مشتبہ نهيں هوسکتا هي اور کوئي شخص شک نکريگا کہ قرآن کو نسا هي
يا مثلاً کتاب موطاے مالک جو بروايت يحيي اهل تسنّن ميں مروّج هي اگرچہ اسکي
واقفيت عام لوگوں کو نهيں هي صرف عالم هي اُسکو جانتے پهچانتے هيں پس اگرچہ کئي کتابيں

بنام موطا نہ صرف مرقوم ہیں بلکہ وہ بھی جاری اور مروج ہیں لیکن باوجود ان سب
باتوں کے موطا جو مالک کی طرف منسوب ہے اسکو ہر کوئی سچا جانتا ہے اور کسی کو
شبہہ نہیں ہے ؛

پس جس حالت میں کہ اناجیل اربعہ و کتاب اعمال الرسل و مکتوبات و مکاشفات
یوحنا مسیحیوں کی جماعتوں اور بیشمار لوگوں میں اس درجہ مشہور و معروف و مروج
و متداول ہوں کہ ہر شخص اعلی ادنی صغیر و کبیر عالم جاہل سب کے سب اسکو
جانتے اور مانتے ہوں اور خاطر خواہ انکی واقفیت و شناسائی رکھتے ہوں تو
ایسی حالت میں اگر چند چھوٹی کتابیں ان ناموں سے یا دعوی الہام سے
بعض بدعتی لوگوں میں پائی جاویں تو انکے باعث یہہ صحف مقبول الانام و مشہور
خاص و عام مشتبہ و مشکوک نہیں ہو سکتی ہیں ؛ بھلا آپ صاحب ملاحظہ فرماویں کہ جس حالتمیں
کہ صحاح ستہ اہل تسنن میں وقت تالیف مؤلفین سے جاری ہیں اور لوگوں میں مشہور
ہیں اور سنیوں میں وہ کتابیں جاری ہیں پس اگر ایک عرصہ سے بہت سی چھوٹی
کتابیں روایات و حکایات کاذبہ کی بعض لوگوں نے لکھی ہیں جیسے کئی کتب
سیر اور متعدد وفات نامے اور مولود اور صدہا کتب تعویذات و اوراد و وظائف
اور قسم قسم کے گنڈوں اور فتیلوں اور فالناموں اور شگون وغیرہ اور انواع
و اقسام کی رسموں وغیرہ کی اور ملانوں اور پیرزادوں اور فقیروں وغیرہ میں جاری

بھي هيں اور اس شدّومد کے ساتھه که انکي روايتيں بھي لکھيں هيں اور يهه بھي که هر که شک آرد کافر گردد ـ ليکن باوجود ان سب باتوں کے کسي کو شک نهيں هوجاتا هي اور کوئي شبهه پيدا نهيں هوتا هي که دوسري او تيسري صدي هجري کي حديثونکي مروّج هيں اور اُن ميں سے کون سي عموماً معتبر سمجھي جاتي هيں ❊

پس اي بھائيو کتابِ مقدّس کو اس سے بدرجها افضل و اعلى اس باب ميں سمجھو که اُسکے جاننے اور ماننے والے بيشمار خاص و عام هر وقت اور هر عهد ميں رهے پھر فرمايئے که اگر تيسري يا چوتھي صدي ميں چند جھوٹي کتابيں لوگوں نے خواه تو زباني روايات اور قصّوں کو جو لوگوں ميں زباني تھے کسي نے جمع کرکے لکھه ديا يا بعضوں نے اپني جعلي کتاب الهامي بھي ظاهر کيا تو جيسا اُن رسالوں اور کتابوں کو جماعات عامّهٔ مسيحي حق نهيں مان سکتے تھے ايسي طور ان کُتب مروّجه عام اور مشهور انام پر کسي کو ادني شبهه بھي نهيں هوسکتا تھا ❊

(۱۸) يهه که کتابِ مقدّس مروّجه حال کي تعليمات و هدايات و اخبار وغيره مخالف و مبائنِ مطالب و مقاصدِ قرآن و احاديث محمدي کے هيں اس سے دريافت هوتا هي که کتابِ موصوف محرّف هوگئي هي ـ بعضے کهتے هيں که تحريف معظمات امور ميں واقع هوئي هي بالفاظِ يسير و قليل اور بعضوں کا يهه قول هي که نهيں بلکه بکثرت تمام تبديل و تحريف

واقع ہوئی ہی اور بعضوں کا بیان ہی کہ یہہ وہ کتاب ہی نہیں ہی بلکہ اور ہی کتاب ہو۔
یہہ تو کسی نے توریت و انجیل و زبور وغیرہ صحف انبیاے کرام سے بعض تعلیمات
و ہدایات و اخبار وغیرہ اخذ کر کے درج کر دی ہیں اور باقی آپ اپنی طرف سے جو
چاہا لکھ دیا ہی لہذا جسقدر مطالب و مقاصد اس کتاب میں موافق قرآن و حدیث کے
ہیں یا اُنکے مخالف نہیں اُنکو مان سکتے ہیں اور باقی جو مخالف و مباینِ قرآن و حدیث
وہ سب بلاشبہہ محرف ہیں ✣

مگر یہہ ایک عجیب دلیل اور طرفہ مضمون ہی کہ محض اپنے دعوے بلا دلیل کو عین
ثبوت قرار دیا ہی۔ اگر صرف دعوی کرنے ہی سے کوئی بات ثابت ہو جایا کرے
تو جو کوئی جو دعوی کرے حق مانا جاوے ✣

غور فرمائیے کہ جس حالت میں قرآن ایسی کتاب کی تصدیق کرتا ہی اور اُسکو سچا
بتلاتا ہی جو مشہور و معروف اور مروج و متداول خواص و عوام مسیحیوں اور یہودیوں
میں تھی جسکا صحیفہ اول یعنی توریت قرآن سے دو ہزار برس پہلے سے مروج و متداول
تھا اور صحیفہ آخر بھی پانسو برس پیشتر سے جاری تھا۔ الغرض ایسے وقت میں کہ
کتاب مقدس اطراف عالم و اکناف جہان میں شرق سے غرب تک بیشمار یہودی
اور مسیحیوں میں جاری اور مشہور و معروف تھی اُسوقت قرآن کی تصنیف شروع ہوئی
اور وہ قرآن کتاب موصوف کو سچا اور خدا کی طرف سے بتلاتا ہی اور اُسکے کلام اللہ

ہونیکی جابجا تصدیق کرتا ہی اور اپنی حقیت اور منجانب اللہ ہونے اور محمد صاحب
کی نبوت کا بھی دعوی کرکے اپنے دعوے کی صداقت کے واسطے
کتاب موصوف کو شاہد اور گواہ قرار دیتا ہی ۔ مگر کتاب موصوف مین کسی جگہہ
قرآن و محمد صاحب کی شہادت نہیں اور نہ اُس دعوے کی گواہی پائی جاتی
ہی بلکہ اُسکے مطالب و مقاصد ایسے ہیں جنکو اگر تسلیم کیا جاوے تو قرآن کی
بہت سی تعلیمات وغیرہ ہرگز راست و حق نہیں ہو سکتی ہیں پس اس سے
خود قرآن کی غیر حقیت عیاں ہی نہ کتاب مقدس کی تحریف و تبدیل ہی
ہاں اگر اہل اسلام طرفدار قرآن ہو کر یہہ عذر اور دعوی درمیان میں لاتے
ہیں کہ جس کتاب کی قرآن میں تصدیق ہی اور جسکو اُسنے اپنا شاہد قرار
دیا ہی وہ یہہ کتاب نہیں ہی بلکہ اور ہی تھی تو اُس کتاب کو پیش کرنا چاہیئے
یا کامل ثبوت دینا واجب ہی کہ زمانہ محمدی میں مکہ اور مدینہ اور دیگر مقامات
عربستان اور روم و شام و حبش و مصر وغیرہ کے بیشمار یہودی اور مسیحی لوگوں
میں اور ہی کتاب مروج تھی جسکی تصدیق قرآن کرتا ہی ۔ یا یہہ کہ کتاب تو یہی ہی
مگر اسمین معظمات امور مثل مسئلہ تثلیث و مسئلہ الوہیت مسیح و روح القدس اور مسئلہ کفارہ
وغیرہ فلان فلان مقام پر ان الفاظ قلیل و کثیر کی کمی و بیشی یا تبدیل و تغییر
سے بدل گئے کہ اُس زمانہ کی کتابوں میں یہہ مسائل نہ تھے ۔ یا یہہ کہ

فلاں فلاں صحیفہ میں اس کثرت سے تحریف واقع ہوئی ھی زمانہ محمدي کي کتابوں میں وہ بیشي وکمي نتھي ۔ اور جبتک ایسا نہیں کرتے ہیں پس یہہ دعوی بلا دلیل پیش کرنا اور اُسکو ثبوت بتلانا مناسب نہیں ھی کہ ایک نادان بھي اُسکو قبول نہیں کر سکتا ھی ❊

(۱۹) یہہ کہ کتاب مقدّس مروجہ حال سے واضح ہوتا ھی کہ یہہ سب کلام اللہ نہیں ھی بلکہ کلام بشر بھي کلام خدا کے ساتھ مخلوط معلوم ہوتا ھی ۔ کیونکہ اُسمیں اکثر صحیفے مثل تواریخ کے ہیں جیسے کتب سیر مثل مدارج النبوۃ و شواہد النبوۃ کے ہیں جنکو علماے محمدی نے لکھا ھی کہ اُن میں نسب نامے اور معجزات وغیرہ مفصل لکھے ہیں اور بعضے مکتوب اور خطوط ہیں وغیرہ ۔ الغرض خالص کلام اللہ نہیں ھی جیسے قرآن ھی کہ خداے تعالی خود متکلم اُس کلام کا ھی اور ہمارے نزدیک توریت و زبور و انجیل وغیرہ وہ صحیفے ہیں جو خداے تعالی نے حضرت موسی و داؤد و عیسی وغیرہ انبیاؤں اور رسولوں پر نازل فرمائے تھے ❊ یہہ تواریخ اور رسالے اور خطوط وغیرہ کہ تمام قال اللہ میں داخل نہیں ہیں فقط مگر ظاہر ھی کہ ایسی باتیں ہرگز قابل اعتبار کے نہیں ❊

اوّل تو واضح ہو کہ کسی کلام کا ایسا ہونا کہ گویا خداے تعالی اُس قول کا قائل اور کہنے والا ھی ہرگز اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی ھی کہ وہ اُسی کلام اللہ

هی اور نہ اِسمیں کسی طرح کی فضیلت اور بڑائی هی اسواسطے کہ جھوٹا شخص مدعی نبوت ایسا کلام کہہ سکتا هی اور اپنے کلام کو قال اللہ بتلا سکتا هی اور ایسے دعوے لوگوں نے کیئے بھی ہیں بلکہ شخص کاذب ضرور ایسی بات کریگا کہ اس طریق سے لوگوں کو فریب دیوے کہ اپنے کلام کو خدا کی طرف منسوب کرے اور کلام اللہ ظاہر کرے ✣

اِسی طور کتاب الہی اور کلام اللہ کے شرائط میں نہیں هی اور نہ اُسکے لوازم میں سے هی اور نہ اُسکی فضیلت اِسمیں هی کہ وہ اِسطور مرقوم ہو کہ گویا خدا بلا واسطہ بول رہا هی اور آپکو بصیغہ متکلم ظاہر کرتا هی - ایسے امورات کی کچھہ حاجت اور ضرورت نہیں هی بلکہ کلام خدا چون آفتاب عالمتاب منور کنندہ قلوب اور روشنی بخش دلہاے آدمیاں هی اُسی سے وہ پہچانا جاتا هی انسانوں کے دل اور اُنکی ارواح اُسکی حقیت اور کلام اللہ ہونے کی شاہد اور گواہ ہوتے ہیں - ہادی برحق اور نور مطلق کی تاثیر روحانی اور ہدایت ربانی سے طالبان راہ ہدی ہدایت پاکر یقین کُلی اور اطمینان کافی ووافی پاتے ہیں کہ بلا شبہہ یہہ کلام اللہ هی - نہ کہ ان لفظی اور ظاہری اور دکھاوٹ کے دعووں سے ✣

بلکہ جس حالت میں کہ خدا تعالی اپنے کلام شریف کو (جو محض وہ مطالب ومقاصد ہدایت وتعلیم وتلقین واخبار دارین ہیں جنکا اظہار اور بیان بغرض

اصلاح و تربیت و حصول نجات ابدی انسان کیواسطے اُسکی حکمت بالغہ اور رحمت
کاملہ میں ضرور اور مناسب تھی) بذریعۂ انبیا و رسل کے جو جنس آدم زاد سے
ہوئے ارشاد کرتا ہے پس نہایت مناسب بغایت زیبا ہے کہ وہ اپنے انبیا
کو اجازت دے کہ وہ اُن مطالب اور مقاصد مذکورہ کو جس طور زبان انسانی
میں مطابقت لغت و محاورات اہل زبان کے بیان کریں تا کہ لوگ اُن مطالب
و مقاصد کو سمجھیں اور ہدایت پاویں اِسیواسطے اُن کو اس نہج مرقوم کریں کہ
گویا محرر اور کاتب من جانب اللہ ہیں جو اُن مطالب اور مقاصد کو ارقام
کرتے ہیں ✣

الغرض کتاب مقدس میں جسقدر کلام ہے خواہ وہ قال اللہ میں داخل
ہو چاہے قال الرسول یا قال النبی یا قال الحواری ہیں وہ سب کا سب بالہام
الٰہی و حکم و ارشاد خدا مرقوم ہوا ہے اور لکھنے والے اُسکے انبیا اور رسول اور
حواری تھے پس وہ سب کلام اللہ ہے - اسکو حاجت نہیں کہ اس طور لکھا جاتا
کہ گویا خدا خود بلا واسطہ بول رہا ہے اور خدا تعالیٰ اُن الفاظ و عبارت
میں اپنے تئیں متکلم قرار دیتا - کیونکہ مطلب اور مقصود وہ مطالب و مضامین
مذکورہ ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کے الہام اور حکم سے ہیں نہ الفاظ و عبارات
کہ لکھنے والے انبیا و رسول ہیں اور بس ✣

لہذا اِس باعث سے کہ کوئی کلام قال اللہ کر کے نہیں لکھا ہی اور خدا کو اُس
میں بصیغہ متکلم قرار نہیں دیا ہی کلام بشر نہیں ہو سکتا ہی اور الفاظ و عبارت سے کے نویسندہ
ہر حالت میں وہی انبیا و رسول و حواری تھے چاہیے وہ اُن مطالب کو قال اللہ کر کے
لکھیں یا اپنے تئیں اُسکے نویسندہ و کاتب اظہار کر کے تحریر کریں ✣

دوم یہہ کہ علی ہذا القیاس شرائط و لوازم یا فضیلت کلام الٰہی سے نہیں ہی کہ
بترتیب نہ لکھا جاوے یا اُس میں نسب نامے نہوا کریں یا نبیوں اور رسولوں کے
معجزات مرقوم نہوں اور نہ یہہ کہ بطور کتاب یا رسالہ یا بطرز مکتوب از جانب انبیا نہوا کریں
یا کہ متفرق آیات اُترا کریں ✣

بلکہ نہایت ضرور ہی اور مناسب اور بغایت لائق و فائق ہی کہ خدا ے تعالی حال
آفرینش عالم و آدم و حالات انبیا و مرسلین وغیرہ جن باتوں کا بیان کرنا واسطے آگاہی
اور ہدایت یا بی بندوں کے ضرور ہو بترتیب و تدریج مناسب ارشاد کرے اور جیسا کہ
انبیاے کرام اور خداوند مسیح اور حواریوں کے معجزات اُنکے وقت کے لوگوں نے
اپنی آنکھوں سے دیکھے اور ایمان لائے اِسی طور اُنکے بعد کے لوگ اُن معجزات
باہرات کا حال کلامِ خدا میں پڑھیں اور پشت در پشت سکے بعد دیگرے یقینِ
واثق کرے اور اطمینان کامل حاصل کر سکے اِس مقصد سے اپنے کلام میں
بیان فرماوے ✣

علیٰ ہذا القیاس جسطور ارشاد خدا کو اُسکے رسول بطور کتاب کے لکھیں اسی نہج
بطور خط بھی لکھ سکتے ہیں۔ کتاب بھی کلام خدا ہو سکتا ہے اور خط بھی ✝

الغرض ایسی باتوں سے ہرگز کوئی عاقل ادنیٰ شبہہ بھی نکریگا کہ کتاب مقدس
کے صحیفے سب ایسے نہیں ہیں کہ گویا خدا اُن الفاظ کو بول رہا ہے اور اپنی تئیں بصیغہ
متکلم قرار نہیں دیا ہے تو کلام خدا نہیں ہے یا کہ اُسمیں حالات حضرت آدم و ابراہیم وغیرہ
انبیا کا اور بیانِ ولادت و معجزات وغیرہ خداوند مسیح کا بتشریح و تفصیل و ترتیب و تدریج
مثلِ کتبِ تواریخ لکھے ہیں اس لیئے کلام بشر ہیں یا یہہ کہ بعض صحیفے بطور نامجات
از جانب حواریانِ مرقوم ہوئے اس سے دریافت ہوتا ہے کہ وہ بالہام
الٰہی نہ تھے ✝

پھر اِسکے علاوہ جواب مختصر یہہ ہے کہ یہی کتاب مقدس ہے جو شروع سے آجتک
اہل کتاب میں مروج و متداول اور مشہور و معروف رہی ہے چاہے آپ اِسکو کلام
خدا سمجھیں یا کچھہ اور مگر قرآن اسی کتاب کی تصدیق کرتا ہے کہ کلام اللہ ہے اگر اہل اسلام
کو دعویٰ تحریف ہے تو دوسری کتاب دکھلاویں یا اُسکا نشان اور پتا بتلاویں جو
زمانہ محمدی میں عام خلائق اہل کتاب میں جاری و ساری تھی ✝

الغرض بموجب شہادت و تصدیق قرآن کے بخوبی عیاں ہے کہ کتاب مقدس
محمد صاحب کے زمانہ میں اصلی اور صحیح اہل کتاب کے پاس جا بجا موجود و جاری

ومشہور تھی اور اُسکی بعض آیات سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہی تا قیام قیامت بحالت
اصلی صحیح رہیگی اُسکا بدلنا نا ممکن ہی اور اِسیطور حدیث و تفاسیر سے بھی ایسا ہی
دریافت ہوتا ہی آج تک کسی نے ایک بات بھی ظاہر نہ کی کہ محمد صاحب کے
بعد کتاب مقدس بدل گئی بلکہ بخوبی تمام واضح ولائح ہی کہ جو کتاب زمانہ محمدی میں
مروج و مشہور تھی وہی اب بھی اہل کتاب کے پاس ہی پس اس حالت میں کسی
مسلمان کو روا نہیں کہ ایسا دعوی بلا دلیل جو قرآن و حدیث کے برخلاف
ہی پیش کرے اور اِسیطور مسیحیوں کو ضرور نہیں کہ جبتک کوئی شخص قرآن و محمد کو
مانتا ہی اُسکو شہادت قرآنی کے سوا اور کوئی ثبوت و وجہ بطلان اس دعوی کے
ظاہر کریں ۔ البتہ جب کوئی بتصدیق و انصاف دل سے جانے اور سمجھے کہ قرآن تو
کتاب مقدس کو کلام اللہ بتلاتا اور اُسکی صحت و اصلیت کی بھی صاف صاف
گواہی دیتا ہی اور باوجود اِسکے پھر خود ہی اُسکے مخالف و مباین و معارض
تعلیم دیتا اور سکھاتا ہی تو اِس جہت سے قرآن تو بالیقین ساقط الاعتبار اور
انسانی کلام ہی ۔ پھر اگر اُسکو کوئی اعتراض نسبت صحت کتاب موصوف کے
قبل از زمانہ محمدی ہو تو وہ قابل التفات ہی ؂

مگر اِس سے قطع نظر کرکے نیازمند نے بپاس خاطر آپ صاحبوں کے اُن
سوالات و اعتراضات کے بھی جواب عرض کر دیے جو کئی مسلمانوں نے

خلاف قرآن کے کتاب مقدس کی تحریف کے دعوے میں پیش کیے اور جابجا شور کیا کہ گویا ہمنے تحریف ثابت کر دی - اور آپکو اُن سب کے ملاحظہ سے واضح ہوا ہوگا کہ وہ سب اعتراض محض تعصب و نفسانی سے کیے ہیں بہت سے اُن میں ایسے ہیں جو ہرگز تحریف سے تعلق بھی نہیں رکھتے ہیں اور باقیوں سے نہ تحریف ثابت ہوتی نہ امور تنقیح طلب دریافت ہوتے ہیں نہ کتاب مقدس کی اصلیت و صحت پر کچھہ شبہہ ڈال سکتے ہیں اور نہ اُن بیشمار مخالفت اور مباینت کو رفع کر سکتے ہیں جو قرآن و احادیث محمدیہ کی تعلیمات کو اصولاً و فروعاً مطالب و مقاصد کتاب مقدس کے ساتھہ ہیں - لہذا اسیقدر پر اکتفا کرنا بس تھا ❊

لیکن بغرض تشریح اِسکے کہ کتاب مقدس شروع سے اتبک اصلی و صحیح و معتبر و مستند ہر زمانہ میں رہی ہی اور یہہ کہ اہل کتاب کو کوئی غرض دنیاوی یا دینی نہ تھی اور نہ اِسکا کوئی باعث تھا کہ وہ اپنی کتاب کو محرّف کرتے اور یہہ کہ اگر کوئی شخص یا کوئی فرقہ ایسا ارادہ فاسد کرنا بھی چاہتا تو ممکن نہ تھا - امورات مفصلہ ذیل بیان کیئے جاتے ہیں ❊

اوّل واضح ہو کہ کتاب مقدّس کے دو حصے ہیں ایک عہد عتیق جسکو یہودی بھی مانتے ہیں اور اُس میں توریت کتاب موسیٰ کے پانچوں

صحیفوں کو سامری بھی کلام اللہ مانتے ہیں — اور دوسرا حصہ عہد جدید جسکو صرف مسیحی مانتے ہیں ⁂

حصۂ اول یعنی عہد عتیق میں ۳۹ صحیفے ہیں جن میں سے پانچ صحیفے یعنی توریت کو حضرت موسیٰ نے خداوند مسیح سے پندرہ سو برس پیشتر لکھا اور صحیفۂ ملاکی کو حضرت ملاکی نے چار سو برس پیشتر خداوند سے ارقام کیا باقی ۳۳ صحیفے اِن دونوں وقتوں کے درمیان لکھے گئے اور بعضوں کا گمان ہے کہ شاید صحیفۂ ایوب توریت سے بھی قدیمی ہے — یہہ سب صحیفے شروع سے یہودیوں میں متواتر مروج و متداول رہے ہیں اور مسیحیوں میں بھی برابر پشت در پشت کلیساؤں میں اور بیشمار ایمانداروں کے پاس رہے ہیں اور ہیں اور وہ سب نقلیں باہم موافق و مطابق ہمدگر ہیں اور اسکے سوا خداوند مسیح سے تین سو برس پیشتر اُس مجموعہ کا ترجمہ اصل عبرانی سے یونانی زبان میں بادشاہ مصر طالمی نامی سے ہوا تھا اُسکی مطبوعہ نقلیں بکثرت تمام موجود ہیں اور اسکے سوا کئی نسخے اصلی کتاب کے اور ترجمے کے جو سنہ ہجری سے کئی سو برس پیشتر لکھے گئے ہیں وہ بھی موجود ہیں چنانچہ شہر روم ملک اطالیہ میں ایک نسخہ مسمّیٰ بہ قدکس واطیکانوس ہے جو ہجرت سے ڈھائی سو برس پہلے کا لکھا ہوا ہے — اور ایک شہر لندن میں مسمّیٰ بہ قدکس الکسندرینوس دو سو برس

هجرت سے پہلے کا لکھا ہوا هي — اور ایک نسخه شهر پیرس میں مسمی به قدکس افریمی
جو دو سو برس سنه هجری سے بیشتر کا لکھا هوا هي — پهر اسکے سوا توریت کے
پانچوں صحیفوں کے نسخے جو قدیم سے سامریوں کے استعمال میں رہے ہیں
سو بهی موجود هیں اور سامری لوگ یهودیوں کے غیر تسنده همسر اور هم چشم تھے —
پس یهه سب نسخجات اور ترجمات تمام خاص امروں میں موافق و مطابق باهم دگر
هیں اس حالت میں غیر ممکن هی که کوئی حق پسند اور سمجهه دار شخص ادنی شک و شبهه
تحریف کا دل میں لاوے اور مطالب اصلیه کے بدل جانے کا وهم کرے
— ایسا وهم دور از کار بالکل خلاف قیاس و بعید از عقل و دانش هی ؛

پهر اسکے سوا کتاب عهد جدید میں جابجا قریب چهه سو جگه کے هیں جهاں
آیات عهد عتیق کے صحیفوں کی نقل کی هی بطور اقتباس یا انکا مطلب و مدعا
بیان کیا هی یا انپر حواله دیا هی اور وه سب باهم دگر ملتی هیں ؛

باقی رهیں یهه باتیں که بعض صحف عهد عتیق کا وقت تصنیف معلوم نهیں هی
یا بعضوں کے مصنفوں کی نسبت اب یقیناً نهیں کهه سکتے هیں که کس نبی نے
لکھا تھا یا یهه که بعض کتب خصوصاً توریت میں بعض عبارتیں ایسی هیں جنکو حضرت
موسی کیطرف منسوب نهیں کر سکتے هیں وغیره جس سے کسی کو شبهه هو که شاید
صحف عهد عتیق قبل خداوند مسیح هی بدل گئے هوں پس ان سب شکوک و اوهام

کے دفع کرنے اور صحف مقدسہ عہد عتیق کی معتبری اور اصلیت کے یقین کے واسطے خداوند یسوع مسیح اصدق الصادقین اور راستگو امین کی شہادت اور اسکے رسولوں کی گواہی کافی ووافی ہے جس سے اطمینان کلی پیدا ہوتا ہے کہ وہ سب صحیفے جو خداوند کے وقت چار سو برس پہلے سے ایک جلد میں مجلد ہوکر جاری تھے بلا ریب حق والہامی اور منجانب اللہ تھے پس اگر اب ہزاروں برس کے گذرنے کے بعد ہمکو معلوم نہو وقت تصنیف یا نام مصنف یا خاص کسی عبارت کا لکھنے والا تو عجب نہیں ہے ایسی باتوں سے نہ تحریف کا شک ہوتا ہے اور نہ وہ صحیفے غیر معتبر ہو سکتے ہیں *

اور خداوند کی شہادت یہہ ہے کہ آپنے یہودیوں کو ارشاد کیا *

(۱) — یوحنا باب ۵ آیت ۳۹ (کتابوں (یعنی صحف مقدسہ عہد عتیق جنکو یہودی مانتے تھے) میں ڈھونڈھو کیونکہ تم گمان کرتے ہو کہ اُن میں تمہارے لیے ہمیشہ کی زندگی ہے اور وہی ہیں جو میرے لیے گواہی دیتی ہیں) پس خداوند نے جملہ صحف مقدسہ میں جو یہودیوں میں مستعمل تھیں تلاش کرنے کو فرمایا اگر خداوند انکو معتبر اور مستند اور منجانب اللہ نہ جانتا تو اُن میں تلاش کرنے کو حکم نفرماتا *

(۲) پھر باب مذکور کی آیت ۴۶ میں مذکور ہے کہ اُسنے ارشاد کیا ہے (اگر

تم موسیٰ پر ایمان لاتے تو مجھپر بھی ایمان لاتے اِس لیئے کہ اُسنے میرے حق میں لکھا ھی) اِس آیت میں خداوند نے حوالہ دیا ھی توریت پر کہ وہی کتاب موسیٰ ھی اگر وہ کتاب معتبر نہوتی تو اُسپر حوالہ نہوتا ؛؛

(۳) — پھر یوحنا باب ۷ آیت ۱۹ میں مذکور ھی کہ خداوند نے یہودیوں کو فرمایا — (کیا موسیٰ نے تمھیں شریعت نہیں سونپی لیکن کوئی تم میں سے شریعت پر عمل نہیں کرتا) پس اگر شریعت موسویہ مندرجۂ توریت خداوند کے نزدیک معتبر نہوتی تو اُسپر حوالہ اور یہودیوں کو الزام نہوتا ؛؛

(۴) پھر یوحنا باب ۷ آیت ۳۸ میں ھی کہ خداوند نے فرمایا (اُسکے پیٹ سے جو مجھپر ایمان لاتا ھی جیسا کتاب کہتی ھی جیتے پانی کی ندیاں جاری ہونگی) اِس آیت سے صاف ظاہر ھی کہ خداوند نے تمام کتاب مقدس کو جو یہودیوں میں اُن دنوں مشہور و معروف تھی معتبر جانکر اُسپر حوالہ فرمایا ؛؛

(۵) — پھر یوحنا باب ۱۰ آیت ۳۴ و ۳۵ میں ھی کہ خداوند نے ارشاد کیا — (تمھاری شرع میں یہہ نہیں لکھا ھی کہ میں نے کہا تم خدا ہو اگر اُسنے اُنھیں جنکے پاس کلام خدا آیا خدا کہا اور ممکن نہیں کہ کتاب کی بات باطل ہو) پس اِسمیں خداوند نے یہودیوں کو اُنکے پاس والی کتاب سے اُنکو الزام دیا اور

اِس کتاب کو معتبر جانا اس خوبی کے ساتھہ کہ ممکن نہیں کہ کتاب مقدس کی بابت باطل ہووے ✣

(۶) — پھر متی باب ۱۱ آیت ۱۳ میں فرمایا (سب نبیوں اور توریت نے یوحنا تک نبوت کی) پس خداوند نے تمام کتب انبیا اور توریت کو معتبر ظاہر کیا ✣

(۷) — پھر متی باب ۲۲ آیت ۲۹ میں ھی کہ خداوند نے یہودیوں سے ارشاد کیا (تم نوشتوں اور خدا کی قدرت کو نہ سمجھہ کر بھولتے ہو) پس اگر خداوند کے نزدیک وہ پاک نوشتے جو یہودیوں میں مروج تھے معتبر نہوتے تو اُنپر حوالہ نہوتا ✣

(۸) — پھر لوقا باب ۲۴ آیت ۴۴ میں ھی کہ خداوند نے حواریوں سے فرمایا (ضرور ھی کہ سب کچھہ جو موسی کی توریت اور نبیوں اور زبوروں میں میری بابت لکھا ھی پورا ہووے) اس آیت میں مذکور ھی کہ خداوند نے فرمایا کہ توریت اور صحف انبیا اور زبور میں جو میری بابت لکھا ھی پورا ہووے پس اگر وہ کتابیں معتبر اور صحیح نہوتیں اُنپر حوالہ نہوتا ✣

اِنکے سوا اور بھی کتنی آیتیں ہیں جنسے بخوبی روشن ھی کہ خداوند مسیح نے اپنے وقت کی مروج و متداول کتاب مقدس عہد عتیق کو معتبر و صحیح

ماناکہ الفاظِ کتاب وشریعت وکلامِ خدا وتوریتِ موسیٰ ونبیوں کی کتاب اور زبور اور سب نبی اور توریت وغیرہ سے مراد توراۃ ہی اُن سب کو خداوند نے کلام اللہ کہا اور اُنکے پڑھنے اور ماننے کا حکم دیا اور اُنپر حوالہ فرمایا ❊

پس اِن سب بیانوں سے صاف ظاہر ہی کہ خداوند مسیح کے زمانہ تک تمام وکمال کتاب مقدّس صحیح واصلی ومعتبر ومستند تھی اور بعد خداوند کے کتاب مذکور تمام جماعتہاے کثیر کے ایماندارانِ مسیحی کے پاس موجود اور رایج ومشہور رہی ہیں اور اِسیطور یہودیوں میں بھی متواتر سلف سے خلف تک مروّج ہی اور اسکے سوا اُسکا ترجمہ یونانی مذکور بھی جابجا رایج اور متداول اور مشہور ومعروف رہا ہی جسکی نقلیں بھی بکثرت موجود ہیں زمانہ قدیم کی اور حال کی بھی اور سامریوں میں توریت کی پانچوں کتاب بھی اُسی طور اُس قوم میں جاری وساری اور پھر اُن سب نسخوں اور ترجموں کی نقلیں پرانی اور نئی ہدایات وتعلیمات واصولِ ایمانیہ وارکانِ دین واخبار وقصص وغیرہ جملہ مقاصد ومطالب میں موافق ومطابق ہمدگر ہیں لہذا دلیل کامل ہی کہ کتابِ مقدس عہد عتیق اب تین ہزار برس کے بعد بھی اصلی اور صحیح اور معتبر ومستند ہی ❊

اب باقی رہا کتاب مقدس کا حصہ دوم یعنی عہد جدید جسکو عموماً انجیل بھی کہتے ہیں ❊

پس واضح ہو کہ عہد جدید میں ستائیس صحیفے ہیں جن میں سے چار اوّل صحیفے انجیل کہلاتے ہیں جن میں خداوند مسیح کے قالب انسانی میں ظاہر ہونے سے عروج سما تک کا حال لکھا ہی اور اُسکے بعد کتاب اعمال الرسل ہی جسمیں خداوند کے جی اُٹھنے اور آسمان پر تشریف لیجانے کے بعد کلیسیا یعنی جماعت ایمانداران مسیحی کا حال مندرج ہی اُسکے بعد اکیس نامے ہیں جو حواریوں نے اپنے وقت جماعتوں اور شاگردوں کے نام بشرح عقائد و مطالب اصول ایمانیہ و ارکان دین و ہدایات و تعلیمات ارقام کیے ہیں۔ اُنکے بعد کتاب مکاشفات ہی جس میں حالات جماعت ایمانداران زمانہ حواریوں سے تا قیام قیامت بطور پیشخبری خداے تعالی نے ظاہر فرمائے ہیں +

پس صحف مذکورہ کے اعتبار و اعتماد اور اُنکی صحت و اصلیت کے بیان میں دو امر قابل دریافت ہیں +

اوّل یہہ کہ یہی صحیفے حواریوں یعنی خداوند مسیح کے برگزیدہ شاگردوں مریدوں اور خداے تعالی کے رسولوں کے عہد سے اب تک متواتر جاری اور رائج رہے ہیں یعنی جتنے صحیفے اب ہمارے مجموعہ میں شامل ہیں وہ ابتدا سے برابر مقبول اور کلام اللہ مانے گئے ہیں +

دوم یہہ کہ یہہ سب صحیفے بلا تحریف و تبدیل صحیح اور اصلی ہیں +

امر اوّل اس بیان میں کہ یہی ۲۷ صحیفے جو بالفعل کے مجموعۂ عہد جدید میں شامل ہیں عہد حواریوں سے مقبول و معتبر و مستند ہیں

واضح ہو کہ ان صحیفوں کے لکھنے والے یعنی متی و مرقس و لوقا و یوحنا و پولوس و یعقوب و یہودا و پطرس اپنی کتابوں اور ناموں میں اپنے وقت کے حالات بیان کرنے کا دعوی کرتے ہیں پس اگر فی الواقع ایسا نہوتا یعنی اگر صحف مذکورہ کے نویسندہ پچھلے زمانہ کا حال گذرا ہوا لکھتے اور انکا دعوی صحیح نہوتا تو ضرور بہت سے لوگ ان لکھنے والوں کی تکذیب کرتے لیکن کوئی ایسی تحریر نہیں ❊

لیکن تاہم ضرور ہے کہ دریافت کیا جاوے کہ فی الواقع یہہ کتابیں اور نامے انھیں شخصوں نے لکھیں جنکی طرف منسوب ہیں جو فی الحقیقت اپنے ہی وقت کا حال لکھتے ہیں یا نہیں ❊

پس معلوم ہو کہ آج کے روز سے لیکر رسولوں ممدوح کے عہد تک معتبر تصنیفات میں صحف مذکور کی شہادت کامل کا سلسلہ متواتر ملتا ہے جس سے یقین

کامل حاصل ہوتا ہی کہ جو صحیفے اندنوں عہد جدید کے مجموعہ میں مجلد ہیں یہی
بجنسه اب سے حواریوں کے زمانہ تک ہر وقت برابر مسیحیوں میں جاری و رائج
و مشہور و معروف و معتبر و مستند کلام اللہ مانے گئے ہیں ؛

سنه ۱۴۶۲ع میں چھاپے کا فن دریافت ہوا اسکے تھوڑے ہی عرصہ کے
بعد صحف مذکورہ مطبوع ہوئے ۔ اسوقت سے لیکر آج تک کہ سنه ۱۸۶۷ع ہی
ہزاروں کتابیں اور رسالے اور خطوط وغیرہ تحریرات ان صحیفوں کے اعتماد و
اعتبار کی شہادت اور تصدیق میں باہمدگر ایسے موافق و مطابق باہمدگر ہیں
کہ اس سوا چار سو برس کی نسبت کسی کو بھی شک و شبہہ نہیں ہو سکتا ہی
بلکہ کامل یقین ہی کہ جو صحیفے ان دنوں جاری ہیں یہی سب سنه ۱۴۰۰ عیسوی
تک متواتر تھے ؛

علی ہذا القیاس سنه ۴۰۰ع سے لیکر سنه ۱۴۰۰ع تک یعنی ایک ہزار برس کا
حال بھی اسی قبیل سے قابل اطمینان کے ہی ؛

سنه ۴۰۰ع سے سنه ۱۴۰۰ع تک مشرقی و مغربی ملک کے ملک میں مسیحی مذہب
بکثرت و شدت پھیل گیا تھا اور اکثر علما و فضلا اور صاحب تصانیف لوگ مشرف
بایمان مسیحی ہوئے تھے اس باعث سے عہد جدید کے صحیفوں پر بیشمار گواہیاں
ملتی ہیں جنکا یہی خلاصہ نکلتا ہی کہ صحف مذکورہ صحیح و معتبر و مستند و معتمد ہیں اور

یہہ کہ وہ بلاشبہہ انھیں حواریوں کی تصنیف ہیں جنکی طرف منسوب ہیں ❊

اب باقی رہا حال اُن چار صدی کا ۔ تو اول تو یہہ بات قابل لحاظ ہے کہ خداوند مسیح سے چارسو برس پیشتر قدیم رومی سلطنت میں قریب ۳۵ جدے جدے ملکوں کے شامل ہو گئے تھے چنانچہ تمام ملک اطالیہ و پرتگال و جرمنی و ہسپانیہ و ممالک ایشیاے کوچک و مصر و یونان و بعض اقطاع افریقیہ وغیرہ جیسا کہ تواریخ سے مفصل معلوم ہوتا ہے اُن میں سے بہت سے ملک ایسے تھے جو اُس وقت سے پیشتر جدی جدی سلطنتیں اور حکومتیں تھیں اور پھر ۳۲۱ع میں شہنشاہی روم ۱۱۶ جدے جدے صوبوں میں منقسم ہوئی جن میں مختلف زبانیں بولی جاتی تھیں پس ان تمام صوبوں میں مدت سے دین مسیحی جاری و ساری تھا اور ان تمام جماعتوں اور فرقوں کے پاس صحفِ مقدسہ انکی جدی جدی زبانوں میں موجود تھے جنکو وہ کلام اللہ مانتے اور اپنی جماعتوں اور عبادتخانوں میں بھی متواتر پڑھتے اور سناتے تھے اور اپنی جدی جدی فریقوں یا دوسرے بت پرست منکر فرقوں کے اعتراضات کی تردید میں آیات کتب مقدسہ بطور اقتباس اپنی کتب و رسائل و خطوط مباحثہ و مناظرہ میں درج کرتے تھے پس اگر اسوقت سے پیشتر کے نوشتے یا بعد کو موافق و مطابق نہوتے تو ممکن نہتھا کہ اُن مختلف ملکوں اور فرقوں اور زبانوں کے بیشمار کتابوں اور رسالوں اور خطوط

وغیرہ تحریرات کے مطالب و مقاصد و آیات باہمدگر موافق و مطابق و مناسب نہوتے ÷

اگر خیال جاوے کہ شاید اُنھوں نے آپس میں اتفاق کر لیا ہوگا تو اول تو اسقدر صدہا ملکوں اور لاکھوں شہروں اور گانوں کے لاتعد و لاتحصی شخصوں کا اتفاق ممکن نہیں جو باہمدگر نہ ہم فرقہ تھے نہ ہمزبان علاوہ براں اگر اتفاق کرتے بھی تو ضرور باہم مباحثہ و مناظرہ یا مشورت اور صلاح ہوتا ضرور تھا مگر اسکا کہیں بھی نشان نہیں ملتا ہی بلکہ اُسکے خلاف اکثر مصنف اسبات پر متفق ہیں کہ ان نوشتوں کی صحت میں جاے کلام نہیں ہی ÷

الغرض سنہ ۱۰۰ء اور اسکے بعد کی نا محصور تحریرات و تصنیفات کی اتفاق شہادت سے یہی نتیجہ نکلتا ہی کہ بلا شبہہ اُس سے پیشتر بھی وہی صحف معتبر تھے جو اُنکے درمیان ہر ملک اور ہر زبان میں مروج تھے ÷

پھر سنہ ۲۰۰ء سے سنہ ۳۰۰ء یعنی تیسری صدی کی تصنیفات کی گواہیاں بھی کثرت سے ملتی ہیں جنسے دریافت ہوتا ہی کہ اُس صدی میں بھی یہی کتابیں مسیحیوں میں مستعمل تھیں جنکو وہ کلام خدا مانتے اور جانتے تھے چنانچہ اُن تصانیف میں صحف مقدسہ کی فہرست بھی پائی جاتی ہیں — جن تحریرات میں فہرست پائی جاتی ہی وہ سنیں مفصلۂ ذیل کی ہیں سنہ ۲۱۵ء سنہ ۲۳۰ء سنہ ۳۲۴ء

سنہ ۳۷۰ عیسوی وسنہ ۳۷۵ عیسوی وسنہ ۳۸۰ عیسوی وسنہ ۳۹۰ ع
وسنہ ۳۹۲ عیسوی وسنہ ۳۹۴ عیسوی وسنہ ۳۹۷ عیسوی ❊

پھر سنہ ۳۰۰ع سے سنہ ۴۰۰ع تک بہت سی جماعتوں کے بہت سے مصنّف ہیں جنکی تصانیف میں ان صحیفوں کی جدا جدا کتاب اور نامے کی شہادت دیتے ہیں اس طور پر کہ ایک کی تحریر سے دوسرے صحیفہ کی تصدیق کی شہادت ملتی اور دوسری تحریر سے دوسرے صحیفہ کی تصدیق معلوم ہوئی ہی اس نہج ان سب مصنفوں کی شہادتوں کے ملانے سے تمام وکمال صحف مقدسہ کی نسبت گواہی حاصل ہوتی ہی ❊

مگر یاد رہے کہ اگر اس صدی کی ہر ایک تصنیف و تحریر جو خود موجود ہیں یا جنکی بعض عبارات دوسری کتابوں میں مندرج ہیں تمام وکمال صحف مقدسہ کی بابت یکجائی گواہی نہیں اس سے کوئی یہہ نہ سمجھے کہ گویا پوری گواہی نہیں کیونکہ ایک مصنف خاص مدعا سے ایک صحیفہ کا ذکر کرتا ہی دوسرے صحیفوں کو گواہ صحیح اور حق مانتا ہی مگر انکا ذکر اس خاص مطلب یا بیان سے متعلق نہ تھا اور یہہ بھی پیش نہاد خاطر رکھنا چاہیئے کہ ان صدیوں میں تمام صحیفوں کا حال تمام شاگردوں پر ظاہر نہیں ہوا تھا اور انکی پوری تحقیقات نہیں ہوئی تھی کیونکہ تمام صحیفے ایک ہی وقت میں یا ایک ہی مقام پر یا ایک ہی حواری کے ذریعہ نہیں لکھے گئے تھے

بلکہ تخمیناً ساٹھ برس کے عرصے میں اور مختلف شہروں اور ملکوں میں اور آٹھ شخص
کے وسیلے پس جب وہ سبکے سب مرقوم ہو چکے تو بھی فوراً ایک جلد میں مجلد
نہیں ہو گئے ــ بلکہ ابتدا میں تو رسول تمام حالات و تعلیمات زبانی بیان فرماتے
اور لوگوں کو دعوت ایمان کرتے تھے پھر جب اس ذریعہ سے بہتیرے
شہروں میں بہت سے مسیحی ہوئے اور جا بجا جماعتیں قائم ہوئیں تب قریب
سنہ ۵۰ء کے تین انجیل یعنی متی و مرقس و لوقا نے مریدوں کی بخوبی واقفیت
اور یادداشت کے واسطے اپنی اپنی انجیل لکھی اسیطور پولوس نے اُن جماعتوں
کے واسطے جو اُسکی کوشش و محنت سے قائم ہوئیں نامے تعلیم و تلقین ہدایت
کے لکھے پس جو نوشتہ جس جماعت کے واسطے لکھا گیا ابتدا میں صرف وہی اُس
جماعت میں رہا اُسکے بعد دوسری جماعتوں کے شاگردوں نے اُسکی نقل اپنے
واسطے کی اس طور سب نوشتوں کی نقلیں سب جماعتوں کے پاس پہنچیں اور
اُنکے ترجمے بھی جدا جدا زبانوں میں ہوئے ❊

پس اس بات کو کہ تمام صحیفوں کی نقلیں اور ترجمے تمام جماعتوں کے پاس
پہنچیں اور سب کے سب تحقیق کرکے اُنکی صحت کو تسلیم کرلیں ایک عرصہ درکار
ہے خصوصاً اس جہت سے کہ پہلے کی کلیسیا کے لوگ کمال محتاط تھے کہ جبتک
اُنکو یقین کامل نہو جاوے کہ یہہ صحیفہ فلانے حواری کا تحقیقاً ہے تب تک اُسکو

قبول نہ کرتے تھے کیونکہ یہہ جماعتیں الگ الگ ملکوں میں تھیں اور سبھ لوگ بعد از رسولوں
کے اُنکے شاگرد تھے اور پھر وہ وقت بھی نازک تھا کہ اکثر اوقات اپنے
دشمنوں کے ہاتھہ سے تکالیف سخت پاتے تھے لہذا باہم گر ملاقی ہونے کا
موقع بھی بہت نہ ملتا تھا ❊

الغرض وجوہات مذکورہ بالا کے باعث تخمیناً سنہ ۳۰۰ ع تک نہ تو تمام جماعتوں
کو تمام نوشتوں کی اصلیت کا حال معلوم ہو گیا تھا اسی واسطے اُس زمانہ کی جو تصانیف
علما اور دینداروں کی اب تک موجود ہیں یا اُنکی تحریرات دوسری کتابوں میں منقول
ہیں اُن میں علاوہ اُسکے کہ وہ صرف بعض ہی صحیفوں کا ذکر اس باعث سے
کرتے ہیں کہ اُس جگہہ اُنھیں کا ذکر مناسب اور متعلق اُس خاص بیان اور مدعا کے
تھا مگر اُسکے سوا بعض لوگوں کا بعض صحیفوں کا ذکر نہ کرنا اس باعث سے
بھی ضرور ہی کہ اُنکو اُن غیر مذکورہ صحیفوں کا حال معلوم نہ تھا بلکہ بعض سنین مذکورہ کے
بعض مصنفوں نے کسی کسی صحیفے کی نسبت شک بھی کیا اسطور کہ اُسکو اُسکی
صحت کی نسبت یقین کلّی نہیں ہوا تھا اور کاہی تحقیق نہوئی تھی کہ وہ فی الواقع معتبر
اور رسول کا ہی ❊

جیسا کہ آرجن جو سنہ ۲۳۰ ع میں بمدرسہ اسکندریہ مشہور و معروف عالم خوش
اخلاق اور دانشمند مدرس تھا اُسکی تحریر میں چاروں انجیلوں اور اعمال الرسل

اور کتاب مکاشفات کا ذکر ہی اور ناموں سے پطرس و یعقوب و یہودا و پولوس کا ذکر مجموعی لکھا ہی بلا تفصیل تعداد +

اور یوسی بیوس مشہور و معروف اُسقف قیصریہ جو شروع چوتھی صدی میں تھا سب سے پہلے ذکر اناجیل اربعہ کا کرتا ہی پھر کتاب اعمال الرسل کا پھر خطوط پولوس بلا تعین تعداد پھر خط اول یوحنا اور خط پطرس کا کہ یہہ سب اصل اور مقبول عام ماننا چاہیئے مگر مکاشفات یوحنا کی نسبت لکھا ہی کہ شاید مناسب معلوم ہو تو مکاشفات یوحنا رکھنا چاہیئے اور اسپر جو تنقید کیجاتی ہی دوسرے مقام پر بتلائی جاویگی یہہ سب کے سب عام طرح سے مقبول اور صحیح جانے جاتے ہیں +

پھر خط یعقوب و یہودا و خط دوم پطرس اور خط سوم یوحنا کی نسبت لکھا ہی کہ اپر اعتراض کیا جاتا ہی پر باہم مشہور اور اکثروں سے مقبول بھی ہیں چاہے وہ سچ مچ اُن رسولوں کے ہیں یا اُنکے نام سے کسی دوسرے شخص کے ہوں الغرض اُن اوائل صدیوں کی تصانیف کے ملانے سے کامل یقین ہوتا ہی کہ اُن دنوں میں بھی یہی صحیفے تھے جو اِن دنوں مجموعہ میں شامل ہیں +

پھر سنہ ۱۷۰ء سے سنہ ۲۰۰ء تک کے بہت سی تصانیف ہیں جو اُس وقت کے شاگردوں نے بت پرستوں کی حجتوں کی تردید میں لکھیں جو مخالفانہ اُنکے برسر مقابلہ آتے تھے ــ پس طرفین کی کتب و رسائل و خطوط مباحثہ سے جدے

جدید صحیفوں پر گواہی ملتی ہی کہ مسیحی شاگرد اور انکے مخالف اپنی تصانیف میں
ان صحیفوں کا ایسا ذکر کرتے ہیں جس سے دریافت ہوتا ہی کہ یہی صحیفے اُن دنوں
جاری اور مشہور و معروف تھے جو ان دنوں ہمارے مجموعہ میں شامل ہیں +

پھر اسکے سوا ایک اَور گواہی بھی اس عہد کی ہی کہ سنہ ۱۰۰ء یا سنہ ۱۳۰ء میں ایک ترجمہ صحف
عہد جدید کا زبانِ سُریانی میں کیا گیا جو ابتک موجود ہی اُسمیں بھی تمام و کمال یہی صحف مقدسہ ہیں
جو اب موجود ہیں صرف وہی چند خطوط اسمیں شامل نہیں جنکی نسبت یوسیبیوس شک کرتا تھا +
دوسرا ترجمہ زبانِ لاطینی میں سنہ ۱۷۰ء سے پہلے ہوا وہ بھی ہنوز موجود ہی اسمیں صرف دو چھوٹے
خط یعنی نامۂ دوم پطرس اور نامہ یعقوب نہیں باقی سبکے سب یہی صحیفے شامل ہیں جو آج کل ہیں +

پھر سنہ ۱۲۰ء سے سنہ ۱۷۰ء تک کی تصانیف ہر چند کثیر نہیں ہیں بسبب اسکے کہ وہ زمانہ خود حواریوں کا
ہی جس میں خود صحف مقدسہ ہی کے لکھے جانیکا وقت تھا تفاسیر یا کتب مباحثہ وغیرہ
کی حاجت نہ تھی اور کثرت سے دین مسیحی نہ پھیلا تھا اور بہت سی تصانیف تھی علاوہ اسکے
اُس وقت کی تصانیف کا بسبب امتدادِ روزگار کثیر و شدتِ حوادث کے موجود
رہنا بھی متعذر ہی تاہم چار ایسے شخصوں کی تصانیف ہنوز موجود ہیں جو خود
رسولوں کے ہمعصر بلکہ انکے شاگرد تھے یعنی کلیمنز نامی شہر روم کے اسقف
کا ایک خط بنام جماعت قرنتیان +
[۲] اگناتیوس شہر انطاکیہ کے اسقف کے کئی نامے — [۳] پالوکارپ

شہر سمرنا ممالک ایشیاء کوچک کے اسقف کا ایک خط بنام جماعت
شہر فلپی واقع ممالک یونان — برنباس جسکی نسبت بعض کا گمان ہے کہ یہہ وہی
شخص ہے جسکا ذکر کتاب مقدس میں پولوس رسول کے حال میں ہے اور بعضے کہتے
کہ یہہ دوسرا شخص ہے +

الغرض ایسے شخصوں کی تصانیف اب تک موجود ہیں جو ہمعصر بلکہ شاگرد رسولوں
کے تھے جنھوں نے رسولوں کی صحبت پائی اور اُن سے تعلیم بلا واسطہ حاصل
کی اور اُنکی تصانیف سے واقفیت بہم پہنچائی +

اِن بزرگوں کی تصانیف میں جو ہنوز موجود ہیں ایسے مضامین تو نہیں ہیں
جنسے معلوم ہو کہ گویا مطلب اُنکا صحف مقدسہ کی معتبری کا بیان ہے کیونکہ وہ زمانہ
تو خود حواریوں کا تھا بلکہ اُنکے بیان سے ہویدا ہوتا ہے کہ اُنکے نزدیک اِن صحیفوں
کی نسبت کچھہ بھی شک نہ تھا کہ یہہ رسولوں کی تصانیف ہیں اِسیواسطے بزرگان
موصوف اُنکا پورا بیان کر کے ایسا نہیں لکھتے ہیں کہ یہہ صحیفے فی الحقیقت رسولوں
کے ہیں بلکہ اُنکو حقیقی و اصلی و مشہور و معروف جانکر بطور اقتباس اُن میں کے
بعض الفاظ و مطالب مخصوصہ صحف مقدسہ کو اپنے تصانیف میں نقل کرتے اور
اِس یقین سے کہ تمام لوگ اِن تعلیمات کو رسولوں کی ہدایات جانتے ہیں اِسلیئے
اپنے مسیحی بھائیوں کو اُنکے مطابق تعمیل کرنے اور بجالانے کے لیئے ترغیب دیتے

اور تفہیم کرتے ہیں — اس طرح سے ان چار شخصوں کی تصانیف کے ذریعہ عہد جدید کے اکثر صحیفوں پر گواہی ملتی ہے کہ وہ اُن دنوں میں جاری و مشہور اور ایمانداروں میں مروّج تھے اور انکے وہی مطالب و مقاصد تھے جو فی الحال کے صحف مروّجہ میں ہے ۞

غرض اس طور یقین ہوتا ہے کہ جو صحیفے اب عہد جدید میں شامل ہیں یہی بجنسہ حواریوں کے عہد تک متواتر مسیحی ایمانداروں میں جاری اور مروج اور مشہور و معروف تھے — اور اسی ذریعہ سے یقین کلی پیدا ہوتا ہے کہ ان صحیفوں کے لکھنے والے فی الواقع خداوند مسیح کے ہم عہد و ہمعصر تھے ۞

امر دوم اس بیان میں کہ جملہ صحف عہد جدید صحیح اور اصلی بلا تحریف و تبدیل ہیں

اُمید واثق ہے کہ ہر صاحب عقل و انصاف جو بیانِ مذکورہ بالا کو ملاحظہ کریگا اُسکو یقین کامل ہوگا کہ جو ۲۷ صحف مقدسہ بنام نہاد عہد جدید موسوم ہیں وہ بلا شبہ انہیں حواریوں اور شاگردان حواریوں سے لکھے گئے جنکی طرف منسوب ہیں اور یہہ کہ یہی صحیفے بلا ریب ابتدا سے آج تک متواتر و متوالی پشت در پشت مسیحیوں میں مروج اور مقبول اور کلام اللہ مانے گئے ہیں اس لئے کہ حواریوں کے زمانہ سے

جس میں وہ صحیفے مرقوم ہوئے آج تک بیچ کے ہر زمانہ کی شہادت معتبر گواہوں کی متواتر و متسلسل ملتی ہیں کہ یہہ صحیفے ہر عہد میں جاری اور مشہور اور مقبول تھے اور مسیحی اُنکو کلام اللہ جانتے اور مانتے رہتے ہیں ❊

اب یہہ دریافت کرنا اور باقی ہے کہ آیا جو تعلیمات و ہدایات وغیرہ مطالب مقاصد بالفعل کے صحیفوں میں مرقوم ہیں فی الواقع یہہ ٹھیک ہی ہیں جنکو متی و یوحنا و مرقس و لوقا وغیرہ مصنفوں نے ارقام کیا تھا کیونکہ ان صحیفوں کو لکھے ہوئے اب اٹھارہ سو برس گذرے اور رسولوں کی لکھی ہوئی نقل اسقدر عرصہ تک محفوظ و مصئون و موجود رہنا امر بغایت دشوار ہے پس شاید نقل کرنے والوں اور نویسندوں نے سہواً یا عمداً مضامین اصلیہ بدل دیے ہوں اور اس طرح اس وقت کے صحیفوں کے مطالب و مقاصد اور ہی ہو گئے ہوں تو پھر ان نقولِ مروجہ حال پر کیونکر اعتماد و اعتقاد ہو سکتا ہے ❊

پس واضح ہو کہ صحفِ مقدسہ کی صحت اور اصلیت کہ فی الواقع نقولِ حال موافق و مطابق اصل کے ہیں تین جُدے جُدے ذریعوں سے دریافت ہوتی ہے ❊

اوّل یونانی زبان کے قدیم نسخوں کے مقابلہ سے جس میں صحفِ مقدسہ لکھے گئے جو اصلِ زبان اُنکی ہے — یہہ نسخے اب ایک ہزار سے زیادہ ہیں اور وہ نہ صرف ایک زمانہ کے لکھے ہوئے ہیں بلکہ سنہ ۴ع تک بلکہ اُس سے بھی پہلے

کے - اور نہ صرف ایک شہر یا مقام پر سے بلکہ مختلف ملکوں اور شہروں اور قریوں میں پائے گئے چنانچہ اب بھی اُن ملکوں کے کتب خانوں میں موجود و محفوظ ہیں ✣

اور یہہ بھی کہ نسخجات مذکورہ سبکے سب پورے عہد جدید کے سارے صحیفونکو شامل نہیں بلکہ بعضوں میں سب صحیفے ہیں اور بعضوں میں کئی صحیفے اور کئی ایک میں صرف ایک صحیفہ ہی ✣

پس ان سب نسخجات مذکورہ کے مطالب و مقاصد بالکل موافق و مطابق حال کے نسخجات سے ہیں - چنانچہ جو نتیجہ تحقیقات و مقابلہ نسخجاتِ مذکورہ کا ہی اُسکا حال اوپر مسطور ہوا ✣

دوئم قدیمی ترجمات کے مقابلہ سے چنانچہ ایک ترجمہ سریانی جو سنہ ۱۲۰ع میں ہوا اور دوسرا جو اسی زبان میں قریب سنہ ۲۰۰ع کے ہوا ✣

پھر وہ ترجمے جو ملک مصر میں دو تین جدا جدا زبانوں میں تیسری یا چوتھی صدی میں ہوئے ✣

پھر حبشی و ارمنی ترجمات جو پانچویں صدی میں ہوئے ✣

پھر قدیم لاطینی ترجمہ جو سنہ ۱۵۰ع کے قریب ہوا ✣

پھر شمالی و مغربی ملکوں کی کئی ایک زبانوں کے ترجمات جو چوتھی اور

پانچویں صدی میں ہوئے — ان سبھوں کی جدا جدا قدیمی نقلیں موجود ہیں ✢

اور یہہ سب ترجمے بھی اصل مضامین و مطالب و مقاصد میں موافق و مطابق

اُن نسخوں کے ہیں جو اب جاری ہیں ✢

سوم علما و فضلا و مصنفانِ مشاہیر سلف کے بیشمار تصانیف سے یعنی اگر

اُن آیات کو جو اُن دینداروں نے اپنی کتب اور رسائل میں درج کی ہیں بطور

اقتباس کے حال کے صحف کی آیات سے ملاویں تو باہمدگر موافق و مطابق

ہوتی ہیں ✢

اور واضح ہو کہ ایک بار سوال کیا گیا تھا کہ اگر تمام نسخجات عبرانی اور اُنکے

ترجمات نہوں تو کس طور صحفِ عہدِ جدید پا سکتے ہیں ایک عالم متبحر نے بڑی تلاش

کے بعد مقابلہ کرکے جواب دیا کہ بذریعہ اُن آیات کے جو علما اور فضلائے مشہور

و معتبر نے تین سو صدی کے اندر اپنے خطوط و کتب و رسائل میں درج کی ہیں

اور اب تک ہمارے پاس موجود ہیں تمام و کمال تمام آیات مل سکتی ہیں صرف چند

آیت نہیں ملیں ✢

خلاصہ یہہ کہ ان تینوں کامل ذریعوں سے یقین کلی پیدا ہوتا ہی جائے شک

و مقام شبہہ کسی کو باقی نہیں ہی کہ بلا ریب جو صحف مقدسہ بالفعل مسیحیوں میں

جاری ہیں اور جو مطالب و مقاصد ان میں مسطور و مندرج ہیں وہی بجنسہٖ بعینہٖ

ازمنهٔ ماضیه میں هر وقت کے صحیفوں میں تهے ـ لهذا بالیقین معلوم هوتا هی که
جمله صحفِ مقدسه جو بالفعل مسیحیوں مین رائج هیں اصلی اور صحیح بلا تحریف
و تبدیل هیں ✣

تتمه

اې بهائیو آپ صاحبوں کو ان تمام امورات کے ملاحظه سے بخوبی واضح
و آشکار هوگا که تمام و کمال کتابِ مقدس کے جمله صحیفے کیا عهد عتیق کے کیا
عهد جدید کے سب کے سب معتبر و مستند و صحیح و اصلی اهل کتاب میں مروج و متداول
رهے هین هر طرح سے انکی شهادت کامل ملتی هی اور هر گونه انکی صداقت اور معتبری
کا یقین حاصل هوتا هی اور یهه بهی که جسقدر اعتراضات و توهمات که بعض علمای
اهل اسلام نے بادعاے تحریف کئے هیں اول تو اکثر ان میں سے ایسے هیں
جنکو کچهه تعلق کبهی تحریف سے نهیں اور جو اس سے تعلق رکهتے هیں ان سے
هرگز ثبوت تحریف نهیں هی ـ علاوه برآن خود قرآن هی کی تصدیق اور شهادت
کے برخلاف هی جو صاف صاف گواهی دیتا هی که کتابِ مقدس مروجهٔ یهود و
نصاری صحیح و اصلی هی که جو شخص حق پسندی اور عقل و انصاف کے ساتهه قرآن
کو پڑهے اور اسکے تمام مطالب و مقاصد کو جو درباره کتابِ مقدس اور اسکے صحیفون
یا یهود و نصاری کے باب میں وارد هیں ملاحظه کرے اسکو هرگز یهه شبهه نهیں هوسکتا هی

که گویا قرآن کا دعوی هی یا اُس سے یهه مستنبط یا مترشح هی که گویا اهل کتاب نے
کتاب الله کو محرف کر دیا اور بدل ڈالا اور اب کتاب مذکور قابل اعتماد و لائق اعتقاد
نهیں هی۔ اور اگر بالفرض کوئی شخص ان آیات بینات قرآنی کو جو دربارهٔ صحت و اصلیت
و معتبری کتاب مقدس کے هیں جن میں سے بعضی اس خط میں مرقوم هوئیں
قصدًا یا سهوًا پیش نظر نه رکهکر صرف اُنهیں دو چار آیتوں کے ظاهری الفاظ پر نگاه
کر کے کهینچ کهانچ کر اسی بات کو مان لے که قرآن میں اهل کتاب کو تحریف کرنیکا
الزام دیا هی تو اس تهمت کو جهانتک چاهو بڑهاؤ وه صرف بعض یهودیان مدینه کی نسبت
عائد هو سکتی هی مگر وهاں کے باقی یهودیوں کی نسبت جنکی تعریف دینداری و نیکوکاری
کی کی هی اور سبات کی گواهی دی هی که وه خدا کے کلام کو سیدها پڑهتے هیں
اور خدا پر ایمان لاتے هیں اور قیامت کو مانتے اور امر بالمعروف و نهی عن المنکر
کرتے اور نیک کاموں کو دوڑتے هیں اور وه لوگ نیکوکار هیں پس ایسے
یهودیوں کی نسبت تو هرگز خیال میں نهیں آسکتا هی که جنکو قرآن ایسا بتلاوے پهر
اُنهیں کو تحریف کننده کلام الله قرار دے ؛

پهر اگر بفرض محال مانو که سب یهودیان مدینه نے ایسا هی کام کیا تو کیا وهاں
کے نصاری بهی اُنکے ساتهی هو گئے جنکی نسبت تمام قرآن میں تحریف کا ایک
اشاره بهی نهیں هی۔ پهر محال در محال اور خلاف در خلاف فرض کرو که مدینه کے

تمام اہل کتاب باوجود آپس کی مخالفت ومباینت کے اس بے ایمانی کے کام
میں شریک ہو گئے تو کیا تمام جہان کے یہود ونصاری نے بھی انکا ساتھہ دیا
اور تمام دنیا کے صحف مقدسہ محرف ومتغیر ہو کر یکسان کر دیے گئے +
ایسی جھوٹی بات پر کون بھروسا کر سکتا ہی اور کسکا دل ایسے غلط اور ناممکن
امر کو تسلیم کر سکتا ہی +

دوم یہہ کہ علاوہ اسکے جاے غور ومقام فکر ہی کہ اہل کتاب کو تحریف کرنے
سے غرض کیا تھی انکا کونسا مطلب نکلتا تھا اور کیا فائدہ دین یا دنیا کا حاصل
ہوتا تھا +

اگر دینداری کا لحاظ کرو تو ظاہر ہی کہ جو دیندار ہی اور خداے تعالی سے
ڈرتا ہی اس سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہی کہ اسی کے کلام کو جسکو وہ سرچشمہ
ہدایت جانتا اور مانتا ہی بدل ڈالے اور اپنے خداوند خدا کے حکموں کو
مٹا ڈالے اور بدل ڈالے — جسکی رضامندی کا خواہاں اور جویاں ہو اسکے
غضب الہی کو آپ اپنے اوپر بھڑکا دے — خصوصا ایمانداران یہود ونصاری
جنکے پاس کلام اللہ میں اس باب میں سخت تاکید وتہدید کی ہی جیسا کہ توریت
کے صحیفہ پنجم میں ارشاد ہی باب ۴ آیت ۲ تم اس بات میں جو میں کہتا ہوں
نہ کچھہ زیادہ کیجو نہ گھٹائیو تاکہ تم خداوند اپنے خدا کے حکموں کو جو میں نے تم تک پہنچائے

حفظ کر دہ) پھر عہد جدید میں بکتاب مکاشفات فرمایا ھی باب ۲۲ ۱۸ و ۱۹ آیت میں
ہر ایک کو جو اس کتاب کی نبوت کی باتیں سنتا ھی یہہ گواہی دیتا ہوں کہ اگر کوئی
اُن میں کچھہ بڑھاوے تو خدا اُن آفتوں کو جو اس کتاب میں لکھی ہیں اُسپر بڑھاویگا
اور اگر کوئی اس نبوّت کی کتاب کی باتوں میں سے کچھہ نکال ڈالے تو خدا
اُسکا حصّہ کتاب حیات اور شہر مقدس اور اُن باتون سے جو اس کتاب میں
لکھی ہیں نکال ڈالیگا) +

الغرض اہل کتاب کو کوئی غرض دینی نہ تھی کہ کلام اللہ کو جو اُنکے پاس تھا
بدل ڈالتے بلکہ تحریف کرنا بلا اشتبہہ بالکل بے ایمانی اور خدا تعالیٰ کے
قہر و غضب کا باعث تھا +

باقی رہے دنیاوی فائدے جیسا کہ اہل اسلام گمان کرتے ہیں کہ اہل
کتاب نے دنیا کے مارے اپنی کتاب بدل ڈالی چنانچہ شیخ عبد الحق محدث
دہلوی نے مدارج النبوۃ میں لکھا ھی کہ اہل کتاب نے بسبب بغض و عداوت اور
حسد و حب جاہ و عزت کے مقدّس کتاب میں تحریف کی اور اسی طور دوسرے
مسلمانوں نے بھی اسی طور ارقام کیا ھی +

مگر ظاہر ھی کہ کوئی سبب دنیاوی بھی نہیں تھا کہ اہل کتاب کلام خدا کو بدل کر
محمدیوں کے مخالف بنتے اور خلاف قرآن کے صحف مقدسہ بنا لیتے کیونکہ اُسمیں

ایسے کرنے سے اُنکو نہ محمد صاحب نہ اُنکے خلفا اور صحابہ یا دوسرے مسلمان
پادشاہوں اور امیروں کے روپیہ و عزت حاصل ہوسکتی تھی نہ یہہ منظور تھا کہ تحریف
کرنے سے اُنکو مسلمانوں کی مانند دولت و حشمت و ریاست و حکومت و اختیارات
اور خلق اللہ کی لوٹ اور غنیمت ملیگی ـ بلکہ ہر شخص جانتا ہے کہ اگر اہل کتاب محمد صاحب
اور قرآن کو مان لیتے تو اُنکی تالیف قلوب اور ترغیب تو محمد صاحب کو یہانتک
منظور تھی کہ قبل اسکے کہ اُنکے مسلمان ہونے نہونے کا حال بخوبی معلوم ہو اُنکی
قرآن میں جابجا تعریف و توصیف ہوئی اور مکہ چھوڑکر بیت المقدس کی جانب سجدہ
ہونے لگا اور سدل وغیرہ بہت سے دستور و طریق شرعی و غیر شرعی دینی و
دنیوی مسلمانوں پر واجب و فرض و سنت و مستحب کیئے گئے تھے اور اہل کتاب
کو جابجا بڑے بڑے وعدے کثرت سے دنیا اور دین کے بتلائے تھے
پس اگر وہ مسلمان ہوجاتے تو یہہ بیچارے کاہیکو جزیرہ عرب سے جلا
وطن کیئے جاتے اور کیوں جزیے دیتے اور کاہیکو اُنکے ملک تہ تیغ بیدریغ
ہوتے اور اُن بیشمار لوگوں کے خون سے کیوں روے زمین سرخ ہوتا اور
کیوں ہزارہا زن و بچہ اسیر و دستگیر لونڈی غلام بنکر بکتے پھرتے اور تمام شہر و قصبات
و قریات کیوں تباہ و برباد و بیچراغ ہوتے بلکہ ظاہر ہے کہ اگر قرآن و محمد صاحب کو مان لیتے
تو علاوہ اسکے کہ اُن سب آفات و بلیات گوناگوں سے بچ جاتے تو یہہ [illegible]

سے اُنپر آئیں ۔ یہہ بھی ضرور تھا کہ مسلمان ہونے سے اُنکی اس دنیا میں بڑی

عزت و قدر و منزلت ہوتی اور بہت سے دوسرے مسلمانوں سے بڑہ کر دولت

و حشمت و حکومت ہوتی اور متواتر مال و متاعِ غنیمت پاتے اور اُنکے بھی مناقب

و محامد قرآن و احادیث میں مذکور و مسطور ہوتے ٭

پھر اسکے سوا وہ بھی انسان تھے انکو بھی عیش و عشرت اور طرح طرح کی لذائذ

و حظایظ جسمانی نفسانی سے مخلع بالطبع رہنا مسلمانوں کی مانند پسند ہوتا ٭

پس اہلِ کتاب کو کون سے باعث تھے کہ جنکے مارے ان سب دنیاوی

عزت و دولت و حشمت و عیش و طرب و خواہشہاے گوناگوں کو ترک کرتے

جو صرف قرآن و محمد صاحب کے ماننے سے حاصل ہوتی تھی اور انواع و اقسام کی

تکالیف اور تصدیعے جنکے سُننے سے ہوش جاتے ہیں اپنے اوپر گوارا کرتے

اور بے سبب محمد صاحب سے حسد و بغض و عداوت کرکے اپنی کتاب الہٰی کو

بدل ڈالتے ٭

ان باتوں پر جو شخص غور کریگا بلاشبہہ یقین کریگا کہ اہل کتاب کے واسطے

کوئی سبب نہیں تھا کہ اپنی کتابوں کو بدل ڈالتے اور تحریف کرتے ٭

پھر اس سے بھی قطع نظر کرکے یہہ امر بھی قابل لحاظ کے ہے کہ اگر بالفرض

والتقدیر کوئی شخص یا کوئی قوم بلا سبب اور بغیر علت ناحق تحریف و تبدیل کتاب

مقدس کا ارادہ بھی کرتا تاہم اُسکا انجام ہونا محال و ناممکن تھا۔ اِسواسطے
کہ محمد صاحب سے پہلے ہی دینِ مسیحی ممالکِ دور و دراز میں پھیل چکا تھا
چنانچہ ممالک روم و شام و یونان و افریقہ و مصر کے اندر والے سب مسیحی تھے
۔ اِسی طور اطالیہ و فرانس و ہسپانیہ و انگلستان ملکوں کے باشندے اور
ملک جرمن کے اکثر حصّوں کے رہنے والے دینِ مسیحی قبول کر چکے تھے
۔ اِسیطرح عرب و ایران و ہندوستان میں بھی مسیحی لوگ رہتے تھے ٭
پس جو شخص ان ملکوں کی وسعت اور اُنکے شہروں اور آبادی اور اُنکے
باہمدگر فاصلوں سے واقف ہے وہ بخوبی جان سکتا ہے کہ کس طور ممکن تھا
کہ اِن ممالکِ کثیرہ و بعیدہ کے ہزارہا مسیحی ایسی بے ایمانی کی بات میں شریک
ہو کر کلام اللہ کو متفق ہو کر بدل ڈالتے ٭
اور پھر نہ صرف مسیحیوں کے پاس کتاب مقدس رائج و مشہور تھی بلکہ اُس
زمانہ میں بھی یہودی فرقے کے فرقے جا بجا ملکوں میں اُسکا ایک بڑا حصہ یعنی
عہدِ عتیق رکھتے اور تلاوت کرتے اور اسکو کلامِ خدا جانتے اور مانتے
تھے۔ پس کسطور ممکن تھا کہ محمد صاحب کے زمانہ میں یا اُسکے بعد تمام جہان
کے بیشمار یہود و نصاریٰ مشرق سے غرب تک متفق ہو کر کلام اللہ کو بدل ڈالتے اور
قرآن کے مخالف بنا لیتے اور اِس طور اپنی آپ دنیا و عقبیٰ دونوں کو

برباد کرتے ۔ پھر اِسکے سوا یہہ بھی قابل یادداشت ہی کہ محمد صاحب کے
زمانہ میں اور اُسکے بعد بلکہ اُس سے پیشتر سے نہ صرف یہی امور تھے کہ دین
مسیحی بہت سے دور و دراز ملکوں میں جاری تھا جنکی زبانیں بھی جدا جدا تھیں
اور ہر ایک ملک کے لوگ کتاب مقدس اپنی اپنی زبان میں پڑھتے لکھتے اور
عبادتخانوں میں سناتے اور تعلیم و تلقین کرتے تھے بلکہ اُن سب موانع کثیرہ
کے سوا یہہ امر بھی تھا کہ اُس زمانہ میں اور اُس سے پہلے بھی مسیحیوں کے
بھی کئی فرقے تھے جو باہمگر بڑے غیر تمند اور مسائل جزئیہ کے مباحثہ
و مناظرہ میں سرگرم رہتے تھے ۔ پس ممکن نہ تھا کہ اگر ایک فرقہ ایسے بے ایمانی
کا کام کرتا تو اور اپنی کتاب کو بدل ڈالتا تو باقی سب فرقے والے بھی اُنکا ساتھ
دیتے اور ایسے یکدل ہو جاتے بلکہ نہایت ضرور تھا کہ اگر کوئی ایسا کام کرتا
تو دوسرے لوگ اُسکو ظاہر کر دیتے ۔ لیکن آج تک کتاب مقدس کی تحریف
و تبدیل کی نسبت کبھی کچھہ تکرار یا گفتگو نہیں ہوئی ۔

پس ایسا ہی حال سمجھو کہ جیسا اِن دنوں محمدی دین عرب و ایران و مصر
و ہندوستان وغیرہ ملکوں میں جاری ہی اور مسلمانوں کے پاس قرآن ہی اور
مسلمانوں کے فرقے بھی مختلف اور غیر تمند ہیں اگر کسی جگہہ کے لوگ کوئی
فرقہ متفق بھی ہو جاوے اور قرآن کو بدل ڈالے تو ممکن نہیں ہی کہ تمام ملکوں

کہ مسلمان بھی اُسکے ساتھ ہو جاویں اور کُل چھپ سب قرآن محرف ہو جاوین
۔ پس اگر قرآن محرف نہیں ہو سکتا ہی تو کتاب مقدس کا بدل جانا اُس سے
زیادہ تر نا ممکن و محال تھا ۔

پھر علاوہ ان سب باتوں کے جنسے یقین کلّی ہوتا ہی کہ بلا ریب کتاب
مقدس کا بدل جانا اور محرف ہونا محمد صاحب کے زمانہ میں اور اُسکے بعد
نا ممکن و محال قطعی ہی ۔ جب اُن سب پاک نوشتوں کا خیال فرماویں جو زبان
عبرانی و یونانی قدیم زمانہ کی ابتک موجود و برقرار ہیں اور اُنکے سوا اُن ترجمات
قدیم کا جنکے بہت سے نسخجات جابجا رائج ہیں اور اُنکے علاوہ اُن تمام آیات
مقدسہ کا جو اوّل تین صدی عیسوی میں لکھے تصانیف علماء فضلاے مسیحی میں
مندرج ہیں جنسے یقین کامل ہوتا ہی کہ فی الحال جو صحف مقدسہ جاری اور رائج
ہیں یہی بجنسہ و بعینہ زمانہ سابق میں عہد حواریوں تک موافق و مطابق یکدیگر
رہے ہیں ۔ تو پھر کسکے دل میں ایک ادنیٰ وہم خفیف بھی ہو سکتا ہی کہ گویا
کتاب مقدس کبھی بدل گئی ہو اور محمد صاحب کے دشمنوں نے تحریف
کردی ہو ۔

بلکہ اے بھائیو اس باب میں جسقدر تلاش و تحقیقات کرو اور جتنا چاہو
چھان کرو اُسی قدر یقین پر یقین حاصل ہوتا ہی کہ کتاب مقدس کی صحت

و اصلیت پر شک و شبہہ کرنا چاند پر نہیں بلکہ آفتاب پر خاک ڈالنا ھی اور بس ٭

خلاصہ یہہ کہ یہہ دعوی کہ گویا کتاب مقدس محرف ھی اور اُس میں تحریف و تبدیل واقع ہوئی ھی صرف بلا دلیل ہی نہیں بلکہ محض خلاف اور باطل ھی — اور جو شخص قرآن و حدیث کو من جانب اللہ جانتا اور مانتا ھی اسکو لازم نہیں کہ ایسا دعوی جو بالکل خلاف قرآن و حدیث کے اور فی الواقع باطل ھی اپنی زبان سے کہے یا دل میں رکھے — بلکہ حقیقی مسلمان کو واجب و فرض ھی کہ حسبطور وہ شہادت و تصدیق قرآنی سے کتاب مقدس کو خداے حی القیوم کا برحق کلام مانتا ھی اُسی طور یہہ بھی یقین کرے کہ بلاریب کتاب موصوف اصلی اور صحیح ھی — اور جو اس کتاب کو محرف کہتا ھی وہ دائرۂ اسلام سے خارج ھی کہ (اِنَّ الَّذِینَ کَفَرُوا بِآیَاتِ اللّٰہِ لَهُم عَذَابٌ اَلِیمٌ) و (مَن یَّکفُر بِاللّٰہِ وَمَلَائِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالیَومِ الاٰخِرِ فَقَد ضَلَّ ضَلَالًا بَعِیدًا) ٭

الغرض اے بھائیو اور منصفو دعوی تحریف تو بالکل غلط نکلا اور مطلق باطل ھی بلکہ بلاشبہہ جس کتاب کی قرآن میں جابجا تصدیق کی ھی اور جگہہ جگہہ شہادت دی ھی کہ کلام اللہ ھی وہ تو یہی ھی جو اب بھی رائج و مشہور و معروف ھی — لیکن قرآن و اعتقاد ادھر تو اُسکو سچا اور برحق خداے حی القیوم و اصدق الصادقین و عالم الغیب والشہادۃ و منزہ عن السہو و النسیان کا کلام بتلاتے ہیں اور اُدھر اُسی کے

مطالب و مقاصد کے خلاف بتلاتے و سکھاتے ہین پس قرآن و حدیث خدا کی طرف سے کیونکر ہو سکتے ہیں ❊

پس دوسرا دعوی نسخ ہی جو اہل اسلام بیان کیا کرتے ہین کہ قرآن کے باعث کتاب مقدس منسوخ و رد ہو گئی جیسا کہ سعدی نے محمد صاحب کی تعریف مین لکھا ہی ❊

یتیمی کہ نا کردہ قرآن درست | کتب خانۂ چند ملت بشست
نہ از لات و عزی بر آورد گرد | کہ توریت و انجیل منسوخ کرد

یعنی محمد صاحب ایسے یتیم تھے کہ ہنوز قرآن پورا بھی نہ کیا تھا کہ انھون نے کتنے مذہبوں کی کتابوں کو دھو ڈالا — نہ صرف لات و عزی بتوں کو خاک میں ملا دیا بلکہ توریت و انجیل کو بھی منسوخ کر دیا ❊

پس مناسب ہی کہ دیکھا جاوے کہ اس تاویل سے بھی قرآن و حدیث منجانب اللہ متصور ہو سکتے ہیں اور وہ اختلافات جو مطالب قرآن و حدیث کو کتاب مقدس کے ساتھ ہیں جن میں سے کئی ایک اس خط کے آغاز مین مسطور ہوئے پس اگر یہہ بات مان لیں کہ کتاب مقدس کو خدا نے منسوخ کر دیا ہی اور قرآن و حدیث اسکے ناسخ ہیں تو اس تاویل سے وہ اختلافات رفع ہو سکتے ہیں یا نہیں ❊

پس ای عزیزو و دوستو ہرگاہ اس دعوے کا حال بھی ہین آپ صاحبوں

سے اُمید رکھتا ہوں کہ دل لگا کر اوّل سے آخر تک بغور و تامل اور سیدھے
اور سچے دل اور راستی پسندی کی پاک نیت سے مطالعہ فرمائیں
اور خدائے تعالیٰ سے دعائے ہدایت کریں تاکہ جو امر راست و حق ہو
آپ پر روشن ہووے ۔ آمین ❊

تحقیقات دوم دعوی نسخ کتاب مقدس

واضح ہو کہ جیسا اوپر گذرا کہ جب برادران اہل اسلام کو قرآن و حدیث اور کتاب مقدس کا مقابلہ کرکے کہا جاتا ہی کہ آپ ازراہ انصاف و حق جوئی ملاحظہ فرمایئے کہ باوجودیکہ قرآن و احادیث محمدیہ میں جابجا کتاب مقدس کو کلام اللہ کہا اور اُسکی صداقت اور راستی کی جگہہ جگہہ شہادت کامل دی ہی اور اُسکو دین و ایمان میں اکمل اور تعلیمات و ہدایات میں احسن و اجمع و اتم ظاہر کیا ہی مگر با این ہمہ وہی قرآن و حدیث اُسی کتاب اللہ کے ایمانیات و ہدایات و تعلیمات و اخبارات وغیرہ کو اصولاً و فروعاً باطل بتلاتے اور اُسکے مخالف اور مبائن سکھاتے ہین فکیف التوفیق ؞

تو اُسکے جواب میں اہل اسلام یا تو دعوی تحریف کتاب مقدس کا درمیان میں لاتے ہیں جو باصلہ و فرعہ محض باطل و عاطل ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا نہیں تو ایسا تو ہر شخص بلا تامل ضرور ہی کہہ بیٹھتا ہی کہ کتاب موصوف منسوخ ہی اُس سے اب کیا سروکار ہی وہ تو مثل تقویم پارینہ ہی — قرآن کا اُس سے کیا مقابلہ ہی کتاب مقدس تو امم سابقہ کے واسطے تھی اب بیصرف ہی اب اس آخر الزمان کے واسطے قرآن نازل ہوا ہی جو تا قیام قیامت جاری رہیگا ؞

ہر چند اس مقام پر اسیقدر کافی ہووانی تھا کہ آپ صاحبوں پر ظاہر کیا جاتا کہ اس عذر سے بھی وہ مخالفت اور مباینت جو قرآن و حدیث کو کتاب مقدس کے ساتھہ ہی ہرگز رفع نہیں ہوسکتی ہی جسکی چند مثالیں اوائل نیاز نامہ ہذا میں مسطور ہوئیں کیونکہ اظہر من الشمس ہی کہ یہہ ہرگز قرین قیاس نہیں ہی بلکہ ناممکن و محال ہی اور خلاف شان خدای اصدق الصادقین ہی کہ وہ کتاب مقدس میں تو تعلیم توحید فی التثلیث و تثلیث فی التوحید کی دیوے اور پھر وہی قرآن میں اس تعلیم کو کفر ٹھہراوے ــ اور ایک عرصہ تک تو وہ صاف صاف الوہیت و ابنیت خداوند مسیح کی بوساطت اپنے انبیا اور رسولوں کے سکھاوے اور اسکی منادی کراوے اور پھر وہی آخر زمانہ میں لوگوں کو بتلاوے کہ یہہ کلمہ کفر اور بے ایمانی کا ہی ــ اور مدت مدید تک تو ایسا فرماوے کہ بایمان خداوند مسیح انسان کی نجات ہوسکتی ہی اور کوئی صورت آمرزش کی نہیں ہی پھر بعد اسکے منسوخ کرکے اور کئی راہیں مغفرت اور بخشایش کی بتلاوے ــ اور امم ماضیہ کو سچائی اور راستی پر ثابت و قائم رہنے کو تاکید و تہدید کرے پھر اسکو منسوخ کرکے امت آخرالزمان کو جھوٹ بولنے کی اجازت دیوے یا حکم فرماوے وغیرہ ــ بلکہ نہایت واضح و بغایت لائح ہی کہ خدای تعالی ان باتوں سے منزہ و مبرا ہی لہذا اگر کتاب مقدس کلام اللہ ہی تو بلا ریب قرآن و حدیث من جانب اللہ نہیں ہوسکتے ہیں *

لیکن ازانجا کہ دعوی نسخ کتاب مقدس مسلمان بھائیوں میں بہت مشہور ہی اور

چند علماے محمدی نے اِسباب میں چند کتب اور رسالے لکھے اور کچھ کا کچھ بیان کیا
اس لیئے بپاسِ خاطر آپ صاحبوں کے اسکو کچھ تفصیل و تکریر بیان کیا جاتا ہی کہ آپ کو
معلوم ہووے کہ دعوای مذکور بھی محض بے اصل ہی ❊

پس واضح ہو کہ اس مقدمہ میں امور تنقیح طلب چھہ ہیں — امر اول یہہ کہ نسخ کے
کیا معنی ہیں اور نسخ کتاب مقدس سے کیا مراد ہی — امر دوم یہہ کہ قرآن میں کہیں
لکھا ہی کہ کتاب مقدس منسوخ ہی - کسی آیت محکم یا متشابہ میں مذکور ہوا یا کسی جگہہ
سے مستنبط ہی — امر سوم یہہ کہ حدیث میں کہیں اسکا ذکر ہی یا نہیں — امر چہارم یہہ کہ
اجماع امت سے کتاب اللہ منسوخ ہو سکتی ہی یا نہیں — امر پنجم یہہ کہ بموجب اُن
اصول و قواعد نسخ کے جو مجتہدین و مفسرین اہل اسلام نے لکھے ہیں کتاب مقدس
کا منسوخ ہونا قیاسی ہی یا خلاف — امر ششم یہہ کہ اگر قرآن کتاب مقدس کو منسوخ
کرنے کا دعوی نہیں کرتا ہی تو باوجود اقرار کاملیت و جامعیت کتاب مقدس کے
اپنے نازل ہونے کا کوئی مطلب اور مدعا بتلاتا ہی یا نہیں ❊

امر ہفتم یہہ کہ انجیل سے توریت منسوخ ہوئی یا نہیں اور اگر ہوئی تو توپھر قرآن سے
انجیل کیوں منسوخ نہیں ہو سکتی ہی ❊

امر اوّل اس تنقیح میں کہ نسخ کے معنی کیا ہیں اور نسخ کتاب مقدّس سے کیا مراد ہے

نسخ کے معنی منع کرنا زائل کرنا بدلنا باطل کرنا - قاموس میں ہے - (نسخه کمنعه وازاله وغیره وابطله) پس نسخ کتاب مقدس سے مراد یہہ ہوئی کہ گویا وہ قرآن کے سبب ممنوع التلاوۃ والتعمیل اور باطل ہوگئی ÷

اور اسی مدعا سے اہل اسلام کتاب مقدس کو منسوخ مانتے ہیں کہ نہ کتاب موصوف کو پڑھتے نہ اسکو اپنے پاس رکھتے نہ اُس میں سے کسی وعظ یا نصیحت کی تعلیم وتلقین کرتے نہ اسکی کسی بات کو سند جانتے ہیں - غرض کتاب اللہ موصوف کو مثل کتب ہنود یا مجوس وغیرہ کے بیکار اور بیصرف محض جانتے ہیں اور اِس سے غایت درجہ کی غیریت اور تعصب رکھتے ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ ہنود و مجوس وغیرہ کی کتابوں کو من جانب اللہ نہیں کہتے ہیں اور کتاب مقدّس کو کلام اللہ مانتے ہیں - چنانچہ کتب عقائد میں لکھتے ہیں (اجمعنا جمیعاً ان قراۃ الکتب الماضیۃ وکتابتها منسوخۃ بقراۃ القرآن ونزوله) یعنی ہم سبنے اتفاق کرلیا ہے اِس بات پر کہ پچھلی کتابوں کا پڑھنا اور اُسکا لکھنا قرآن کی قرأت اور نازل ہونے کے باعث منسوخ ہے ÷

امر دوم اس تنقیح مین کہ آیا قرآن مین کہین کہا ہی کہ کتاب مقدس منسوخ ہی کسی آیت محکم یا متشابہ مین کور ہو یا کسی جگہہ سے مستنبط ہی

تمام قرآن میں ایک آیت بھی نہیں نہ ایک لفظ جس سے معلوم ہو یا تشریح ہو کہ گویا قرآن ناسخ کتاب مقدس کا ہی یا اوسکی تلاوت یا کتابت کو منسوخ یا ممنوع بتلایا ہو۔ کہیں ادنی اشارہ یا کنایہ بھی نہیں ہی۔

بلکہ جب کوئی قرآن کی اُن آیتوں کو ملاحظہ کرے اور بغور و تامل سوچے جنمیں اہل کتاب کو بتاکید و تہدید حکم کیا ہی کہ کتاب اللہ موصوف کی ہدایات و تعلیمات و احکام کی تعمیل اور اتباع بدل کریں یا جنمیں مسلمانوں پر فرض ٹھہرایا ہی کہ اُسپر ایمان لاویں بلکہ خود محمد صاحب کو حکم دیا ہی کہ اُسپر ایمان لاویں اور اُسکی ہدایت کی تقلید کریں۔ تو ہرگز باور نہوگا کہ گویا اُن آیتوں کے قائل کا ارادہ پایا جاتا ہی یا اُسکی نیت تھی کہ اُس کتاب کو منسوخ اور رد کرے یا اُسکے پڑھنے یا لکھنے کو منع کرے بلکہ صاف صاف الفاظ اور عبارت کلام سے ظاہر ہی کہ وہ کتاب ہرگز قابل منسوخی نہیں بلکہ علم الہی کی تحصیل اور ہدایت یابی اور خدا پرستی کے واسطے کامل اور ضرور ہی۔

کتاب مقدس کو منسوخ بتانا اور یا اسکا قرآن سے فرمان ہونا

چنانچہ آیات مذکورہ میں سے بعض بیان ازین مسطور ہوئیں جن میں کتاب مقدس اور اُسکے صحیفوں کی نسبت شہادت کامل دی ہی کہ وہ امام اور رحمت ہی۔ کتاب واضح اور صاف اور روشن ۔ ہدایت اور یاد دلانے والی ہی صاحبان عقل کو ۔ اور جو نیک بات ہی اُسمیں کامل ہی ۔ ہر چیز کی اُس میں تفصیل ہی ہدایت اور رحمت ہی تاکہ لوگ اپنے پروردگار کے ملاقی ہونے پر ایمان لاویں ۔ بصیرت اور روشنضمیری آدمزاد کو بخشتی ہی ۔ فرقان ہی ۔ اُجالا اور نصیحت ہی خداپرستوں کے واسطے ۔ الغرض بہمہ جہت و من کل الوجوہ خداپرستی و دینداری و ایمانداری اور ہدایت میں کامل اور جامع ہی ÷

پھر توریت اور انجیل کی پیروی اور اُسکی ہدایت اور احکام کی تعمیل ول سے کرنے کو یہود و نصاری کو ترغیب دی ہی بلکہ نہایت تاکید و تہدید کی ہی کہ اگر اُسپر عمل نہ کریں تو اُنکا دین ناقص اور ناکارہ ہی ÷

پھر مسلمانوں پر سخت تاکید کی ہی کہ کتاب مقدس تمام و کمال پر ایمان لاویں اور جو ایمان لاوے اُسکو رحمت الہی اور بڑی جزا کا وعدہ دیا ہی اور اگر کوئی مسلمان ایک حصہ پر بھی ایمان نہ لاوے تو وہ کافر ہی اور مستحق سزاے شدید ہی ÷

پھر خود محمد صاحب کو حکم ہوا ہی کہ کتاب موصوف پر ایمان لاویں اور اُسکی ہدایت کی پیروی کریں وغیرہ ÷

اب صاحبو آپ ہی اپنے دل مین انصاف کرو کہ قرآن تو کتابِ مقدس کی نسبت ایسا کچھ کہتا ھی کیا اِس سے آپ کے خیال مین آسکتا ھی کہ ایسی کتاب منسوخ ہوسکتی ھی — جسکو قرآن خدا پرستی اور دینداری مین کامل اور جامع بتلاوے اُسکو وہ آپ ہی رد کرے اور کہے کہ مت پڑھو مت لکھو — کیا جسپر عمل کرنا یہود اور نصاریٰ کو قرآن فرض ٹھہراوے اور اگر عمل نہ کریں تو اُنکی دینداری کو ناقص اور ناکارہ بتاوے اُسی کی تعمیل یوں ہو کہ اُسکا ماننا اور عمل کرنا منع ھی — کیا ہوسکتا ھی کہ جس حالت مین قرآن مسلمانوں اور محمد صاحب کو حکم دیتا ھی کہ اُسپر ایمان لاؤ تو اُسکے یہہ معنی ہین کہ اتنا جان لو کہ کتاب مقدس کلام اللہ ھی مگر اُسکا پڑھنا لکھنا اور تعلیم پانا درست ھی — کیا جسکی پیروی محمد صاحب پر تو فرض ہوئی تاکہ اُس سے ہدایت پاوین لیکن محمدی اُسکو پڑھین یا لکھین تو ناجائز و ناروا ھی ؞

بلکہ صاف صاف ظاہر ھی کہ کتابِ مقدس کو منسوخ کہنا اور اُسکی تلاوت اور کتابت کو منع کرنا خلافِ حکمِ قرآن کے ھی اور بالکل ناروا ھی ؞

امر سوم اس تنقیح مین کہ حدیث مین ذکر نسخ کتاب مقدس ھی یا نہین

کتب احادیث مین بھی ایک حدیث نہین ھی جس مین کہا ہو کہ کتاب مقدس

منسوخ ہی یا اُسکی تلاوت یا کتابت منع ہی۔ مگر بعضے مولویصاحب لوگوں کے
سامنے اُس حدیث کو بیان کیا کرتے ہیں جو مشکوۃ میں دارمی سے بروایت
جابر منقول ہی جس میں مذکور ہی کہ محمد صاحب نے عمر کو توریت پڑھنے سے منع
کیا تھا اور غضبناک ہوئے۔ جو بیان تحریف میں سابق ازیں خط ہذا میں
بھی منقول ہوئی ہے ❊

لیکن واضح ہو کہ اول تو قرآن کے مقابلہ میں حدیث کا اعتبار نہیں ہی۔
کئی وجہ سے۔ منجملہ اُنکے ایک یہہ کہ خود حدیث ہی میں منقول ہی مشکوۃ
میں دار قطنی سے بروایت جابر کہ محمد صاحب نے کہا (کلامی لاینسخ کلام الله)
یعنی میرا قول خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کر سکتا ہی۔ لہذا حدیث مذکور کو محمد صاحب
ہی نے کیوں نہ کہی ہو اور فی الواقع انھوں نے عمر کو توریت پڑھنے کو منع کیا
ہو تو بھی اس سے نہ کتاب مقدس جو کلام الله ہی منسوخ ہو سکتی ہی اور نہ قرآن
کی وہ نصوص صریحہ منسوخ ہو سکتی ہیں جن میں صاف صاف کہا ہی کہ کتاب
مقدس دین و ایمان میں کامل و جامع ہی اور جن میں آدمیوں کو اُسپر ایمان لانیکے
واسطے بلایا ہی اور اہل کتاب کو اُسپر عمل کرنے کو حکم تاکیدی دئے ہیں اور
مسلمانوں کو اُسپر ایمان لانا فرض ٹھہرایا اور خود محمد صاحب کو اُسپر ایمان لانا بلکہ
اُسکی پیروی کو حکم کیا ہی ❊

دوم۲ یہہ کہ احادیث کی صحت میں بہت کچھہ کلام ہی ۔ علاوہ بر آں یہہ حدیث
مذکور دارمی کی کتاب کی ہی جسکو اکثر نے صحاح میں شامل نہیں کیا ہی ؛

سوم۳ یہہ کہ بخاری میں جو اصح الکتاب بعد قرآن سمجھی جاتی ہی بروایت عبد اللہ
ابن عمر لکھا ہی کہ محمد صاحب نے کہا (بلغوا عنی ولو آیۃ وحدثوا عن بنی اسرائیل
ولا حرج) یعنی پہنچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک آیت ہو اور بیان کرو بنی اسرائیل
کی طرف سے اور کچھہ مضائقہ نہیں ۔ قرمی شارح بخاری لکھتا ہی کہ حدیث
قصہ عمر کی جس میں ممانعت کی تھی کہ توریت نہ پڑھو اس حدیث سے منسوخ ہی
اسواسطے کہ وہ ممانعت اوائل اسلام میں تھی اور ایسا ہی عبد اللہ ابن عمر بیضاوی
نے شرح مصابیح میں لکھا ہی ؛

الغرض نسخ کتاب مقدس حدیث سے بھی ثابت نہیں ہی بلکہ اجازت دی
ہی کہ بنی اسرائیل کیطرف سے بھی تعلیم کرنا روا ہی ؛

امر چہارم یہہ کہ اجماع امت سے کتاب اللہ منسوخ ہو سکتی ہی یا نہیں

اجماع امت سے کتاب اللہ منسوخ نہیں ہو سکتی ہی

معلوم ہوتا ہی کہ مسلمانوں نے جب کتاب مقدس کو پڑھا اور مقابلہ کیا تو
دیکھا کہ کسی طور ممکن نہیں کہ قرآن کی اُسکے ساتھہ مطابقت اور موافقت ہو سکے

تو اِس بات کو غنیمت جانا کہ اُسکو منسوخ کہکر اپنا پیچھا چھوڑا دیں – فقہا کو قرآن و حدیث میں بھی گنجایش نہ ملی کہ کسی آیت یا حدیث کو پیش کرتے جس سے کتاب موصوف کا نسخ ثابت کرتے اِس لیئے یہی لکھنا مناسب جانا کہ اُسکی منسوخیت پر اجماع اُمت ہوگیا ہی چنانچہ اوپر مذکور ہوا کہ لکھتے ہیں (اجمعنا جمیعًا اَنَّ قراۃ الکتب الماضیۃ وکتابتہا منسوخۃ بقراۃ القرآن ونزولہا ٭

مگر اِس جگہہ ضرور نہیں کہ میں بیان کروں کہ آیا مسلمانوں کے اکٹھے ہوکر کسی امر دین کو مان لینے سے وہ بات حق ٹھہرتی ہی یا نہیں یعنی کہ اجماع امت اصول دین سے ہی یا نہیں اور نہ اس امر کا بیان ضرور ہی کہ اگر اجماع امت اصول دین سے ہی تو کن لوگوں کا اور کتنوں کا اتفاق کرنا معتبر ہوسکتا ہی اور نہ اِسکو پیش کرتا ہوں کہ اس خاص مسئلہ نسخ میں اجماع ہوا یا نہیں سبکا اسپر اتفاق ہوا یا بعض کا وغیرہ – بلکہ صرف دو بات کا ظاہر کرنا ہی مناسب ہی جنسے قطعی ہی کہ اگر بالفرض تمام اُمت محمدیہ کا اتفاق ہوا تو بھی نادرست ہی ٭

اوّل یہہ کہ اجماع بموجب اصول فقہ کے اُسوقت معتبر ہوسکتا ہی کہ خلاف کلام اللہ نہو پس درحالیکہ خداے تعالی اپنے کتاب مقدس واسطے ہدایت خلق اللہ کے عطا فرمائی اور یہہ لوگ اُسکے مانع ہوکر لوگوں کو ہدایت پانے سے منع کرنا چاہتے اور جسکو قرآن جو بموجب اُنکے عقائد کے کلام اللہ ہی حکم دیتا ہی کہ کتاب موصوف نبی

آدم سے کے واسطے ہدایت اور خدا کی رحمت اور آدمزاد کے لیئے رہنما اور حق و باطل
کی بتلانے والی ہی اور جا بجا جسپر عمل کرنے اور ایمان لانے کو تاکید و تہدید
کرتا ہی اُسکو یہہ لوگ منع کرتے اور رد کرتے ہیں پس عدالت سے خالی اور تعصب
سے پُر ہو کر قابل اجماع نہیں اور اُنکا اتفاق بالکل نادرست ہی ✠

دوم یہہ کہ اجماع کے واسطے داعی کا ہونا ضرور ہی اور وہ خبر آحاد یا قیاس ہوتے
ہیں سو نہ کوئی حدیث ہی احاد بھی نہیں ضعیف تک نہیں اور نہ قیاس مقتضی ہی
جیساکہ ہر کس و ناکس جان سکتا ہی اور آیندہ مذکور بھی ہوگا ـ پس خواہ اجماع ہوا
یا نہوا دونوں حالتوں میں یہہ قول کسی کا معتبر نہیں ہو سکتا ہی کہ قرآن کے مخالف
اور کلام اللہ کے برعکس کہے کہ کتاب مقدس منسوخ ہی ✠

امر پنجم اس تفسیح میں کہ بموجب اُن اصول و قواعد نسخ کے جو مجتہدین و مفسرین اہل اسلام نے لکھے ہیں کتاب مقدس کا منسوخ ہونا قیاسی ہی یا خلاف

جملہ اہل اسلام معترف ہیں کہ قرآن میں بعض آیات ناسخ ہیں جنسے دوسری
آیتیں منسوخ ہیں اور ایسا ہی کچھہ احادیث کے باب میں بھی معتقد ہیں اور خود

قرآن میں بھی مذکور ہے کہ (ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا) یعنی جس آیت کو ہم منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں اُس سے بہتر یا اُسکی مانند لاتے ہیں — الغرض اہل اسلام کے عقاید میں سے ہے کہ خدا تعالی کے کلام میں ناسخ و منسوخ آیات ہوتی ہیں ❊

پس گو قرآن و حدیث میں ایک جگہہ بھی ایسا نہیں کہا ہے کہ قرآن کے باعث کتاب مقدس منسوخ ہو گئی یا اُسکا پڑھنا لکھنا اور اُس سے ہدایت پانا اور اُسکے بموجب تعلیم و تلقین و وعظ و نصیحت کرنا ممنوع ہے بلکہ اُسکے خلاف صاف صاف احکام موجود ہیں جیسا کہ اوپر گذرے — لیکن مناسب ہے کہ دیکھا جاوے کہ علماے اہل اسلام و مجتہدین و مفسرین نے دربارۂ نسخ آیات قرآن و احادیث محمدی کیا کیا شرائط و ضوابط مقرر کیے اور لکھے ہیں تاکہ اُسی قیاس پر دیکھا جاوے کہ کتاب مقدس قرآن و حدیث سے منسوخ ٹھہرتی ہے یا نہیں — اور یہہ بھی کہ وہ مخالفت و مباینت و مغایرت جو قرآن کے مطالب و مقاصد کو کتاب مقدس کے تعلیمات و ہدایات و مضامین کے ساتھہ ہیں اگر تاویل ناسخ و منسوخ کی قرار دیں تو بھی رفع ہو جاتی ہیں اور یا یہہ کہ موافقت و مطابقت متصور ہو سکتی ممکن ہے یا ناممکن ❊

واضح ہو کہ دربارۂ نسخ تفسیر اتقان میں مذکور ہے (النسخ مما خص اللہ بہ

هٰذہ الامة لحکم منها التیسیر) یعني نسخ اُن امروں میں سے هے جنکے ساته خدا نے امت محمدیہ کو مخصوص کیا هے اور نسخ کے کئي فائدے ہیں منجملہ اُنکے ایک یہہ هے کہ آساني ہووے ۔ ایسا ہی دوسرے مفسّروں کے قول ہیں ✝

پھر تفسیر مظہري اور معالم التنزیل میں هے (النسخ انّما یعترض علی الاوامر والنّواهي دون الاخبار) یعني نسخ صرف امر و نہي کے احکام میں ہوتا هے نہ اخبار میں لہذا قرآن و حدیث ناسخ اصول ایمانیہ و اخبار و قصص و حالات و تواریخ مذکورۂ کتاب مقدس کے نہیں ہو سکتے ہیں ۔ تو اب آپ صاحب ملاحظہ کریں کہ توحید في التثلیث و تثلیث في التوحید ۔ و ابنیت و الوہیت خداوند یسوع مسیح ۔ اور یہہ کہ وہ شافع المذنبین و منجي العاصین هے کہ محض اُسي کے ذریعہ نجات حاصل ہو سکتي هے ۔ اور وہ اخبارات جہان آیندہ جو بہشت اور بہشتیوں کے باب میں ہیں ۔ اور وہ حالات بھي جو دربارۂ آفرینش آدم و حوّا و خلقت زمین و آسمان و حالات حضرت نوح و ابراہیم و اسحاق و یعقوب و یوسف و موسیٰ و داؤد و سلیمان و خداوند مسیح کتاب مقدس میں مذکور ہیں ہرگز منسوخ نہیں ہو سکتے ہیں کہ جو قرآن و حدیث میں اُسکے مخالف و مباین لکھا هے اُسکو ناسخ قرار دیں ✝

اب باقي رہے احکام اوامر و نواہي سو اُنکي نسبت بعض علما کا تو یہہ قول هے کہ نسخ احکام کا اُسي وقت معتبر ہو سکتا هے جبکہ معارضہ ہووے یعنے دو احکام باہم معارض

یکدگر ہوں اور روایت صحیح سے معلوم ہو کہ محمد صاحب یا اُنکے صحابی نے بتلایا
کہ یہہ حکم منسوخ ہی اور یہہ حکم ناسخ ہی ورنہ ناجائز ہی چنانچہ ابن الحصار نے جو علمائے
قدیم سے ہی یہہ لکھا ہی (انما یرجع فی النسخ الی نقل صریح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم او عن صحابی یقول آیۃ کذا نسخت کذا) یعنی اِسکے سوا اور کوئی بات نہیں کہ
نسخ میں نقل صریح کی طرف رجوع کیا جاوے جو محمد صاحب یا اُنکے صحابی سے
ہو کہ فلانی آیت فلانی آیت کو منسوخ کرتی ہی - پھر لکھا ہی (ولا یعتمد فی النسخ
قول عوام المفسرین بل ولا اجتہاد المجتہدین من غیر نقل صحیح
ولا معارضۃ بینۃ لان النسخ یتضمن رفع حکم واثبات حکم تقرر
فی عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم فالمعتمد فیہ النقل والتاریخ دون
الرای والاجتہاد) یعنی نسخ کے باب میں عوام مفسرین بلکہ اجتہاد مجتہدین کا
بھی معتبر نہیں ہی بغیر نقل صحیح اور معارضہ ظاہر کے اسواسطے کہ نسخ متضمن ہی
ایک حکم کی موقوفی اور دوسرے کے ثابت کرنے کو جو محمد صاحب کے زمانہ میں
قرار پایا لہذا اس باب میں نقل اور تاریخ کا اعتماد ہی نہ کہ راے اور اجتہاد کا ؛

معلوم ہو جاوے غور ہی کہ قرآن کی آیات کی ناسخیت ومنسوخیت کی نسبت
یہہ شروط اور احتیاط ہیں کہ اُنمیں سے ناسخ ومنسوخ اُسی وقت قرار دیسکتے ہیں
جبکہ روایت صریح ونقل صحیح ملے کہ محمد صاحب یا اُنکے صحابی نے ایسا کہا کہ یہہ

آیت ناسخ ہی اور یہہ منسوخ ہی ورنہ ہرگز عوام مفسرین بلکہ اجتہاد مجتہدین تک کا
معتبر نہیں ہی - مگر مسلمانوں نے کتاب مقدس کے نہ صرف چند آیتوں کو
منسوخ کہا بلکہ ساری کتاب کو نہ ایک دو حکم کے ماننے کی ممانعت کی بلکہ تمام
احکام اور جملہ ہدایات و تعلیمات و اخبار وغیرہ سب کے پڑھنے لکھنے سُننے
کو قطعی ممانعت کی - اور نہ صرف یہہ تھا کہ محمد صاحب یا کسی صحابی سے
منقول نہیں کہ کتاب مقدس کی یہہ آیت قرآن کی اس آیت سے منسوخ
ہی بلکہ ایک روایت بھی نہیں ہاں ایک ضعیف حدیث بھی نہیں جسمیں کہا ہو
کہ کتاب مقدس منسوخ ہی یا اُسمیں کی کوئی آیت منسوخ ہی - بلکہ برخلاف
اسکے خود قرآن کہتا ہی کہ اُسپر ایمان لاؤ اور اہل کتاب اگر اُسپر عمل نہ کریں تو
اُنکا ایمان ناقص اور بیکار ہی اور خود محمد صاحب کو حکم ہی کہ اُسکی پیروی کریں
اور اُسکی ہدایت پر چلیں ؛

پس اس حالت میں کیا تصور کیا جاوے بجز اسکے کہ تعصب مانع راہ خدا ہی
مگر جو حق جو اور خدا ترس ہی وہ بلا شبہہ اسبات کو یقین کریگا کہ درحالیکہ کتاب
مقدس اور قرآن کلام خدا ہیں اور نہ قرآن میں کہا کہ کتاب مقدس منسوخ ہی
اور نہ محمد صاحب نے ایسا کہا اور نہ کسی صحابی کی ایسی روایت ہی تو اگر
قرآن میں کہ اُسمیں بھی آیات و احکام منسوخ ہیں اُنکے باعث کل قرآن منسوخ

نہیں سمجھا جاتا ھی تو اِسی قیاس پر اگر کتاب مقدس کی چند آیات یا احکام منسوخ بھی سمجھے جاویں تو اُنکے باعث ساری کتاب منسوخ نہیں ہوسکتی ھی

اور بعض علمانے ایسا لکھا ھی کہ احکام دو قسم کے ہیں بعضے عام یعنی تمام انسانوں پر اُنکی تعمیل فرض ھی اور بعض خاص ہیں کہ کسی خاص امت اور لوگوں ہی کے واسطے ہوتے ہیں یا کسی خاص وقت کے لیئے خاص ہوتے ہیں سو اُن میں سے جو احکام عام ہیں وہ کبھی منسوخ نہیں ہوسکتے ہیں بلکہ ہمیشہ برقرار رہتے ہیں چنانچہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں لکھا ھی (احکام عامہ اصلا قابل نسخ نیستند تا ابد الابدین باقی و برقرار اند مثل تکلم انسان واستوائے قامت او در احکام کونی ومثل حرمت شرک وزنا ولواطت وسرقہ در احکام شرعی) یعنی حکم عام ہرگز منسوخ ہونے کے قابل نہیں ہیں ابدالآباد باقی اور برقرار ہیں جیسا کہ احکام کونی میں انسان کا بولنا اور اُسکے قد کا سیدھا ہونا ـ اور احکام شرعی میں حرام ہونا شرک اور زنا اور لواطت اور چوری کا ؛

الغرض بموجب اصول وقواعد نسخ کے جو مجتہدین و مفسرین اہل اسلام نے لکھے ہیں اُنکے بموجب اصول ایمانیہ واخبار وقصص و احکام عامہ منسوخ نہیں ہوسکتے ہیں ـ تو کیا کتاب مقدس میں صرف احکام خاص ہی ہیں جو قرآن سے منسوخ ہوگئے اور ساری کتاب منسوخ متصور ہوئی ـ ہرگز ہرگز نہیں اسمیں

تو تمام اصول ایمانیہ جنکا جاننا اور ماننا تمام انسانوں پر خدا نے فرض ٹھہرایا ہی مذکور ہیں اور اُنکے سوا اخبار آفرینش زمین و آسمان و پیدایش مخلوقات و موجودات و خلقت آدم و آدمیاں اور تمام انبیاء و مرسلین غرض حالات این جہان و جہانیان و نیز اخبارات جہانِ جاودان مفصل و مجمل ضروری اور وہ سب احکامِ عام بھی جنکا جاننا اور تعمیل کرنا تمام کافۂ انام پر تا قیامِ قیامت فرض و واجب ہی بیان و عیاں کیے ہیں - اسلیے مطلق قرینِ قیاس نہیں بلکہ خلافِ محض ہی کہ کوئی کتابِ مقدس کو منسوخ سمجھے ؛

خلاصہ یہہ کہ بموجب اصول اربعہ یعنی کتاب و سنت و اجماع امت اور قیاس سبکے خلاف ہی کہ کوئی دعوی نسخ کتاب مقدس کرے ؛

قرآن اپنے نزول کا سبب بتلاتا ہی

امر ششم اس تنقیح میں کہ اگر قرآن کتاب مقدس کو منسوخ کرنیکا دعوی نہیں کرتا ہی تو باوجود اقرار کاملیت و جامعیت کتاب مقدس کے اپنے نازل ہونیکا کوئی مطلب اور غرض بتلاتا ہی یا نہیں

البتہ جب دیکھا جاتا ہی کہ قرآن جابجا کتاب مقدس کو کلام صمد بتلاتا ہی اور یہہ کہ وہ تمام نیک امروں میں کامل اور ہدایت راہ خدا میں پوری ہی کہ ہر چیز کی آگہی

تفصیل ہی اور حق و باطل کی جدا کرنے والی ہی اور خدا کی رحمت اور ہدایت الغرض جامع ہی دینداری اور راہ خدا بتلانے میں تو یہہ سوال دل میں آتا ہی کہ قرآن کس لیے اپنا نازل ہونا بیان کرتا ہی سو اسکا جواب قرآن ہی میں سورۂ انعام مذکور ہی — (وَاَن تَقُولُوا اِنَّمَا اُنزِلَ الکِتَابُ عَلٰی طَائِفَتَینِ مِن قَبلِنَا وَاِن کُنَّا عَن دِرَاسَتِہِم لَغَافِلِینَ اَو تَقُولُوا لَو اَنَّا اُنزِلَ عَلَینَا الکِتَابُ لَکُنَّا اَہدٰی مِنہُم فَقَد جَاءَکُم بَیِّنَۃٌ مِن رَّبِّکُم وَہُدًی وَّرَحمَۃٌ) یعنی شاید تم کہتے کہ ہمسے پہلے دو ہی گروہوں پر کتاب نازل ہوئی اور ہم اُسکے پڑھنے پڑھانے سے ناواقف ہیں یا شاید کہتے کہ اگر ہمپر نازل ہوتی تو ہم اُن سے بھی زیادہ راہ یافتہ ہوتے پس تمھارے رب نے شاہدی اور ہدایت اور رحمت بھیجی ✢

باتفاق مفسرین طائفتین دو گروہ سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں — پس اِس آیت میں غرض اصلی و علّت غائی قرآن کے نازل ہونے کی یہہ بیان کی ہی کہ اہل عرب کو عذر باقی نرہے کہ ہم اُن زبانوں سے جنمیں کتاب مقدس نازل ہوئی ناواقف ہیں تو اس عذر کے دور کرنے کے واسطے قرآن نازل ہوا پس قرآن گویا ترجمہ اُس کتاب کا ہی کہ اُسکے مطالب اور مقاصد کو زبان عربی میں اہل عرب کو بتلاتا ہی نہ کہ منسوخ اور رد کرنے کو آیا ہی ✢

امر ہفتم اِس تنقیح میں کہ انجیل سے توریت منسوخ ہوئی یا نہیں — اور اگر ہوئی تو قرآن سے انجیل کیون منسوخ نہیں ہو سکتی

اوّل واضح ہو کہ کتاب مقدس کے دو حصے ہیں — عہد عتیق و عہد جدید
عہد عتیق کی وہ کتابیں ہیں جو خداوند مسیح سے پہلے حضرت موسیٰ و یوشع و داؤد
و سلیمان و اشعیا و یرمیا و دانیال و حبقوق و زکریا و ملاکی وغیرہ انبیاے کرام
کی معرفت خداوند عالم نے لکھائین — اُن میں سے سب سے پرانی توریت ہے
جو حضرت موسیٰ نے خداوند مسیح سے پندرہ سو برس پیشتر بالہام الٰہی لکھی اور
آخر صحیفہ ملاکی نبی کا ہے جو خداوند سے چار سو برس پیشتر لکھا گیا — اِن سب ایک
نوشتوں کے مجموعہ کو توریت بھی کہتے ہیں ٭

عہد جدید کی وہ کتابیں ہیں جو حواریوں نے بعد صعود خداوند مسیح کے ستر
برس کے اندر بحکم و الہام ربانی مرقوم کیے — جن میں سے انجیل متی حواری
کی سب سے اوّل لکھی گئی اور سب سے آخر مشاہدات یوحنا — اِن سب کتابون
کے مجموعہ کو عموماً انجیل بھی کہتے ہیں ٭

دوئم یہہ کہ نسخ کے معنی اوپر مذکور ہو چکے کہ لغۃً منع کرنا اور زایل کرنا اور بدلنا
اور باطل کرنا ہی اور فقہاے اہل اسلام جو کتاب مقدس کو منسوخ کہتے اور سمجھتے
ہیں تو کس مدعا سے یہہ کہ اُسکا پڑھنا لکھنا سُننا منع ہی گویا قرآن کے سبب
کتاب موصوف رد ہو گئی اور اُسکے مطالب و مقاصد اور ہدایات و تعلیمات جاننا
فرض نہیں اور نہ اُسکا کوئی حکم واجب التعمیل ہی بلکہ وہ سب طرح منسوخ اور رد ہی۔
صرف اتنا مانا کہ وہ کلام اللہ ہی جو پچھلی اُمتوں کے واسطے نازل ہوا تھا +

پس اس مدعا سے تو ہرگز ہرگز مسیحیوں کا عقیدہ توراۃ کی نسبت نہیں ہی
کہ وہ منسوخ ہی یعنی توراۃ میں سے کسی کتاب یا صحیفے کو بھی ممنوع التلاوۃ
و الکتابۃ جانیں یا اُسکو سمجھیں کہ وہ انجیل سے رد ہو گئی یا اُسکے مطالب و مقاصد کو
جاننا فرض نہیں یا کہ اُسکا کوئی حکم واجب التعمیل نہیں یا ہمکو اُس سے کچھ سروکار نہیں
بلکہ توراۃ کو بھی مثل انجیل کے کلام اللہ مانتے اور اُسکو بھی سرچشمۂ ہدایت جانتے
اُسکی تلاوت اور کتابت فرض سمجھتے اور اُس سے بھی متواتر تعلیم و تلقین اور
وعظ و نصیحت اور ہدایت کرتے اور آپ پاتے۔ اور حواریوں کے عہد سے
اب تک متواتر توراۃ بھی مثل انجیل کے عبادتخانوں میں بوقت عبادت پڑھی
جاتی اور برابر پشت در پشت اُسکا استعمال اور برتاو رہتا ہی +

کیونکہ توراۃ اور انجیل دونوں کلام خدا ہیں جو خداے کریم و رحیم سے نبی

آدم کی ہدایت اور تعلیم کے واسطے عنایت فرمایا۔ اور دونوں میں نجات و حیات
ابدی و خوشحالی سرمدی کی راہ بتلائی۔ پس ناممکن ہی کہ خدا اپنی ایک کتاب
سے دوسری کو منسوخ اور رد کرے اور اُسکا ایک کلام اُسی کے دوسرے کلام
کے پڑھنے لکھنے یا سُننے سمجھنے کو منع کرے اور رد کرے ۞

انجیل شریف کے صحیفوں میں بھی ارشاد ہوا ہی کہ توریت منسوخ اور رد نہیں
ہوئی بلکہ اُسکے پڑھنے اور ہدایت پانے کو حکم ہی۔ چنانچہ اول قرنتیوں کے نامہ
کے باب ۱۰ کی آیت ۱۱ میں مرقوم ہی (یہہ سب باتیں (عہد عتیق کے) نمونے کے
لیئے اُنپر پڑیں لیکن ہماری نصیحت کے واسطے جو آخری زمانہ میں ہیں لکھی گئیں)
اور نامۂ رومیاں باب ۱۵ آیت ۴ میں لکھا ہی (جو کچھہ آگے لکھا گیا (یعنی عہد
عتیق) سو ہماری تعلیم کے لیئے لکھا گیا تاکہ صبر سے اور نوشتوں کی تسلی کے وسیلے
ہمیں اُمید ہووے) اور نامۂ دوم بنام طمطاؤس باب ۳ آیت ۱۶ و ۱۷ میں مرقوم
ہی (سارا نوشتہ (یعنی تمام کتاب مقدس عہد عتیق و جدید) الہام سے ہی اور الزام
اور سدھارنے اور راستبازی میں تربیت دینے کے واسطے فائدہ مند ہی تاکہ مرد
خدا کامل اور ہر نیک کام کے لیئے طیار ہو)

مدعا یہہ کہ مسیحی مذہب کا ہرگز عقیدہ نہیں کہ انجیل سے توریت منسوخ اور رد
ہوگئی کہ اب قابل التفات و اطاعت اور لائق تلاوت و کتابت نہیں۔ بلکہ تمام کلام

الہي کو حق اور کلام اللہ ملنتے اور سبکا پڑھنا لکھنا سُننا سُنانا مشروع اور اُسکي اطاعت و فرمانبرداري اور ہدايت يابي واجب و فرض مانتے ہيں +

سبب

صاحبو کتاب اللہ جسکو خداے تعالی بغرض ہدايت طريق حق و تعليم راہ راست مرحمت فرماوے تاکہ لوگ اُسکے مطالب و مقاصد کو جانيں اور اُسکي ہدايات کو مانيں اور خداے تعالی کي مرضي پہچانيں اور نجات ابدي حاصل کريں کيا ممکن ھي کہ پھر وہي کتاب ايسي بيکار و بيمصرف متصور ہو کہ منسوخ کيجاوے اور ايسي لغو اور فضول ٹھہرے کہ اُسکا پڑھنا لکھنا تک ممنوع اور نامشروع ہو +

ايک وقت تو اُسکي تلاوت و کتابت فرض و داخل حسنات ہو اور بعدہ ناجائز و ناروا بلکہ داخل سيئات قرار پاوے ۔ العياذ باللہ +

جو لوگ ايسا عقيدہ خلاف رکھتے ہيں اُنکو بخوبي معلوم ہو کہ اگر اس بات کو تسليم کيا جاوے گا گويا خدا اپني کسي کتاب کو دوسري سے منسوخ کرتا ھي اور اُسکي تلاوت اور کتابت کو منع کرتا ھي ۔ اس سے لامحالہ بالضرور دو امروں ميں سے ايک کا ماننا لازم ھي اور وہ دونوں امر باطل ہيں اور خلاف شان کبريا ہيں +

يا تو يہہ کہ گويا خداے تعالی نے پہلے ايک کتاب کے ذريعہ ہدايت خلق ابد چاہي اور اُنکے سر براہ لانيکا ارادہ کيا مگر نہو سکا اس واسطے اُسنے اُسکو منسوخ کي اور دوسري تجويز ٹھہرا کے دوسري کتاب جاري کي ۔ مگر ايسا باطل خيال اُس

حکیم و قدیر علی الاطلاق کی نسبت بالکل باطل اور جھوٹا ھی - ایسا کام تو محض انسان

پر قصور و نسیان اور بے تاب و توان کا ھی ہو سکتا ھی اور بس ※

یا یہہ کہ گویا خدا کو خود منظور رہا کہ پہلے ایک لغو اور فضول و بیہودہ کتاب کو

جاری کرے بعدہ اُسکو موقوف و منسوخ کرکے دوسری کتاب جاری کی لیکن

ایسا گمان بدیہی ذات مستجمع جمیع کمالات کی نسبت نہیں ہو سکتا ھی - اُسکے تو سارے

کام عین حکمت اور ہدایت و دانائی و پیش بینی سے بھرے ہیں ※

خلاصہ یہہ کہ اس باب میں جسقدر غوص و فکر کیجاتی ھی اُسکا نتیجہ یہی نکلتا ھی کہ

کوئی کتاب الٰہی منسوخ اور ممنوع التلاوۃ والکتابۃ نہیں ہو سکتی ھی کہ ایسا ماننا بالکل

مخالف شانِ خدائے عظیم و خبیر اور حکیم و قدیر کے ھی ※

پس اہل اسلام کا یہہ عقیدہ کہ گویا کتاب مقدس جسکو وہ کلام اللہ مانتے ہیں

قرآن سے منسوخ ہو گئی اور اُسکا لکھنا پڑھنا ناجائز و ناروا ھی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا -

بالکل بے اصل اور نادرست ھی ※

اب ملاحظہ فرمائیے اس زمانہ کے بعض مولوی صاحبوں کا تعصب اور

اُنکی خلاف گوئی جنھوں نے کئی رسالے اور کتابیں اور رسالے رد دین مسیحی

میں لکھیں اور جابجا ظاہر کیا ھی کہ ہمنے دین مسیحی کو باطل اور دین محمدی کو حق ثابت

کر دیا - یعنی مولوی رحمۃ اللہ کرانوی - جب اُنھوں نے دیکھا کہ نسخ کتاب الٰہی

کسی طور ثابت نہیں ہو سکتا ہی بلکہ ہر طرح سے کتاب مقدس کا منسوخ اور رد ہونا ناممکن و محال ہی تو اس حالت میں مقتضاے حق جوئی و خدا ترسی یہہ تھا کہ اقرار کرتے کہ بلاشبہہ یہہ عقیدہ باطل ہی اور علماے مجتہدین محمدی کا اتفاق و اجماع ناجائز و ناروا ہی — مگر ایسا جگر کہاں سے لاویں حق جوئی و خدا شناسی منظور ہوتی تو ایسا کرتے وہاں تو پاسداری دین آبائی اور طرفداری دین محمدی کی پیش نہاد خاطر تھی — اسواسطے صاف انکار کر دیا کہ اہل اسلام کا ایسا عقیدہ ہی نہیں ہی کہ کتاب مقدس یعنی توریت یا انجیل قرآن سے منسوخ ہی — اور نہ یہہ عقیدہ ہی کہ تمام احکام شرائع سابقہ کے منسوخ ہو گئے — بلکہ صرف بعض احکام کو منسوخ جانتے ہیں — اور گویا علماے مسیحی اپنی ناواقفیت سے مسلمانوں پر ناحق تہمت لگاتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہہ عقیدہ ہی کہ توریت و انجیل قرآن سے اور احکام شرائع سابقہ شریعت محمدیہ سے منسوخ ہو گئے — ہم ہرگز اسکے معتقد نہیں ہیں ❊

چنانچہ مباحثہ مذہبی میں لکھا ہی جو مولویصاحب اور ڈاکٹر وزیر خاں کی صلاح سے بنام نہاد سید عبد اللہ چھاپا گیا ہی — صفحہ ۹۴ (پادری صاحب نے سنکر فرمایا کہ آپ انجیل کو منسوخ بتلاتے ہیں یا نہیں مولویصاحب نے فرمایا بلاشبہہ ہم اُن معنیوں سے جنکا اظہار کیا جایگا منسوخ جانتے ہیں) — صفحہ ۹۶ (مولویصاحب نے فرمایا کہ آیت نسخ کے معنی جو اہل اسلام کی اصطلاح میں مقصود ہیں اور اُسکے

مجمل کو کسی اسلامی کتاب میں دیکھا ہی یا نہیں - پادریصاحب بولے آپ بیان
کیجیے - مولویصاحب نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک نسخ صرف اوامر و نواہی میں
ہوا کرتا ہی) اِسکے بعد تفصیل کی ہی کہ اوامر و نواہی میں سے کس کس قسم کے
احکام منسوخ نہیں ہوتے ہیں اور کس کس طرح کے ہو سکتے ہیں اُس تفصیل کے
بعد خلاصہ اُسکا مولویصاحب نے کیا ہی - صفحہ ۱۳۱ (پس اس تقریر کے مطابق اہلِ
اِسلام کے اصطلاحی نسخ سے ایسے حکم عملی مطلق کی مدت کی انتہا کا بیان مراد
ہی جو وجود و عدم کا احتمال رکھتا ہو اور ہمارے وہموں میں اُسکا دوام سمجھا جاتا ہو
- پادری صاحب نے فرمایا کہ ان معنیوں سے انجیل کا کون کون سا حکم آپکے
نزدیک منسوخ ہی مولوی صاحب نے فرمایا جیسا طلاق کا ناجائز ہونا اور مثل
اِسکے - پادری صاحب بولے کیا آپ کے نزدیک اِن معنیوں سے ساری

انجیل منسوخ نہیں ہی - مولویصاحب نے فرمایا کہ نہیں ان معنیوں سے ساری
انجیل منسوخ نہیں ہی - کیونکہ اُسمیں مرقس کی باب ۱۲ - ۲۹ و ۳۰ و ۳۱ ورس میں
یہہ حکم بھی ہی اور تو خداوند کو جو تیرا خدا ہی اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان
اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر اوّل حکم یہی ہی اور
دوسرا جو اُسکی مانند ہی یہہ ہی کہ تو اپنے پڑوسی کو اپنے برابر پیار کر اُن سے بڑا اور
کوئی حکم نہیں ہی انتہی - اور ہم اِس حکم کو منسوخ نہیں بتلاتے ہیں) ؛

تحفہ صفحہ ۲۰۹ و ۲۱۰ میں مذکور ہی (مولویصاحب نے فرمایا کہ جناب نے جو نسخ کے محال ہونے کی بابت چند صفحے لکھے ہیں سو وے نکال ڈالنے کے لائق ہیں کیونکہ نسخ کے معنیوں سے جو اہل اسلام کی اصطلاح میں ٹھہرے ہیں کچھ مناسبت نہیں ہی *

اور کتاب ازالۃ الاوہام میں بھی مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ باب و فصل اول وکید اول میں (جواب شبہۂ نسخ ظاہراً این شبہہ از غفلت و لاعلمی معنی نسخ کہ مصطلح اہل اسلامست پیدا شدہ۔ اولاً معنی نسخ بیان نمودن ضروری افتاد بدانکہ نسخ در لغت بمعنی زائل کردن و نقل نمودنست و در اصطلاح اہل اسلام عبارت از قولیست کہ دلالت کند بر انتہاے مدت حکم و این چنانست کہ بمقتضاے حکمت و وقت و حال مکلفین حکمی از جانب او تعالی کہ در علم او مؤقت بود در وقتی بہ نسبت گروہی گذشتہ باز چون آن وقت کہ تا آن جا توقیت آن حکم بمقتضاے امور مذکورہ بود گذشتہ و بیان آن از حضرتش بوضوح پیوستہ از آن در حق گروہ موجودہ آن زمان حکمی نماند۔ پس میگوییم کہ اگر علماے مسیحی چنانچہ ظاہرست ازین اصطلاح غفلتی دارند دران صورت ہمین قدر جواب خدشۂ شان شدہ و ہرچہ درین بارہ زبان دراز نمودہ بیہودہ و ردی اوراق را سیاہ نمودہ اند چون بناے فاسد بر فاسدست قابل جواب نیست و اگر این معنی را فہمیدہ باز اینچنین نسخ را از محالات میشمارند درین صورت پرسیدہ

یبشود کہ مراد چیست کہ آیا مزعوم ایشان جنابست کہ اہل اسلام بمعنی مذکور نسخ کلی احکام شرائع سابقہ را یعنی نسخ جمیع مقاصد اصلیہ و مسائل غیر اصلیہ را معتقد اند یا نسخ جزئی یعنی نسخ بعض احکام را اگر مرادش اولست اہل اسلام ہرگز دعوی آن نمیکنند ٭

یعنی ظاہرا یہہ شبہہ غفلت اور لاعلمی معنی نسخ سے پیدا ہوا ہی جو مسلمانوں کی اصطلاح میں ہیں — اسلیئے پہلے نسخ کے معنی بیان کرنا ضرور ہوا — جاننا چاہیئے کہ نسخ کے معنی لغت میں زائل کرنا اور نقل کرنا ہی اور مسلمانوں کی اصطلاح میں مراد اُس قول سے ہی جو کسی حکم کی مدت پوری ہونے کو بتلا دے — اور یہہ اِسطور ہی کہ باقتضاے حکمت اور وقت اور حال کے موافق کوئی حکم خداے تعالی کی طرف سے کسی وقت یا گروہ کی نسبت ہوا جو اسکی دانست میں مخصوص اُسی وقت کے ساتھہ تھا پھر جب وہ وقت گذر چکا جہانتک کیواسطے باقتضاے امور مذکورہ کے اُسکا موقت ہونا تھا اور اسکا بیان اُسکی جناب سے ظاہر ہوا اِس باعث سے اُس وقت کے موجود لوگوں کے حق میں وہ حکم نہیں رہا ٭

پس مین کہتا ہوں کہ اگر مسیحی علما اس اصطلاح سے غافل ہین جیسا کہ ظاہر ہی اِس صورت میں اُنکے خدشہ کا جواب اِسیقدر ہو چکا اور جو کچھہ اسباب میں زبان درازی کی ہی اور بیہودہ ورق سیاہ کیئے ہیں چونکہ بنا فاسد کی فاسد ہی اسلیئے قابل جواب نہیں ہی — اور اگر اِس مدعا کو سمجھہ کر پھر ایسے نسخ کو محالات سے گنتے ہیں

اِس صورت میں پوچھا جاتا هی کہ مراد کیا هی کہ آیا گمان اُنکا ایسا هی کہ اہل سلام یعنی مذکور تمام احکام شرائع سابقہ کی نسخ کے معتقد ہیں یعنی نسخ تمام مقاصد اصلیہ اور مسائل غیر اصلیہ کے یا نسخ جزئی کے یعنی بعض احکام کے اگر اُنکی مراد اوّل هی تو اہل اسلام ہرگز اُسکا دعوی نہیں کرتے ہیں +

پس خلاصہ تقریر مولویصاحب کا یہہ هی کہ اہل اسلام معتقد نہیں کہ کتاب مقدس یا انجیل ساری منسوخ هی اور نہ اُسکے تمام احکام اور شرائع منسوخ ہوے ہیں بلکہ اُنکے معتقد ہیں بعض احکام مخصوص کسی اُمّت یا وقت کے اور بس ـ اور پادری صاحب صرف اپنی نادانی سے مسلمانوں پر تہمت لگا کر کہ اُنکا عقیدہ نسخ نسبت تمام کتاب مقدس اور تمام شرائع نہ احکام کتب سابقہ کے هی ـ اعتراضات کرتے اور محالات ظاہر کرتے ہیں +

حالانکہ کتب اصول فقہ و عقائد میں صاف صاف لکہا هی کہ (اجمعنا جمیعاً ان قراۃ الکتب الماضیۃ وکتابتھا منسوخۃ بقراۃ القرآن ونزولھا) جیساکہ اوپر مذکور ہوا کہ باتفاق و اجماع امت محمدیہ کے پچھلی کتابوں کا پڑھنا لکھنا منسوخ هی +

باقی رہے احکام شرائع سابقہ سو صرف ابو حنیفہ کا یہہ قول هی (کل حکم من الاحکام السابقۃ اذا وجد نسخہ فی القرآن او فی الاخبار او فی اجماع الامۃ او یوجد ما یدل یقتضی من القیاس الجلی بالمنصوص یوجب نسخہ وما سوی ذلک فیبقی مشروعا) یعنی احکام

سابقہ میں سے جس حکم کا ناسخ قرآن یا حدیث یا اجماع اُمت میں پایا جاوے
یا ایسی بات پائی جاوے جو امر منصوص کے ساتھہ قیاس جلی ہے اُسکے منسوخ
ہونے کو مقتضی ہو اور دلالت کرے تو اُس حکم کا منسوخ کرنا واجب ہی اور اُسکے
سوا شروع باقی رہینگے - مگر یہہ صرف کہنے کی بات ہی وگرنہ جیسے قرآن و
حدیث سے مسائل مستنبط کیئے کتاب مقدس کے بھی احکام غیر منسوخہ کو اپنی شرائع
میں داخل کرتے - جب کتاب مقدس کا لکھنا پڑھنا ہی درست نہیں ہے پھر
شرائع کیونکر دریافت ہوں +

اور شافعی نے تو صاف صاف لکھا ہی (ان الاحکام السابقة کلہا صارت
منسوخة بالقرآن سواء وجد الناسخ اولم یوجد) یعنی پچھلے احکام سب منسوخ ہوگئے
قرآن سے چاہے اُسکا ناسخ پایا جاوے یا نہیں +

اور امامیہ مذہب والے بھی شریعت محمدیہ کو ناسخ شرائع احکام سابقہ کی
کہتے ہیں چنانچہ حق الیقین میں انہوں نے لکھا ہی (شرع آنحضرت ناسخ جمیع شرائع
بود) یعنی محمد صاحب کی شرع تمام شرائع کی ناسخ تھی +

پس آپ ملاحظہ فرمائیے کہ مولویصاحب کا ایسا فرمودہ کہ گویا اہل اسلام کتاب
مقدس کے صرف بعض احکام جزوی کے نسخ کے معتقد ہیں نہ تمام احکام شریعت کے
اور صرف اسی مدعا سے انجیل کو منسوخ مانتے ہیں - کیسا خلاف ہی +

شاید کوئی کہے کہ کتاب مقدس کے پڑھنے اور لکھنے کو منسوخ جاننا اور
بات ہی اور اسکو منسوخ سمجھنا اور اسکا بیکار و فضول تصور ہونا اور بات ہی۔
لیکن ہر فہمیدہ شخص سے پوشیدہ نہیں ہی کہ کسی کتاب کے پڑھنے لکھنے سے
لوگوں کو منع کرنا اور ناجائز و ناروا بتلانا کس غرض سے ہو سکتا ہی +

یا تو اس غرض سے کہ وہ کتاب خراب و ردی اور جھوٹی ہی پس ایسا عقیدہ
تو بظاہر مسلمانوں کا نسبت کتاب مقدس کے نہیں معلوم ہوتا ہی +

اگر یہہ نہیں تو بلاشبہہ اس منشا سے ممانعت ہی کہ اب وہ بیمصرف اور بیفائدہ
اور بیکار ہی اسلیئے منظور نہیں کہ لوگ اُسے پڑھیں لکھیں اور اُسکے مطالب
و مقاصد سے مطلع ہوں ۔ پس وہی تین بیسی وہی ساٹھ ۔ فافہم +

الغرض انجیل سے توریت منسوخ نہیں ہوئی بلکہ دونوں کلام اللہ ہیں
جنکی ہدایات و تعلیمات کی واقفیت اور اطاعت اور اُنکی تعلیمات و تلقینات
کو جاننا اور ماننا فرض ہی اور اِسیطور اُنکی تلاوت واجب اور کتابت مشروع
ہی کہ سب کلام خدا ہی جو انسان کی تربیت اور سدھارنے اور راہ نجات بتلانے
کے واسطے مفید و معین اور واسطہ و ذریعہ ہی +

اور یہہ بھی کہ کوئی کتاب آسمانی منسوخ نہیں ہو سکتی ہی اور نہ اُسکی تلاوت
و کتابت ناجائز و ناروا ہو سکتی ہی ۔ پس مسلمانوں کو مناسب نہیں کہ کتاب مقدس کو

کلام اللہ مانکر پھر اُسکو منسوخ سمجھین یا اُسکے لکھنے پڑھنے کو ممنوع اور نامشروع قرار
دیں۔ یہہ بات حقیقی ایمانداری اور خدا ترسی سے نہایت بعید ہی ✣

اب رہا یہہ کہ توریت کے تمام شرائع یا بعض احکام انجیل سے منسوخ ہوئے
یا نہیں اور ہوئے تو قرآن سے کل شرائع یا بعض احکام انجیل کے کیوں
منسوخ نہیں ہو سکتے ہیں ✣

پس واضح ہو کہ احکام کی منسوخی و موقوفی سب ایک ہی طور کی نہیں ہوتی ہی
بلکہ دو قسم کی متصور ہی ✣

اول ایک وہ ہی کہ احکام ناسخ و منسوخ کو ملاحظہ کرنے اور غور کرنے سے واضح
و آشکار ہوتا ہی کہ حاکم کا ارادہ اور منشا ابتدا سے آخر تک ایک ہی پایا جاتا ہی
ایک ہی اُسکا قصد مفہوم ہوتا ہی ✣

دوسرے وہ کہ ایسا نہو بلکہ ناسخ و منسوخ احکام و قوانین کے دیکھنے سے
واضح ہوتا ہی کہ حاکم کا مطلب اور مقصد متحد نہیں بلکہ اُسکے ارادہ اور قصد میں تبدیل
و تغییر صریح نظر آتی ہی ✣

مثلاً فرض کرو کہ ایک حاکم نے چند شخصوں کو پہلے حکم دیا کہ تم سب فلانی
کھدان سے پتھر کھودو اور فلان مقام پر جمع کرتے جاؤ اور یہی کام برسوں
تک جاری رکھے اور بعدہ وہ حکم دے کہ اب پتھر کھودنا اور ڈھونا موقوف

کردو جہاں جہاں میں بتاؤں نیو کھودنا شروع کردو اور یہہ حکم بھی ایک عرصہ
تک جاری رکھے بعدہ اُسکو بھی موقوف کرادے اور چونا بنانا اور گارا سانا
اور نیو بھرنے اور دیوار چننے کا حکم دیوے اور اسطور بتدریج و ترتیب احکام
اُس حاکم کے ایک مکان پورا ہوا اور یہہ جب آراستہ و پیراستہ ہوگیا۔ تو اِس
صورت میں ہر چند اُس حاکم نے پہلے حکموں کو موقوف کرکے دوسرے حکموں
کی تعمیل کرائی لیکن یہہ ظاہر ہی کہ منشا اور ارادہ اُسکا اوّل سے آخر تک ایک ہی
پایا جاتا ہی اور مطلب و مقصد تمام احکام میں آغاز سے انجام تک متحد ہی کہ منظور اُسکو
مکان مذکور کا بنانا اور اُس عمارت کا پورا کرنا تھا۔

اب فرض کرو کہ ایک حکم نکلا اور لوگوں میں مشہور ہوا کہ حاکم نے حکم دیا ہی
کہ اُس عمارت کو کھود ڈالو وہ سب ردہ ہوئے سب کو گرادو سب ویرانہ کردو
اور وہاں سے کچھہ پتھر اور کنکر اور چونا مٹی لیکر ایک جگہہ لیجا کر اوپر تلے ٹیکو اور
چورس چبوترہ سا طیار کرو۔

تو اِس حالت میں نہایت واضح و آشکار ہی ہر شخص سمجھہ سکتا ہی کہ اگر اِس حکم کو
بھی اُسی حاکم کا مانیں تو لابد بالیقین معلوم ہوگا کہ اب حاکم کا ارادہ اور قصد ہی بدلگیا
اُسکا مقصد اور مطلب دگرگون ہوگیا۔

پس قسم اوّل کی موقوفی احکام گو بظاہر نسخ معلوم ہوتی ہی لیکن اگر بنظر غور اور

بدیدۂ انصاف دیکھو تو احکام اوّل کیا منسوخی اور رد اور باطل نہیں ہوئے بلکہ مکمل ہوئے اور پورے ہوئے کہ ارادہ اور منشا حاکم کا احکام آخر سے کامل ہوتا اور انجام کو پہنچتا ہی۔ اور محاورہ میں متعارف بھی نہیں کہ کوئی ایسے احکام کو ناسخ و منسوخ کہے بلکہ فی الواقع اس صورتمیں تنسیخ احکام اول کہنا خطا ہی بلکہ مناسب اور لازم ہی کہ تکمیل کہا جاوے جیسا کہ فی الحقیقت اور نفس الامر میں ہی*

غرض لفظی بحث بڑھانے کی ضرورت نہیں ہی اصل مدعا یہی چاہیئے اسکو کوئی تنسیخ کہے چاہے تکمیل مگر اس قسم کے احکام کا ہونا کلام اللہ میں ممکن ہی اور ایسے ہی احکام منافی اور مناقض اُسکی قدرت اور حکمت کے نہیں ہیں بلکہ بیشمار مثالیں اور نظیریں اُسکی مخلوقات موجودات میں موجود ہیں*

پس اس قسم کے احکام کی تکمیل کتاب مقدس میں پائی جاتی ہی بجلبنہ و بعینہ کہ توراۃ کے بعض احکام جو خداوند مسیح تک جاری تھے جنکی تعمیل یہودیوں کو ضروری اور فرض تھی انکی تکمیل احکام انجیل سے ہوگئی۔ اب احکام اول کی تعمیل مسیحیوں پر واجب اور فرض نہیں ہی جیسا کہ مختصر حال اسکا آئندہ ذکر کیا جائیگا*

الغرض بعض احکام توریت جنکی تعمیل مسیحیوں پر واجب نہیں ہی نہ اس جہت سے ہی کہ وہ بیکار اور بے فائدہ تھے اور لاحاصل نکلے اس لیئے

ردو باطل کیئے گئے بلکہ کامل ہو گئے اور پورے ہوئے ✢

مگر قسم دوم کی موقوفی احکام بلاشک تنسیخ و تردید احکام اول کی ہی کیونکہ اُس سے صاف عیاں ہی کہ ارادہ اور منشا اور مرضی حاکم کی بدل گئی اور اُسکا مقصد اور مطلب دگرگوں ہو گیا۔ پہلے اُسکو کچھہ اور منظور تھا اور پیچھے کچھہ اور عزم کیا ہی۔ ہرگز کسی طور ممکن نہیں ہی کہ احکام اول کی تکمیل احکام ثانی سے قرار دیں بالیقین دریافت ہوتا ہی کہ حاکم کا ارادہ اور نیت بدل گئی اور غرض اور مطلب اُسکا متغیر ہو گیا ہی ✢

تو اس قسم کی تبدیلی اور موقوفی احکام اور نسخ شرائع کا کلام القدس میں ہونا محال ہی اور بلاشک ایسے احکام خدائے علیم و خبیر و حکیم و قدیر سے نہیں ہو سکتے ہیں کہ بالکل خلاف اُسکی ذات و صفات کے ہیں ✢

پس ہو بہو یہی مثال و نظیر ہی اگر تسلیم کیا جاوے کہ کتاب مقدس کی شرائع و احکامات قرآن و حدیث محمدی کے احکامات سے خدا نے منسوخ کر دیئے ۔ لہذا بدلیل کامل یقین واثق ہوتا ہی کہ قرآن و حدیث من جانب اللہ نہیں کیونکہ ہرگز ہرگز کسی طور ممکن نہیں ہی کہ شریعت محمدی ناسخ شرائع و احکامات کاملہ کتاب مقدس کی ہووے ✢

ہر چند من وعن کیفیت اِسکی اُس وقت ظاہر ہو سکتی ہی جب کوئی کتاب

مقدس کو اول سے آخر تک دل لگا کر بغور و تامل مطالعہ کرے اور پھر قرآن و حدیث کا اُسکے ساتھ مقابلہ کرے - پھر اُسپر آشکارا ہووے کہ کیسی موافقت و مطابقت و مناسبت و ارتباط جملہ صحفِ مقدسہ کے جملہ مطالب و مقاصد و تعلیمات و ہدایات و احکام و شرائع ظاہری و باطنی مین بخوش اسلوبی و حسنِ ترتیب و تدریج از آغاز تا انجام کامل و تمام ہی - کہ وہ سب ملکر بہمہ وجوہ و بہمہ جہت مدارج و مراتب و منازل عمارتِ رفیع الشان خداشناسی و خداپرستی کے ہیں - جن میں سے توریت کتاب حضرت موسیٰ گویا بنیاد اور نیو ہی اور صحف انبیاے کرام بمنزلہ مراتب و منازل کے ہیں اور انجیلِ مقدس کے تمام پاک نوشتے مکانِ رفیع الشان متمم و مکمل تعمیر الٰہی ہی؀

پھر اگر قرآن و حدیث کا اُس سے مقابلہ کرو تو بخوبی ظاہر ہوگا کہ اگر اسکو بھی من جانب اللہ تصور کرو تو گویا اُس عمارت عالی کو ڈہاکر ویرانہ بنانا ہی؀

مگر بپاسِ خاطر آپکے ایک بیان مختصر اسکا صرف احکامات کے باب مین عرض کیا جاتا ہی - آپ متوجہ ہوکر اصغا فرمائیں اور اپنے دلون میں انصاف کرین کہ اگر کتاب مقدس کے یہہ احکام و شرائع من جانب اللہ ہیں تو پھر کس طور ممکن ہی کہ شرائع محمدی اُسکی ناسخ ہو سکیں - کسی نہج بھی قیاس میں نہیں آسکتا ہی کہ شرائع سابقہ منسوخ اور رد ہو جاویں اور شریعت محمدی اُسکے بجاے خداے علیم و حکیم و رب قدیر مقرر کرے

واضح ہو کہ کتاب مقدس کے ارشادوں سے دریافت ہوتا ہے کہ جب انسان ایک جانی اور روحانی دشمن یعنی ابلیس کی تلبیس کے باعث گنہگار اور اپنے خالق و رازق اور شہنشاہ اعظم کا باغی اور نافرمان ہوا یہانتک کہ تمام جہان خالق برحق و صانع مطلق کو بھول کر بت پرستی وغیرہ مخلوقات و مصنوعات کی پرستش کرنے اور آسمانی اور زمینی چیزوں بلکہ اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی مورتوں تک کو پوجنے لگے اور اسکے سوا انواع و اقسام کی بدی اور ناپاکیوں میں مبتلا اور طرح طرح کے گناہ اور معصیت میں گرفتار اور گمراہی و ضلالت میں پھنس کر خراب و تباہ ہوئے اور اس جہت سے اُنکی عقل و فہم اور طبیعت اور مزاج بالکل تیرہ و تار ہو گئے ✢

ایسی حالت میں بھی خدائے کریم و رحیم نے انسان کو نہ چھوڑا کہ ہلاک ہو وے اور راہ ضلالت و جہالت میں چلا جاوے بلکہ اُسکی رحمت و شفقت اسکی مقتضی ہوئی کہ اس اندھیرے سے اُجالے میں لاوے اور گمراہی سے پھرا کے ہدایت کی راہ پر لے چلے اور اس خراب حالت سے نکال کر سعادت اُخروی عنایت کرے — اُسکو منظور ہوا کہ تمام انسان سراپا عصیان عرفان حقیقی و عبادت حقہ کے ذریعہ تقاضائے روحانی پورا کر کے خوشحالی جاودانی حاصل کریں اور دار نجات ابدی ہوں ✢

چنانچہ اُس حکیم مرحوم اور قدیر مطلق کی پاک و نیک نظر میں یہہ پسند آیا کہ اُن
کم فہموں اور بے شعوروں اور معارف الٰہی کے ناسمجھوں کو پہلے ایسی شریعت
اور احکام سکھاوے جو اُنکی عقل و کیاست کے درخور اور اُنکی قوت و توانائی
کے بموجب اُنکی ترقی کے واسطے مفید اور مناسب ہو +

یعنی جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا کہ جس طور کوئی معلم نادان بچوں کو پہلے حروف
سکھاتا پھر کچھہ لفظ اور عبارت وغیرہ بتدریج و ترتیب پڑھا کر اُنکو خوگر تعلیم کرتا اور
روز بروز اُنکی استعداد و لیاقت و عقل کی ترقی ہوتی جاتی ہی اور جب وہ ان لو
میں قابلیت بہم پہنچاتے ہیں تب اُنکو علوم و فنون مقصودہ و مطلوبہ سکھاتا
ہی - اِسی طور جب تمام جہان کے لوگ علم الٰہی اور عرفان حقیقی اور خداپرستی
کی نسبت محض جاہل اور مطلق نادان تھے تو اُس علیم و حکیم نے ایک قوم بنی
اسرائیل کو انتخاب فرمایا اور بذریعہ حضرت موسیٰ کے اُنکو ایسی شرائع و احکام عطا
فرمائے جو اُنکی حالت کے درخور اور اُنکے سمجھنے اور عمل میں لانے کے موافق
ور خدای تعالیٰ کی حکمت کے نزدیک مناسب تھے +

وہ شریعت اس سبب سے کہ بنی اسرائیلیوں کے دل اور عقل اور مزاج اور
طبیعت لائق علم و عمل شرائع کاملہ اور احکام روحانی کے نہ تھے - کامل نہتی اور بہت
سی رسمی باتیں مقرر تھیں +

مدعا اُسکا ہرگز ایسا نہیں کہ گویا نعوذ باللہ منہا خدا کو کامل اور روحانی شریعت
معلوم نہ تھی یا یہہ کہ اُسنے ناکامل شریعت دیکر اُنکو مرتکب گناہ کیا۔ کیونکہ یہہ دونوں
امر خدائے علیم و قدوس کی ذات و صفات کے برخلاف ہیں ۔ بلکہ اُسکی یہی منشا
اور ارادہ سے جیسا اوپر مذکور ہوا کہ بنی اسرائیل کے خوگر تعلیم کرنے اور لیاقت
واستعداد علم الہی سیکھنے کی حاصل کرنے کو اُس قسم کی شریعت مرحمت فرمائی
کہ رفتہ رفتہ احکام ربانی اور خدادانی اور پاکی و نیکی میں بترتیب و تدریج ترقی
کریں چنانچہ جب اُس قوم نے بموجب شرائع موسویہ کے بتائید و تاکید و تشریحات
و تفصیلات صحف مقدسہ انبیائے کرام مثل حضرت یوشع و داؤد و سلیمان و اشعیاہ و
یرمیاہ و دانیال وغیرہ کے خداشناسی اور پاکی و نیکی میں ترقی کی اور درجہ بدرجہ
و رتبہ برتبہ خدائے تعالی کی مرضی پہچاننے اور ماننے کے لائق ہوئے تب خدائے
کریم و رحیم نے اُنکو بذریعہ انجیل مقدس کے اپنی کامل و روحانی شریعت مرحمت
فرمائی اور اپنی مرضی اور حکموں کو اکمل طور پر ظاہر فرمایا اور مشرح و مفصل حکم دیا۔
اس طور تمام جہان کو عرفان حقیقی اور عبادت روحانی کاملہ کی طرف بلایا
کہ سب نجات پاویں اور حیات ابدی حاصل کریں ÷

اور اگر کوئی خیال کرے کہ کیا خدائے تعالی میں قدرت نہ تھی کہ سب انسانوں
کو یکبار ہدایت کامل کرتا اور اُنکے دلوں اور عقلوں کو روشن کرکے ایکدم

سے اپنی کامل و روحانی شریعت بتلاتا ＋ تو اِسکے جواب میں اِسیقدر کافی ھی کہ بخوبی تمام دیکھا جاتا ھی کہ تمام مخلوقات و موجودات میں اُسکی عادت اِسیطور جاری ھی اور اُسکی مرضی یوں ہی ھی کہ ہر چیز بتدریج و ترتیب رفتہ رفتہ پیدا ہوئی اور ترقی کرتی ھی - انسان خون سے گوشت و پوست و استخوان ہوتا پھر بچہ ہوتا پھر روز بروز رفتہ رفتہ بڑھتا اور رتبہ برتبہ پورا آدمی ہوتا ھی - اِسیطور دوسری اشیا جملہ نباتات و حیوانات کا حال ھی - پس جب یہہ سب اُسکی قدرت سے ہوتے اور رفتہ رفتہ بتدریج و ترتیب ترقی کرتے اور کامل ہوتے اور اُسکی عمیق حکمت ایسی ہی مقتضی ھی تو بلاشبہہ کمال روحانی بھی اِسیطور سمجھو کہ ٹھیک عادت اللہ کے موافق اور اُسکی قدرت و حکمت کے مطابق ظہور میں آیا ＋

الغرض اس طور سے خداے تعالی نے تمام انسانوں کے واسطے حقیقی خداشناسی اور روحانی اور کامل عبادت بجالانے کی راہ بتدریج و ترتیب مذکورۂ بالا تعلیم فرمائی کہ تمام اہل جہاں کیا بنی اسرائیل اور کیا دوسری قومیں خداے تعالی کی مرضی پہچانیں اور راہ نجات پاویں ＋

لیکن اب مسلمان دعوی کرتے ہیں کہ شریعت محمدیہ ناسخ احکام و شرائع انجیل کی ھی پس مناسب ھی کہ مقابلہ کیا جاوے اور دیکھا جاوے کہ توریت میں شرائع کس کس قسم کے تھے اور اُنکی تکمیل بذریعۂ انجیل ہوئی حسب بیان بالا یا نہیں اور

اگر ہووے تو پھر شریعت محمدی اُسکی ناسخ یا مکمل ہو سکتی ہی یا فی الواقع قرآن و احادیث
کے احکام کسی طور ناسخ نہیں ہو سکتے ہیں اور ایسا ماننا خلاف ذات و صفات
خدای غیر متغیر کے ہی ؛

واضح ہو کہ شریعت توریت دو قسم کی ہی ایک شریعت باطنی دوسری ظاہری ؛
شریعت باطنی سے مراد شریعت اخلاقی سے ہی جو اصل شریعت اور خدای
قدوس سبحان کی ذاتی پاکی و نیکی کا نمونہ اور پیدا تو اور انسان کے کمال کو ضرور ہی
یعنی وہ شریعت جو انسان کی راستبازی اعمال و افعال اور راستی گفتار و درستی رفتار
و نیکی و پاکی افکار سے متعلق ہی ؛

پس شریعت مذکور جو توریت میں ہی وہی بجنسہ و بعینہ بلا تغییر و تبدیل انجیل میں
ہی ــ تمام و کمال کتاب مقدس شریعت اخلاقی میں یکساں اور موافق و مطابق و
ممد و معاون یکدگر ہی ؛

البتہ جس وقت جہالت و نادانی اور غایت معصیت و نافرمانی میں تمام جہان
گرفتار اور مبتلا بدرجہ اتم تھا اُس وقت خدای تعالیٰ نے اپنی مرضی کامل طور
پر بیان نفرمائی بلکہ بغرض تعلیم و ہدایت اُن ناقصوں کے شریعت اخلاقی بھی ناکامل
بیان کی ــ چنانچہ جو شریعت اخلاقی کہ توریت میں مذکور ہی وہ مجمل اور ناکامل
ہی اسی واسطے جبکہ بنی اسرائیل اور اُنکے ذریعہ سے اور قومیں بھی بہ نسبت سابق

سے کے فی الجملہ تعلیم یاب ہوئے اور مرضی الہی سے واقفیت حاصل کرنے اور جسقدر
اُنکو بتایا گیا تھا اُسمیں ماہر ہونے اور تعمیل کرنے لگے اُسوقت حکیم برحق اور
معلم صادق ظاہر ہوا اور شریعت مذکور کی تشریح و تفصیل و تکمیل فرمائی اور اِس طور
خداے تعالیٰ نے اپنی پوری مرضی ظاہر و بیان فرمائی اور شریعت اخلاقی کو
اکمل طور پر مشرح اور واضح و آشکار فرمایا ÷

چنانچہ توریت میں زنا کی ممانعت فرمائی تھی انجیل میں توضیحاً ارشاد ہوا کہ زنا
صرف یہی نہیں کہ کوئی اُس فعل بد کو عمل میں لاوے بلکہ جو شخص بیگانہ عورت کو
بنظر شہوت نگاہ کرے وہ بھی زانی ہو چکا ÷

اِسی طور توریت میں قتل و خون کرنے کی ممانعت تھی - انجیل میں تشریحاً
و توضیحاً ارشاد ہوا کہ خداے تعالیٰ کے حضور نہ صرف قاتل سزا پانے کے لائق
ہی بلکہ وہ شخص بھی جو دوسرے پر بے سبب غصہ کرے یا اُس سے بدزبانی
کرتا ہی وہ بھی سزاے مذکور کے پانیکا مستحق ہی ÷

اِسی طور ازانجا کہ بنی اسرائیل نہایت سخت دل تھے اور اُنکا شیوہ تھا کہ جوروں
سے نکاح کرتے اور جب چاہتے چھوڑ دیا کرتے تھے پس بدیں ارادہ کہ
اُن کو اس بے احتیاطی سے روکا جاوے اور فی الجملہ اُنکو قید میں رکھیں
توریت میں ارشاد ہوا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی جورو کو کسی مکروہ سبب سے

طلاق دے تو اُسکو طلاقنامہ لکھہ دے ــ انجیل میں تشریحاً و تکمیلاً ارشاد ہوا
کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوائے حرامکاری کے اَور کسی باعث سے طلاق دیتا
ہی تو اُس سے زنا کرواتا ہی اور جو شخص مطلقہ سے نکاح کرتا ہی زنا کرتا ہی ✣

اِسی طور توریت میں بنظر ناقابلیت اُس قوم کے صرف اِسقدر حکم ہوا تھا
کہ بہت جوروان نہ کیا کرو ــ انجیل میں قطعی ممانعت فرمائی کہ ایک جورو سے
زیادہ ممنوع و نامشروع ہی ✣

اِسی نہج توریت میں حکم تھا کہ اپنے ہمسایہ کو اپنی مانند دوست رکھہ ــ
لیکن یہودی لوگوں نے ایسی محبت اور دوستی صرف اپنی ہی قوم کی نسبت
سمجھی اور مخصوص جانی اور وجہ اُسکی زیادہ تر اِس سے بھی ہوئی ہوگی کہ خدا تعالی
نے اُنکے ہاتھہ سے ایک قوم یعنی کنعانیوں کو قتل کرایا جنکا فنا کرنا اور روی زمین کہ
جہاں سے نیست و نابود کرنا اُسکی پاک و نیک نظر میں بباعث افراط گنہکاری
و بداعمالی کے جنسے اُنکا پیمانہ عمر لبریز تھا مناسب اور لازم ہوا ــ پس از انجا کہ یہہ
حکم قتل نہ اِس غرض سے تھا کہ گویا ایمانداروں کو بے ایمانوں سے عداوت
اور دشمنی کرنا اور اُنکو ایذا و تکلیف دینا چاہیے بلکہ صرف یہہ غضب الہی تھا
اُس بدکار قوم کنعانی پر جنکو نیست و نابود خدا نے بنی اسرائیل کے ہاتھہ سے
کیا جیسا کہ سابق اُس سے آب طوفان و آتش و گندک سے اور قوم اعمالی کو

کیا تھا۔ پس یہودیوں کی اس نافہمی اور نادانی رفع کرنے کو انجیل میں جا بجا اشارہ
ہوا کہ ہمسایہ سے مراد صرف ایماندار یا یہودی نہیں بلکہ تمام انسان باہمدگر ہمسایہ
اور بھائی ہیں اس لیئے سب سے محبت اور الفت دل سے رکھنا فرض عین
ہی اور یہانتک فرمایا کہ اپنے دشمنوں کو پیار کرو جو تمپر لعنت کریں انکے لیئے برکت
چاہو جو تمسے کینہ رکھیں انکا بھلا کرو اور جو تمھیں دکھ دیں اور ستاویں انکے
لیئے دعا مانگو وغیرہ ٭

الغرض جو شریعت اخلاقی توریت میں مذکور و مسطور ہی وہ سب کی سب ہو بہو
انجیل میں بھی ہی بلکہ اُسکی تشریح و تفصیل و تکمیل زیادہ تر ہوئی۔ اور خدا تعالی
نے اپنی مرضی بوضاحت و صراحت علی وجہ الکمال بیان و عیاں فرمائی —
اس طرح تمام و کمال شریعت اخلاقی جسکی تعمیل ہر سچا آدمی انسان پر فرض اور
خدائے قدوس سبحان کی ذات پاک کا نمونہ و نشان ہی ظاہر ہوئی جسکا خلاصہ
خداوند مسیح نے جو شریعت کاملہ کا معلم اکمل تھا ان دو حکموں میں فرمایا کہ (۱) تو اپنے
خداوند خدا کو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری
قوت سے پیار کر پہلا اور بڑا حکم یہی ہی اور دوسرا جو اُسکی مانند ہی یہہ ہی کہ اپنے
پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا آپکو ٭

اب ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجیے کہ قرآن و احادیث محمدیہ مسلمہ میں

اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بھی خدا کی طرف سے ہیں اور یہہ کہ تمام اہل کتاب اور ساری روے زمین کو اس شریعت کی پیروی اور تعمیل واجب و فرض ہی اور یہی شریعت آخرالزمان ہی جو تا قیام قیامت قایم و جاری رہیگی بلکہ خود مسیح بھی آخر زمانہ میں آسمان سے آویگا اور اس شریعت کو مانیگا اور اُسکی پیروی کریگا — پس مناسب ہی کہ شریعت محمدیہ کو بغور و تامل ملاحظہ کریں اور دلی انصاف سے دیکھین کہ اُس میں کس کس قسم کے احکام اخلاقی مسطور و مذکور ہیں اور کیسی شریعت واجب یا سنّت یا فرض و مستحب قرار دی ہی ؛

پس واضح ہی کہ قرآن کہتا ہو اور حدیثیں اُسکی تائید کرتی ہیں کہ ایک بار تو مسلمانوں کو حکم ملا تھا کہ چاہے تم اپنے جی کی بات چھپاؤ چاہے ظاہر کرو خدا تعالی اُسکا حساب لیگا پھر جسکو چاہیگا بخشیگا اور جسکو چاہے عذاب دیگا — الغرض دل کے خیالات پر حساب ہوگا — مگر جب محمد صاحب کے اصحاب روئے اور کہا کہ یہہ حکم مشکل ہی نہو سکیگا اور دعا کی کہ ای خدا تو نے جیسا بوجھہ پچھلی اُمّتوں پر رکھا ہم پر مت رکھہ — تب یہہ حکم منسوخ ہوگیا اور کہا گیا کہ اُمّت محمدیہ کے خیالات دلی کا حساب نہ لیا جائیگا — غرض افکار مذمومہ اور بدخیالات کا محاسبہ نہوگا — ایک حدیث میں بھی آیا ہی کہ محمد صاحب نے کہا کہ جو شخص گناہ کا ارادہ اور عزم کرے مگر عمل میں نہ لاوے تو وہ گناہ میں محسوب نہوگا

اسیطور مسلمانوں کو عموماً اجازت دی ہے کہ کسی سبب سے یا بلا سبب اپنی
جورو کو طلاق دیدیں تو روا ہے بلکہ بعضی صورتوں میں چاہئے جورو اور خصم دونو
کی رضامندی ہو تب بھی طلاق ہو جاتی ہے اور گو یا خدا خود زبردستی سے دونوں میں
جدائی کراتا ہے — اور اسی طلاق اور خلع کی نوبت یہانتک پہنچی ہے کہ ایک عورت
بیشمار خصموں کی جورو بنتی ہے — صدہا عورتیں مثل کسبیوں کے مکہ میں رہتی ہیں جو
ہر سال بعد حج کے مسافر حاجیوں سے نکاح کرتی ہیں اور جب وہ حاجی گھر کو جاتا
ہے طلاق دے آتا ہے پھر دوسرے سال دوسرا حاجی آتا ہے — پس کسبیوں میں اور
ان عورتوں میں کیا فرق ہے — اور تاہم بموجب شرع محمدی نکاح انکا مشروع ہے
اسی طور قرآن اجازت دیتا ہے کہ ایک مرد چار جوروں تک کر لے اور حدیث
میں زیادہ نکاح کرنے کو مسنون اور موجب ثواب بتلاتے ہیں ۔

پھر محمد صاحب کو اور مسلمانوں سے الگ حکم ملا کہ چار جوروں کی بھی قید نہیں
بلکہ جتنی چاہیں کریں — اور لونڈیاں تو ہر مسلمان جتنی چاہے رکھ سکتا ہے
پھر محمد صاحب کے زمانہ میں حجۃ الوداع تک جسکے چند ہی دنوں کے بعد
انھوں نے انتقال کیا متعہ مشروع تھا کہ جب ضرورت ہو رات دو رات کیواسطے
عورت کر لیا کریں — اب سنی کہتے ہیں کہ پیچھے یہہ حکم منسوخ ہو گیا اور شیعوں
کے نزدیک بدستور مشروع اور موجب ثواب ہے — اسی واسطے بڑے بڑے

نامی دیندار شیعے اس سنت کو ادا کرتے اور ایسی عورتیں رکھتے ہیں ۔ بہر حال خواہ
وہ حکم منسوخ ہوا یا نہیں لیکن ایسا حکم شریعت محمدیہ میں ہوا ۔ اور اگر بغور دیکھو تو متعہ
اور نکاح میں تھوڑا ہی فرق ہے ۔ متعہ میں عورت کے رکھنے کی مدت پہلے
مقرر ہوتی ہے اور نکاح پہلے بلا قید مدت ہوتا ہے لیکن مرد کو اختیار ہے کہ جب چاہے
اُسے چھوڑ دے اور عورت بھی مرد کو راضی کر کے جدا ہو سکتی ہے ۔

اِسی طور قرآن و حدیث میں جا بجا مسلمانوں کو حکم ہے کہ صرف آپس میں
محبت رکھو باقی دوسرے مذہب والوں سے چاہے کتاب الٰہی سابق کے
ماننے والے ہی کیوں نہوں اُنسے بھی دوستی نہ رکھو بلکہ ہر طرح دوسری قوموں
کے لوگوں کو تنگ کرو اور ستاؤ اور جہاد کے جو احکام ہیں وہ قابل غور ہیں
کہ کیسے ظلم اور زبردستی کرنے کو عمدہ ترین عبادت بتلایا اور تشدد اور سختی کو
ارکان دین میں قرار دیا ہے ۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ۔

پس اے بھائیو آپ ہی اپنے دل میں انصاف کریں کہ کیا ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ
اپنے وہ پاک و نیک حکم منسوخ کر کے محمدی ان حکموں کو جاری کرے ۔ کیا
ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ جس نے انسان کو روز بروز تعلیم و تربیت دیکر اُسکو
اپنی کامل شریعت عنایت فرمائی تاکہ سب لوگ کمال حاصل کریں اب وہ اُسکو
رد کر کے ایسی ناقص اور کچی شریعت کو جاری کرے جو اُسکی پاک و نیک ذات

سے کے برخلاف ہی ÷ شاید خیال کرو کہ احکام سابق ایسے مشکل و دشوار تھے کہ انکی تعمیل نہیں ہو سکتی ہی — تو کیا خدا تعالی نے پہلے ہی سے ایسے حکم دیئے تھے کہ اب پشیمان ہو کر اسکو منسوخ کر دیئے یا اُسنے عمداً جان بوجھکر ایسا جبر ان پچھلوں پر کیا اور ناممکن کو بتلایا کہ کوئی اُسکو نہ کر سکے اس لیئے اب وہ بیکار نامقصود ہوکر موقوف کیئے گئے — نعوذ باللہ منہا ÷

الغرض شریعت اخلاقی جو قرآن و حدیث میں مذکور ہوئی کسی طور ممکن نہیں کہ کہ ناسخ شرائع کتاب مقدس کی ہووے ÷

اب باقی رہی توریت کی ظاہری شریعت یعنی جو یہودیوں کی رسم عادات اور دستوروں سے متعلق ہی اور وہ خود بذاتہ نہ نیک ہی نہ بد بلکہ حکم ہونے سے واجب التعمیل ہو گئی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا — وہ بھی دو قسم کی ہی ÷

اوّل وہ شریعت ظاہری جو یہودیوں کے طریق عبادت اور اُسکے آداب سے متعلق تھی — وہ سب دستور اور رسمیں اشارات و علامات و کنایات عبادات روحانی کے تھے جو بوسیلہ خداوند یسوع مسیح ظہور میں آئیں — اُن سے یہہ بھی غرض حاصل ہوتی تھی کہ بنی اسرائیل بت پرستوں کی رسم و رواج مذہبی سے کنارہ کش ہوں اور اُن سے ممتاز ہوں جو اُس جگہہ بلکہ تمام عالم میں پھیلے تھے

پس جب ظاہری دستور اور طریق عبادت جو توریت میں مذکور اور مسطور ہوئی

بنی اسرائیل تعمیل کرنے لگے اور عبادت الہی کے خوگر اور عادی ہوئے
اور تمام بت پرستوں سے جدا ہوئے اور خدا تعالی کی بتلائی ہوئی اُس
شریعت کے مطابق عبادت بجالانے لگے تب خدا تعالی نے اُن
سب کی باطنی حقائق و معارف کو بعینہٖ و بجنسہٖ ہو بہو بوسیلہ خداوند یسوع مسیح
کے ظاہر کر دیا اور جن جن باطنی اور حقیقی چیزوں کی تصویر اور نقشہ اور سایہ اور
نشان بذریعہ توریت انسان کو دکھایا تھا وہ آپ نمودار و آشکار ہوئیں - لہذا آب
آمد تیمم برخاست - وہ سب رسم و دستور ظاہری موقوف ہوئے اور عبادت
روحانی بجائے اُسکے مقرر ہوئی ؛

چنانچہ خدا تعالی نے توریت کے بعض صحائف میں ایسا فرمایا بھی تھا
کہ ایسے دن آوینگے کہ عبادت ظاہری کے بدلے باطنی اور روحانی عبادت
مقرر ہوگی جیسا کہ حضرت یرمیاہ نبی کی معرفت فرمایا تھا - صحیفہ یرمیاہ باب ۳۱ آیت ۳۱
سے ۳۳ تک (۳۱) دیکھ وہ دن آتے ہیں خداوند کہتا ھے کہ میں اسرائیل کے گھرانے
اور یہوداہ کے گھرانے سے نیا عہد باندھونگا - (۳۲) اُس عہد کے موافق نہیں
جو میں نے اُنکے باپ دادوں سے باندھا جس دن میں نے اُنکی دستگیری
کی کہ زمین مصر سے اُنھیں نکال لاؤں اور اُنھوں نے میرے اُس عہد کو توڑا
باوجودیکہ میں اُنکا شوہر تھا خداوند کہتا ھے (۳۳) بلکہ یہہ وہ عہد ھے جو میں

اسرائیل کے گھرانے سے باندھونگا اُن دونوں کے بعد خداوند فرماتا ھے میں اپنی شریعت
کو اُنکے اندر رکھونگا اور اُنکے دلپر اُسے لکھونگا اور میں اُنکا خدا ہونگا اور وے میرے
لوگ ہونگے ؛

پھر باب ۳۲ میں ارشاد ھے (۴۰) اور میں اُنکے ساتھہ عہد ابدی باندھونگا
جو میں اُن سے نہ اُٹھاؤنگا کہ اُن سے نیکی کروں اور میں اپنا خوف اُنکے دلمیں رکھونگا
کہ وے مجھسے پھر نہ جائیں)

پھر جب وقت پورا ہوا اور اُن سب باتونکا ظہور ہوا تب خداوند تعالی نے
اپنے مقدس رسولوں کی معرفت ارشاد فرمایا کہ یہہ ہی عہد جدید ھے جسکا
وعدہ میں نے فرمایا تھا چنانچہ نامۂ عبرانیاں کے باب ۸ وغیرہ میں مسطور ھے
اور خاص اُن ظاہری رسوم عبادت کے باب میں ارشاد ہوا کہ وہ سب آنے
والی نعمتوں کی پرچھائیں تھیں نہ اُن چیزوں کی حقیقی صورت اور یہہ کہ وہ سب
آنیوالی نعمتیں خداوند مسیح کے ذریعہ مرحمت ہوئیں ؛

پس جملہ احکام توریت جو ظاہری رسوم وطریق عبادت سے متعلق تھے
نہ اس واسطے موقوف ہوئے کہ گویا وہ بیکار و بیمصرف تھے بلکہ جس طور وہ بوقت
تقرر مفید و مناسب اور پُرمصلحت و حکمت تھی تعلیم بنی اسرائیل اور تربیت علم
الہی کے واسطے ایسے ہی اُنکی موقوفی بھی نسبت لائق و شایان شان اُس حکیم برحق

کی ہوئی - جیسا کہ ذیل میں چند نظیر اُسکی مرقوم ہونگی ◆ آب ملاحظہ کیجیے کہ قرآن وحدیث پھر عبادت ظاہری اور جسمانی مقرر کرنا چاہتے ہیں پس اگر اُس عبادت کو تسلیم کیا جاوے تو کیا مدعا ہوگا یہی کہ گویا خدا ے تعالیٰ نے پہلے توریت کے ذریعہ ایک شریعت اور طریق عبادت ظاہری بتلائی اور جب اُسکو کامل کرکے عبادت باطنی و روحانی مقرر کی اُسکے بعد اب پھر باطن سے ظاہر کی طرف اور حقیقت سے مجاز کی طرف اور اصل سے نقل کی جانب اور روحانی سے جسمانی کی سمت اور مشارٌالیہ سے اشارہ کی طرف اور معنی سے صورت کی جانب پھیرتا ہی تا کہ لوگ رجعت قہقری کریں اور منزل مقصود سے بے نیل مقصود واپس جاویں اور ایسا کرنا بالکل مناقض و مخالف حکمت اُس حکیم علی الاطلاق کے ہی ◆

اسکے سوا یہہ بھی واضح ہووے کہ شریعت توریت کا مدعا اور مقصد نہایت عمدہ اور مناسب تھا با انتظام تمام - جنکی حقیقت اور ماہیت جو بذریعہ خداوند مسیح ظاہر ہوئی بلا شبہہ و شک ضروری اور افضل اور اکمل تھی - مگر رسوم عبادت محمدیہ میں وہ بات بالکل مفقود ہی کہ بعضی رسمیں تو شریعت توریت کی اُنکا مدعا نہ سمجھکر بلکہ رسمی و رواجی تصور کرکے تھوڑا تبدیل و تغیر کرکے بتلائیں اور بہت سی بت پرستوں وغیرہ کی رسوم و طریق کو ادنی فرق و تفاوت کے ساتھہ بدستور

جاری رکھے ہیں — چنانچہ بطور نمونہ چند مثال ذیل میں مرقوم ہوتی ہیں ✝
جیسا کہ ملاحظہ کیجیئے کہ توریت میں حکم تھا کہ آدمزاد بخشش معاصی اور گناہوں
کی بخشایش کے واسطے بے عیب جانوروں کی قربانی بتر ادا و ضوابط
چند کیا کریں — مگر صاف واضح ہی کہ جانوروں کی قربانیوں اور گناہوں کی
معافی سے کیا مناسبت ہی بلکہ مراد و مدعا اُس سے ایک قربانی عظیم الشان
تھی اور مقصد و مطلب اُسکا صرف خدا کے بے عیب برّے خداوند مسیح
کا فدیہ اور کفارہ تھا جو جہان کے گناہوں کا اُٹھانے والا اور ہم گنہگاروں
کی عوض صلیبی موت سے مظلوم و مقہور قتل ہونے والا تھا جیسا کہ ہزارہا
برس پیشتر سے خدا تعالی نے اُسکے نمونے اور نشان اور علامت انسانوں پہ
ظاہر فرمائیں اور صدہا سال پہلے سے حضرت داؤد و اشعیا نبی کی معرفت
اُسکی صاف صاف پیشین گوئی فرمائی — اور جب وہ قربانی ہو چکی خدا تعالی
کے برگزیدہ رسولوں نے جا بجا اُسی کی منادی کی اور انجیل میں جا بجا
اُسکی بشارت دی کہ وہ قربانی عظیم جسکے نشان پہلے مقرر تھے اور جسکی
خبر سابق میں دی گئی تھی وہی ایک مقبول قربانی گذرنے سے ایماندار لوگ
پاک ہوتے اور مقدس لوگ ہمیشہ کے لیئے کامل ہوتے ہیں ✝
الغرض خداوند مسیح کی قربانی جو حقیقت اور ماہیت اُن ظاہری نشان قربانیوں

کی بھی ہو چکی کہ جو اُسپر پورا ایمان لاوے اور اُس فدیہ اور کفارہ کو بدل قبول
کرے اُسکے واسطے یہی حقیقی اور اصلی قربانی تمام گناہوں اور بیشمار نافرمانیوں
سے پاک کرتی ہے — پس اُسکے نشانوں اور نمونوں اور اشاروں کے عمل
میں لانے کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے اب خدا کے بندوں کو اُس قربانی
پر کلی ایمان رکھنا اور پورا بھروسا کرنا اور بجناب ارحم الراحمین ابدالآباد شکر و حمد کرنا
واجب و فرض ہے اور بس ؛

مگر دیکھیے کہ شریعت محمدی میں اُسکا کچھ ذکر نہیں بلکہ پھر جانوروں کی قربانیاں
مقرر کی ہیں — پہلے عتیرہ تھا یعنی وہ قربانی جو مکہ کے بُت پرست ماہ رجب میں
کیا کرتے تھے اور فرع یعنی پہلوٹے بچے کا قربان کرنا — پھر یہہ حکم بھی منسوخ
کر دیا اور اضحیہ یوم النحر واجب ٹھہرایا در حقیقہ مسنون ہوا ؛

پس اے بھائیو مقام غور ہے کہ ایسا کرنا من جانب اللہ متصور ہو سکتا ہے —
ہرگز ہرگز نہیں — کہ جس حالت میں خدا تعالی اپنی پیشینگوئی سے ہزاروں
برس تک اُس قربانی اعظم کے نشان اور نمونے لوگوں کو سکھاوے
اور انبیاے کرام کی معرفت اُسکے ظہور میں آنے کی خبر دیوے اور
جب وہ قربانی مقبول ہووے اُسکی منادی تمام جہان میں کراوے اور تمام جہان
کے گنہگاروں کی نجات صرف اُسی کے ذریعہ بتلاوے اور بعدہ پھر بھیڑ بکری اور

بیل گاے اور اونٹ ذبح کرنے کا حکم دے اور یہہ دعا سکھاوے کہ (اللهما
بلحمي ودمها بدمي وعظمها بعظمي وغيره) جو مسلمان پڑھتے ہیں یعنی کہ اِسکا گوشت
میرے گوشت کی عوض اور اُسکا خون میرے خون کی عوض اور اُسکی ہڈی میری
ہڈی کی عوض — اور اِس طرح سے اسکو قبول کرے اور اپنے عزیز و ہمتا بیٹے
کے فدیہ اور کفارہ کو منسوخ کردے +

پھر توریت میں غسل و طہارت ظاہری بدن دھونے وغیرہ کو حکم تھا مگر مدعا
اُسکا یہہ تھا کہ انسان کو معلوم ہو کہ جس طور جسم کی صفائی پانی سے ہوتی ہی اسی
نہج روح بنی آدم کی بہ نسبت جسم کے زیادہ تر محتاج طہارت اور پاکی کی ہی جسکا بیان
مفصل و مشرح و مکمل یعنی طہارت باطن و تصفیہ دل و تزکیہ قلب کا حال بخوبی تمام خداوند
یسوع مسیح کے وسیلہ ہوا اور بایمان مسیحی بذریعہ ہدایت روح القدس حاصل ہوتی ہی
پس ہر چند ایماندار حقیقی جو طہارت قلبی حاصل کرتا ہی اُسکو جسم و جامہ و مکان
وغیرہ کی صفائی بھی ضرور ہی اسلیئے کریگا مگر نہ اس غرض سے کہ گویا اِس شستشو سے
ظاہری سے اُسکی روح پاک ہو سکتی ہی یا اُسکے ذریعہ نجات ہو سکتی ہی حاشا و کلا +
مگر شرائع محمدی میں بھی غسل و وضو واجب فرض ٹھہرایا اور اُسکی بابت عجیب و غریب
احکامات جاری کیئے ہیں کہ جو شخص شرائط و ترتیب معینہ کے بموجب وضو کرتا ہی اُسکے
تمام گناہ دُھل جاتے ہیں اور وضو کرنیوالا جملہ معصیتوں سے پاک و صاف ہوجاتا ہی

اور پھر اس شست وشوی ظاہری کو شرط نماز ٹھہرایا ہے حتی کہ بدون اُسکے نماز درست

نہیں اور خداے تعالی کے یہاں مقبول نہیں +

پس فرماے کہ اگر شریعت محمدیہ کو من جانب اللہ تصور کریں تو ان احکام کی نسبت کیا

خیال کیا جاوے یہی کہ گویا خداے تعالی نے پہلے توریت میں شست وشوی ظاہری

مقرر فرمائی اور بعد بذریعہ انجیل اُسکے بجاے پاکی باطن مقرر کی کہ وہی اُسکا مدعا اور مقصد

تھا اور اب پھر اُسکو رد کرتا ہے اور پھر طہارت ظاہری بدنی ولباس ومکان کی پاکی کو بجاے

باطنی کے مقرر کرتا ہے یا یہہ کہ گویا یہہ سب احکام اُسکے بے معرفت ہیں کبھی مقرر کرتا ہے

پھر موقوف کرتا ہے اور اب پھر جاری کیے ہین مگر ایسا گمان بہ اُس ذات مقدس کی

نسبت خلاف ہے لہذا یہہ احکام ظاہری پاکی کے جو قرآن وحدیث میں مذکور ہیں ہرگز

خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتے ہیں +

ہے ششم بیت المقدس جو شہر یروشلیم میں بحکم الہی یہودیوں کے واسطے معبد اور

قربانگاہ بنایا گیا تھا جہاں جناب باری جل جلالہ نے علامات بینہ سے ایسا ظاہر فرمایا

کہ گویا وہ خالق زمین وآسمان وہاں سکونت کرتا اور رہتا ہے سو وہ مکان نمونہ اور نشان

جسم اطہر خداوند مسیح کا تھا اور اسکا یہہ بھی اشارہ اور مطلب تھا کہ دل انسان منزل و

مقام ومسکن خداے کریم ورحیم ہووے ـ پھر جب وقت معین پر خداوند مسیح کا ظہور

قالب انسانی میں ہوا اور اُس روح الہی قدوس نے کالبد خاکی اور خانۂ تن کو مشرف

فرمایا اور ہنوز فوق السماء حي القیوم موجود و برقرار ہی اور بروز حشر پھر اِس جہان میں
بکمالِ عظمت و جلال ملائکہ مقربین و جماعت مقدسین ہمرکاب لیئے تشریف فرما
ہوگا اور ہر شخص مومن کا دل عقیدت منزل بشرف ایمانِ مسیحي بیت اللہ و خانہ خدا بنتا ہی
لہذا اب حاجت خانہ سنگي کي نہیں - چنانچہ اِسیواسطے خداے تعالی نے بعد
عروج خداوند مسیح کے اُس ہیکل اور معبد کو یعني بیت المقدس کو برباد کردیا اور
اینٹ پر اینٹ نرہي چنانچہ اسکا بیان واضح انجیل میں مذکور ہی ؛

مگر اب شرائع محمدي میں پھر ایک مکان کو خانہ خدا ٹھہرایا ہی اور نہ صرف یہہ کہ
اُسمیں مسلمان جاکر عبادت کریں بلکہ اُن پتھروں کي طرف شرق و غرب و جنوب
و شمال سے سجدہ کریں - پہلے محمد صاحب جب مکہ میں تھے کعبہ کي طرف سجدہ ہوتا
تھا جب مدینہ پہنچے بیضاوي لکھتا ہی کہ یہودیوں کي تالیف قلوب کیواسطے
بیت المقدس کي طرف سجدہ کرنیکا حکم ہوا اُسکے بعد وہ حکم بھي منسوخ ہوا اور پھر
کعبہ کو سجدہ کرنیکا حکم جاري ہوا جو شہر مکہ میں بت پرستانِ عرب کا مندر تھا —
جسکو محمد صاحب نے اپنے وقت کے بت پرستوں کے ساتھ ملکر از سر نو
بنایا تھا اور جس میں بڑے بڑے نامي بت اور مورتیں رکھي تھیں جسکي پوجا بتیرے
قریش اور دوسرے بت پرست کرتے اور سال بسال اُسکي جاترا ہوتي اور جوق جوق
عرب کا میلہ وہاں ہوتا تھا - اُسي بتخانہ کے پوجاري اور پروہت محمد صاحب کے

آباواجداد تھے ۔ سو مسلمانوں کو بھی حکم ہوا کہ ان بت پرستوں کی تمام رسوم اور دستوروں کی تعمیل کریں جیسے پرکرما دینا ۔ دوڑنا ۔ کنکڑی پھینکنا ۔ پہاڑ پر چڑھنا ۔ بھدراکرانا ۔ ایک کالے پتھر کو چومنا اور سر اُسپر رکھنا اور دوسرے اُسکی طرف جُھکنا ۔ ایک کوئے یعنی زمزم کا پانی تبرک پینا وغیرہ ۔ ہاں کچھ ادنیٰ سا فرق اُن رسوم میں کر دیا ورنہ بدستور وہی رسمیں قائم رکھیں ۔ اور یا یہہ کہ آخر کو جسکے تھوڑے ہی دنوں کے بعد محمد صاحب نے انتقال کیا ھی مسلمانوں کا تسلط مکہ میں ہوا اُسوقت وہ بت جو اُسمیں رکھے تھے نکالے گئے مگر سجدہ اُس طرف متواتر رہا ❊

پس بھائیو خیال کرو کہ ان سب باتوں کا کیا مدعا ھی ۔ توریت اور انجیل کے ملانے سے دریافت ہوتا ھی کہ پہلے خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تعلیم دینے اور پاک دین سکھانے کو بیت المقدس بنوایا کہ انکا قربانگاہ اور عبادتخانہ ہووے اور اپنی عظمت و جلال کا ظہور وہاں متواتر دکھایا اور جب لوگ اِس طور تعلیم یاب ہوئے اور خداشناسی اور عبادت حقیقی تعلیم پانے کے لائق ہوئے تب اُنکو جسمانی اور ظاہری عبادت سے چھوڑا کر تکمیل باطن اور عبادت روحانی کی تلقین فرمائی ۔ بھلا پھر اگر تسلیم کیا جاوے کہ شریعت محمدیہ بھی حق ھی تو کیا خدا تعالیٰ روحانیوں کو جسمانی اور باطن پرستوں کو ظاہر پرست بناتا ھی

اور کامل تعلیم سے ناقص تلقین کرتا ھی فتامل ٭ شاید کوئی ان ضعف اور احاد بلکہ منکر حدیثوں کو سچ جانے کہ گویا کعبہ کی بنیاد تو فرشتوں نے اور حضرت آدم نے کی ھی جنکا مسلمانوں میں سے بھی معتمد اور مشہور قدیم علما نے انکار کیا ھی اور لکھا ھی کہ یہہ حدیثیں نامعتبر ہیں ۔ یا کوئی قرآن و حدیث کی اس بات کو پیش کرے کہ گویا کعبہ کو حضرت ابراہیم نے بنایا تھا اور اسوقت سے عبادتخانہ ھی اور بیت اللہ حالانکہ کتاب مقدس سے اسکا ثبوت نہیں بلکہ خلاف اسکے ظاہر ہوتا ھی کہ حضرت ابراہیم کبھی اسمعیل کے پاس عرب کو نہیں گئے بلکہ اسوقت برابر ملک کنعان میں ہی رہے ٭

لیکن ان باتوں سے قطع نظر کرکے اور اس امر خارج از بحث کو اسوقت موقوف کرکے عرض کیا جاتا ھی کہ اگر بالفرض ملائکہ و حضرت آدم و ابراہیم ہی نے اس گھر کو بنایا تھا اور تمام جہان کا مسجود تھا اور مقام حج و زیارت تو بھی قابل سمجھنا ھی کہ حسب ادعاے قرآن و حدیث کے پہلے خداے تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و اسمعیل کے بعد تک تو خانہ کعبہ کو مسجود خلائق و بیت اللہ قرار دیا پھر اسکو چھوڑ بنی اسرائیل کا معبد بیت المقدس ٹھہرایا اور اسکو بیت اللہ بتلایا پھر انجیل سے اسکی پابندی موقوف ہوئی بلکہ عبادت روحانی اور باطنی کا حکم ہوا اسکے بعد پھر کعبہ معبد و قبلہ مقرر ہوا اور جسمانی و ظاہری عبادت کا بجالانا

سب پر فرض ہوا بعدہ وہ بھی منسوخ ہوا اور بیت المقدس کی طرف سجدہ کرنیکا
حکم ملا پھر یہہ حکم بھی منسوخ ہوا اور پھر کعبہ قبلہ قرار دیا گیا اور جو بہ بیمین وہاں کے
بُت پرست لوگ کیا کرتے تھے وہی قرار پائیں - پس زیادہ گفتگو کی حاجت
نہین ھی آپ ہی صاحب اپنے دلوں میں انصاف فرمائیں کہ ایسے احکام خدائے
علیم وحکیم وغیر متغیر وقادر مطلق کی ہو سکتی ہیں ✣

اسیطور بزمانہ سابق بنی اسرائیل کو ختنہ کرنے کا حکم ہوا تھا وہ نمونہ اور
نشان اس امر کا تھا کہ انسان ہوا وہوس وخواہشہائے نفسانی کو دل سے
قطع کرے جیسا کہ اب بتعلیم انجیل وایمان مسیحی کے حقیقی اور روحانی اسرائیلی یعنے
سچے مسیحی کی علامت اور نشان یہی ھی کہ بفیض ہدایت روح القدس دلی مختون
ہوتا ھی لہذا حاجت ختنہ ظاہری باقی نہیں رہی جیسا کہ انجیل میں جا بجا اس
بات کو مشرح بیان کیا ھی ✣

مگر اب شریعت محمدیہ میں ظاہری ختنہ کرنے کا سب کو حکم دیا ھی
جسکی تعمیل ضرور ھی - مگر ایسا حکم ہرگز من جانب اللہ نہیں ہو سکتا ھی جیسا کہ
احکام بالا میں گذرا ✣

اسیطور بنی اسرائیل کے واسطے توریت میں کئی جانوروں کے کھانے
کو اجازت دی تھی اور بعضوں کو منع کیا تھا - پس انکی حلت وحرمت اسباب عشت

سے نہیں کہ گویا اُنکا کھانا یا اُنکا نہ کھانا بذاتہ نیک و بد ہو جیسا کہ سابق ازیں اوائل نیاز نامہ
ہذا میں مذکور ہوا۔ بلکہ محض اِن وجوہات سے کہ اُن نادانوں کو تعلیم دیجاوے اور
بجا آوری احکام الٰہی کے خوگر ہوں اور یہہ بھی کہ وہ قوم اس قسم کی ظاہری رسوم کے
پابند ہوکر دوسری بت پرست قوموں سے ممتاز ہوں اور علاوہ اِسکے خدا تعالی
نے اُن نادانوں کو جملہ ماکولات و مشروبات و ملبوسات ایسے حلال بتلائے جو
اُس قوم کے واسطے صحت بخش و عافیت دہ تھے اور جو چیز اُنکے جسم یا جان یا
مال کے واسطے مضرت رسان اور تکلیف دہ تھیں اُنکی ممانعت فرمائی +

پس جب لوگوں نے تعلیم پائی اور علم الٰہی میں استعداد بہم پہونچائی اور قابل
تحصیل باطنی و روحانی پاکی اور نیکی کے ہوئے اور حاجت تخصیص کسی قوم کی نہ رہی
بلکہ عموماً ہر فرقہ و ملت کے واسطے دین الٰہی مقرر ہوا اور تمام عالم کو اُسکی بشارت
دی گئی اور اُسکے سوا دنیاوی کاروبار میں بھی ہوشیاری و دانشمندی حاصل ہوئی
تو ضرورت پابندی اُن احکام کی نہ رہی اور اُنکی حلت و حرمت کی قید باقی نہ رہی +

البتہ جس شے کا کھانا یا پینا یا استعمال کرنا موجب نقصان یا مضرت یا تلف روح
یا جان یا جسم یا مال کا ہو وہ اب بھی حرام ہے +

مگر شریعت محمدیہ بہت سے ماکولات و مشروبات و ملبوسات کے کھانے
پینے یا استعمال میں لانے کو موجب حسنات و ثواب یا حلال و حرام قرار دیتے

ہیں جو اُس حساب میں نہ اُس شمار میں ہیں ✤ الغرض توریت کی شریعت ظاہری یا
جو یہودیوں کے ظاہری اعمال یعنی طریق عبادت یا رسم و آداب سے متعلق تھی یا
وہ انجیل سے علی وجہ التکمیل پوری ہو چکی اور تمام ظاہری باتیں باطنی اور روحانی
امروں سے بدل گئیں نہ اُس طور پر کہ گویا وہ بیکار و بیصرف تھیں بلکہ بخوبی عیاں
ہوتا ہے کہ وہ سب اُسوقت اور اُن لوگوں کے واسطے مفید اور مناسب اور ضروری
تھیں پھر جب وہ وقت پورا ہوا اور وہ حالت اُنکی نہ رہی اور اُن سب باتوں کے
ظہور کا زمانہ پہنچا جنکے نمونے اور نشان اور کنایے اور اشارے اور تمہید اور
مبادی تھے تب اصلی اور حقیقی اور مدعا اور مطلب اور معنی کی تکمیل فرض و واجب ہوئی ✤
مگر قرآن و حدیث میں اسکے بالعکس و خلاف پھر ظاہری اور رسمی دستورات
قائم اور جاری کیئے ہیں جنکا ناسخ تصور کرنا ہرگز ممکن نہیں ہے ✤

توریت کے دوسرے ظاہری احکام وہ تھے جو یہودیوں کے انتظام سلطنت
اور قوانین حکومت و ریاست سے متعلق تھے پس بوقت ظہور خداوند مسیح و تعلیم
انجیل اُنکی سلطنت جاتی رہی اور یہودی پراگندہ و منتشر ہو گئے - اب اُن قوانین
کی پابندی جو محض اُن لوگوں اور اُس ملک سے مخصوص تھی دوسری قوموں اور
ملکوں کو ضرور نہیں ✤

القصہ توریت میں جو شریعت مسطور ہے خواہ شریعت ظاہری یا باطنی دونوں

کی دونوں انجیل مقدس سے کامل اور پوری ہوئیں اس طور پر کہ جو امر توریت میں مجمل و مختصر تھے انجیل میں اُنکی تفصیل و تشریح فرمائی یا جن باتوں کو اپنی پوری مرضی کو پچھلے زمانہ میں جب انسان غایت جہالت اور ابتر حالت میں تھا ظاہر نہ کیا تھا انجیل میں کامل اور پوری مرضی اپنی ظاہر کی یا جو رسوم عبادت وغیرہ زمانہ سابق میں بنظر نادانی و کم فہمی و کم عقلی اُسوقت کے لوگوں کے بطور نمونہ و مثال و نشان و علامت بتلائیں اور مقرر کی تھیں اُنکو بجنسہ ہوبہو آخر زمانہ میں ظاہر کیا۔ اور اُن معموں اور مستتر باتوں کا مدعا اور مطلب اور مقصد انجیل میں ظاہر کیا۔ اور ظاہر کو باطن کر دکھایا اور جسمانی کو روحانی سے جو مطلوب و مقصود تھا بدل گیا۔ اور اِس طور تمام مرضی الٰہی انسان پر بتدریج و ترتیب ظاہر و منکشف ہو گئی اور تمام شریعت و احکام خدا علیٰ وجہ الکمال بیان و عیاں ہوئے ؞

مگر شریعت محمدیہ جسکو مسلمان ناسخ شرائع و احکام کتاب مقدس بتاتے ہیں ہرگز ہرگز ناسخ اُسکی نہیں ہو سکتی ہے نہ احکام کلی میں نہ جزئی میں کہ اگر اُسکو ناسخ تصور کریں بلاریب کامل کو ناقص اور حق کو باطل اور باطن کو ظاہر کے ساتھ بدلنا اور احکام و مرضی الٰہی کی تردید و بطلان ہوتا ہے۔ لہذا قرآن و حدیث کے احکام کسی طور ممکن نہیں ہے کہ ناسخ شریعت کتاب مقدس کے ہوں ؞

اور یہہ بھی واضح ہوا کہ وہ مباینت اور نقیض جو قرآن و حدیث کے اخبار

وقصص و اصول ایمانیہ وارکانِ دین واحکام کو کتاب مقدس کے مطالب و مقاصد وشرائع کے ساتھ ہیں وہ دعویٰ نسخ سے رفع نہیں ہو سکتی ہیں بلکہ صاف واضح ہوتا ہی کہ اگر کتاب مقدس کی تعلیمات وہدایات من جانب اللہ ہیں تو قرآن وحدیث اُسکی طرف سے نہیں ہو سکتے ہیں +

عرض مکرر

علاوہ اُن سب باتوں کے جو اوپر مذکور ہوئیں جنسے یقین کُلّی ہوتا ہی کہ قرآن وحدیث محمّدی ہرگز کتاب مقدّس کے ناسخ نہیں ہو سکتے ہیں نہ تمام کتاب کے نہ انجیل کے نہ اُسکی تمام شرائع کے نہ کسی جزئی حکم کے ـ

کتاب مقدس اور انجیل کبھی منسوخ نہیں

دوسری دلیل جس سے یقین کامل ہوتا ہی کہ انجیل شریف کبھی منسوخ نہوگی بلکہ اُسکی تمام تعلیمات ہمیشہ قائم وبرقرار وجاری وساری رہینگی یہہ ہی کہ توراۃ وانجیل میں ارشاد ہوا ہی اور آیات بیّنات میں فرمایا ہی کہ عہد جدید کے احکام وتعلیمات تا قیام زمین وآسمان جاری رہینگے اور ہرگز منسوخ نہونگے +

چنانچہ اوپر جو چند آیات صحیفہ یرمیاہ کی مذکور ہوئیں جن میں خداے تعالیٰ نے خبر دی کہ بنی یہوداسے نیا عہد باندھونگا اور وہ عہد مثل عہد عتیق کے ظاہری عبادات کا نہوگا بلکہ باطنی اور روحانی عبادات کا ہوگا جسکی بابت انجیل میں فرمایا کہ وہ عہد یہی ہی جو معرفت خداوند مسیح کے مقرر ہوا ـ اُسکی نسبت

اُنہي صحیفہ یرمیا میں یہہ بھي ارشاد ہوا (باب ۳۲ آیت ۴۰) کہ میں اُنکے ساتھہ عہد ابدي باندھونگا جو میں اُن سے نہ اُٹھاؤنگا *

پھر انجیل میں ارشاد ہوا۔ متي باب ۲۴ آیت ۳۵ (آسمان اور زمین ٹل جاوینگے پر میری باتیں نہ ٹلینگي) اور اِسیطرح مرقس باب ۱۳ آیت ۳۱ اور لوقا باب ۲۱ آیت ۳۳ میں مرقوم ہے *

پس اِسمیں خداوند نے صاف صاف فرمایا کہ آسمان اور زمین ٹل جاوینگے پر میري باتیں یعني خداوند کا کلام جو انجیل سے مراد ہے نہ ٹلیگا یعني زائل یا باطل یا منسوخ نہوگا۔ اور اِس آیت میں لفظ عام لکھا ہے کہ میري باتیں اُس سے مراد تمام ارشاد خداوند ممدوح ہیں نہ کوئي خاص بات کہ یہہ یا وہ *

پھر یوحنا کی انجیل کے باب ۵ آیت ۲۲ سے ۲۴ میں مرقوم ہے (باپ کسیکي عدالت نہیں کرتا بلکہ اُسنے تمام عدالت بیٹے کو سونپ دي ہے ۲۳ تاکہ سب بیٹے کي عزت کریں جیسے باپ کي کرتے ہیں جو بیٹے کي عزت نہیں کرتا ہے باپ کي جسنے اُسے بھیجا ہے عزت نہیں کرتا ہے ۲۴ میں تمھیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ میرا کلام سُنتا اور اُسپر جسنے مجھے بھیجا ہے ایمان لاتا ہے حیات ابدي اُسیکي ہے اور وہ عدالت میں نہیں آتا ہے بلکہ موت سے گذر کر زندگي میں پونہچا ہے) پس اِن آیات میں ارشاد ہوا کہ بروز قیامت بیٹا یعني مسیح عدالت کریگا اور یہہ کہ اُسکي عزت و اطاعت و فرمانبرداری

اور بندگی کریں اور یہہ کہ جو اُسکے کلام یعنی انجیل کو سُنتا اور مانتا ہی صرف وہی نجات حاصل کریگا پس اس سے صاف ظاہر ہی کہ انجیل کبھی منسوخ نہوگی ✣

پھر نامۂ گلاتیاں کے باب اکی آیت ۸ میں ہی (اگر ہم بھی یا آسمان سے کوئی فرشتہ کوئی خوشخبری تمھیں سُناوے سوا اُسکے جو ہمنے سُنائی وہ ملعون ہووے) پس اسمیں حواری صاف کہتا ہی کہ اُس خوشخبری کے سوا کوئی دوسری کتاب یا تعلیم سُناوے وہ ملعون ہووے ✣

اسیطور اور بھی کتنی آیات بیّنات ہیں جنسے صاف ظاہر ہی کہ انجیل وہ کبھی منسوخ نہوگی ✣

پس مسلمانوں کا یہہ دعوی کہ قرآن سے انجیل منسوخ ہوگئی یا اُسکے احکام منسوخ ہیں بالکل باطل ہی۔ اور نہ اس تاویل سے کہ گویا توراۃ و انجیل قرآن سے اور اُنکے شرایع و احکامات شریعتِ محمدیہ سے منسوخ ہوگئے ہرگز وہ مخالفت و مباینت رفع ہو سکتی ہی جو مضامین قرآن و حدیث کو مطالب و مقاصدِ کتاب موصوف کے ساتھہ بکثرت و شدت ہی ✣

خاتمہ

آب ای دوستو عزیزو اور بزرگو خلاصہ التماس خیرخواہ کا آپکی خدمتوں میں یہہ ہی کہ آپ ان سب امروں کو بخوبی خوض و تفکر کے ساتھہ بلا تعصب و طرفداری

خاتمہ

احدے بلا لوث د نفسانیت وبلا شائبہ انانیت ملاحظہ فرمائیں کہ یہہ دونوں
دعوے یعنی تحریف وتنسیخ کتاب مقدس کے بالکل بے بنیاد و بلا دلیل ہیں
بلکہ بخوبی تمام واضح وآشکار ہی کہ کتاب مقدس بجنسہ وبعینہ جملہ تعلیمات وہدایات
واحکامات واخبارات میں اب اور ہمیشہ سے یکساں اصلی ہی اور یہہ بھی کہ وہ
ہرگز منسوخ اور رد اور باطل نہیں ہو سکتی ہی ❊

پس اِس حالت میں کہ قرآن واحادیث اس کتاب کو سچی اور کلام اللہ بتلاتے
اور جامع جمیع فضائل وکمالات کا ظاہر کرتے ہیں اور خود ہی اُسکے مخالف کہتے اور اُسکی
ہدایات وتعلیمات واخبار کے مباین ومعارض اور مناقض سکھاتے ہیں اور بطور ظاہر
جسکی تصدیق کرتے بباطن اسی کی تکذیب کرتے ہیں تو اِس صورت میں قطعاً یقیناً
یہہ بات صاف معلوم ہوتی ہی کہ قرآن وحدیث محمدی بلا ریب خدا کی طرف سے نہیں ہیں
۔ بلا شک نہ قرآن خدائے عالم الغیب وغیر متغیر وصادق کا کلام ہی اور نہ حدیث اُسکے
الہام سے ہی ۔ (فاتقوا یا اولی الالباب) ❊

بھائیو اِس باب میں تغافل نفرماؤ بلکہ بخوبی غور کرو اور فکر آخرت سب سے مقدم جانو لیے
دلوں میں سوچو کہ جس حالتمیں قرآن وحدیث کی یہہ کیفیت ہی کہ وہ منجانب اللہ نہیں ۔
یقیناً دریافت ہوتا ہی کہ نہ وہ کلام اللہ ہی اور نہ یہہ بالہام خدا ہی تو پھر اُسکی تقلید کا کیا
نتیجہ اور اُسکی پیروی سے کیا حاصل ❊

اي عزيزو خوب غور کرو اور سوچو کہ جب قرآن و حديث خدا کي طرف سے نہيں جيسا کہ جا بجا بڑے مزيد احتياط آپ پر ظاہر کيا گيا ہي تو دين اسلام کيونکر حق ہو سکتا ہي اور محمد صاحب کيونکر رسول اللہ ہو سکتے ہيں ÷

پس بروز عدالت و يوم حساب خدا تعالى جسنے پيدا کيا ہي اور ہر طرح پرورش کرتا اور رزق ديتا ہي جب آپسے حساب ليگا اور ہر ايک بدي اور نافرماني کا جو متواتر اس عمر ميں ہوئي ہيں شمار ہوگا تو اُس دن خوب جان رکھو کہ نہ قرآن کي فصاحت آپکے کام آويگي اور نہ محمد صاحب کي شجاعت نہ انکو جرأت شفاعت کي ہوگي نہ اُسوقت کا پشيمان ہونا مفيد ہوگا بلکہ وہاں رونا اور دانت پيسنا ہوگا ÷

لہذا نہايت ضرور ہي کہ آج ہي اُسکي فکر کر لو اور ديکھو کہ خدا تعالى کا برحق کلام کونسا ہي جو خلق اللہ کي ہدايت کيواسطے ارحم الراحمين نے مرحمت فرمايا ہي جس ميں طريق نجات اور راہ ابدي حيات کي بتلائي ہي تاکہ اُس ہولناک روز غضب و قہر الہي سے رہائي پاؤ اور اُس خوشحالي و فارغ البالي لازوال اور خرسندي و ارجمندي دائمي کو حاصل کرو جسکا وعدہ يقيني اُسنے اپنے سچے طالبوں سے فرمايا ہي ÷ خداوند کريم و رحيم اپنے لا انتہا فضل عميم سے ميرے تمام دوستوں آشناؤں عزيزوں اور بزرگوں کو ايسي ہي توفيق ديوے کہ پورے دل سے سچي توبہ کريں اور اُسکے حقيقي کلام کے ذريعہ اس نجات و مغفرت تک جو اُسنے تمام بني آدم کيواسطے مقرر کي ہي پہنچيں اور اُسکي بے انتہا شفقت و رحمت ميں شامل ہوں آمين يا رب العالمين ÷

تمت

مزید اغلاط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٧	١٥	مخالفت	مخالف	٩٢	٥	غلطي	غلط
١٠	٨	كهنه	كسنه	″	٨	چاهيے	چاسيے
١٢	١٢	بڑهي	كتني بڑهي	٩٦	٥	بهي	بهي كي
١٤	١٦	آپ	اَب	١٠٤	٦	اِصطلاح	اِصطلاح
١٥	١٤	مين هون	نهي هو	١٠٨	١١	كے	بهي
٤٣	٣	خستي	حستي	″	١٥	كسي	كس
٤٥	١٠	خستي	حستي	١١٠	١	غلطي	غلط
٤٧	١١	سور	روز	١١١	١٢	غلاف	خدمت
٥٤	٥	اقسام	اقسام كے	١١٢	٣	اُنكو بهي	اُسكو بهي
″	٨	كے	كے سبب	١١٣	٨	يا اخلاق	يا اخلاقي
٥٥	٥	قبائل	قبائل	١١٤	١٣	بعض	محض
٦٨	٧	تيره	بيتره	١١٦	٤	لَمّا	لِمَا
٨٨	٨	مين	مين كه	″	٧	لَمّا	لِما
٩٠	١	كونسي	كون كونسي	″	٩	(كتاب الله)	(كتاب قدم) يعني خدا كي كتاب (كلام الله)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۷	۱۰	قَبِلَ	قَبْلُ	۱۳۰	۶	حَمَّلُوا	حُمِّلُوا
″	۱۶	نُوْرَ	نُوْرًا	″	۷	يَحْمِلُ	يُحْمَلُ
۱۱۸	۱	لِلْمُتَقِيْنِ	لِلْمُتَّقِيْنَ	″	۸	اَلْقَوْمُ	اَلْقَوْمَ
″	۱۹	اِذَا الْاَغْلَالُ	اِذِ الْاَغْلَالُ	۱۳۱	۱۲	لَتُبَيِّنَهُ	لَتُبَيِّنُنَّهُ
۱۱۹	۱	يَسْجُرُوْنَ	يُسْجَرُوْنَ	″	″	ظُهُوْرِهِمْ	ظُهُوْرِهِمْ
″	۷	يَمْسِكُوْنَ	يُمَسِّكُوْنَ	″	۱۳	وَاشْتَرَوْا	وَاشْتَرُوْا
۱۲۱	۵	جَزَاءٌ	جَزَاءُ	۱۳۵	۶	فِيْهَا	فِيْمَا
۱۲۲	۲	هُدًى	هُدًى	″	۱۰	لِلْكَاذِبِ	لِلْكَذِبِ
″	۱۲	كَلِفْنَا	كُلِّفْنَا	۱۳۷	۲	تَجْمِيْم	تَحْمِيْم
″	۱۳	اَنْزَلَ	اُنْزِلَ	۱۴۱	۶	مِيثَاقَهُمْ	مِيْثَاقَهُمْ
۱۲۳	۶	تَقِيْمُوْا	تُقِيْمُوْا	۱۴۳	۱۳	قَرْيَةٌ	ذُرِّيَّةٌ
″	۱۰	تَقِيْمُوْا	يُقِيْمُوْا	۱۴۶	۱	تَذْكِرَةٌ	تَذْكِرَةً
۱۲۵	۵	كَلَامُ	كَلَامَ	″	۱۶	دَفْعٌ	دَقْعٌ
۱۳۰	۶	مِثْلُ	مَثَلُ	۱۴۷	۱	خالجتہ	خالجته

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۷	۳	بمزاجیتہ	بمراجعیتہ	۱۷۰	۶	مستجاب الدعوٰ اور	مستجاب الدعوات ہونے اور اسکی
"	۱۵	پڑہ کر	پڑھکر	۱۷۱	۱۱	جواب	جواَب
۱۴۸	۱	اِسمیں کی	اِسمیں	۱۷۵	۱۶	لکھی	لکھی
"	۷	قومُ	قومِ	۱۸۱	۹	وہیں	وہی
۱۵۴	۱۶	النّبیِّ	النّبیُّ	۱۹۰	۱۴	کی نہایت	کی جو نہایت
۱۵۵	۴	رَجیلٍ	رُجیلٍ	۱۹۵	۱۱	ءالیف	تالیف
"	"	الی	اَلیٰ	۱۹۶	۳	ہجری	ہجری سے سینوں میں کون کونسی کتابیں
"	"	فسلت	فسکت				
۱۵۶	۱	بالوجہ	بوجہ	۲۰۱	۵	مطابقت	مطابق
"	۱۴	ہوں	ہو	۲۰۴	۱	ہوتا ہی	ہوتا ہی کہ کتاب موصوف
۱۶۲	۱۳	کہ اُن	کہ نہ اُن	۲۰۵	۳	نفسانی	نفسانیت
۱۶۳	۶	نشد الانشاد	نشید الانشاد	۲۱۲	۶	وقت	وقت کی
۱۶۴	۱۱	ہی	نہیں	۲۱۶	۲	نہوسکتے	ہوسکتے
۱۶۵	۵	جابجا	اور جابجا	۲۱۷	۵	دوسرے	ایک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۷	۱۲	گواہ	کووہ
۲۲۴	۳	رہتے ہیں	رہے ہیں
۲۵۶	۴	الکِتَب	الکِتَاب
"	۵	الکِتَاب لکِتا	الکتاب لکتا
۲۷۱	۱	مشنوخی	منسوخ
۲۷۷	۳	ہوئی	ہوتے
۲۸۰	۱۶	اعمال کو	بداعمال کو
۲۸۳	۱۰	بتلاتے ہیں	بتلایا ہے
۲۸۸	۵	روجانی	روحانی
۲۹۴	۲	پھنکتا	پھینکتا
۲۹۷	۴	اور	اور وہ
۲۹۹	۹	بدل گیا	بدل کیا
۳۰۱	۱۳	وہ	وہ جو
۳۰۴	۱۲	ہوسکتی ہے	نہیں ہوسکتی ہے